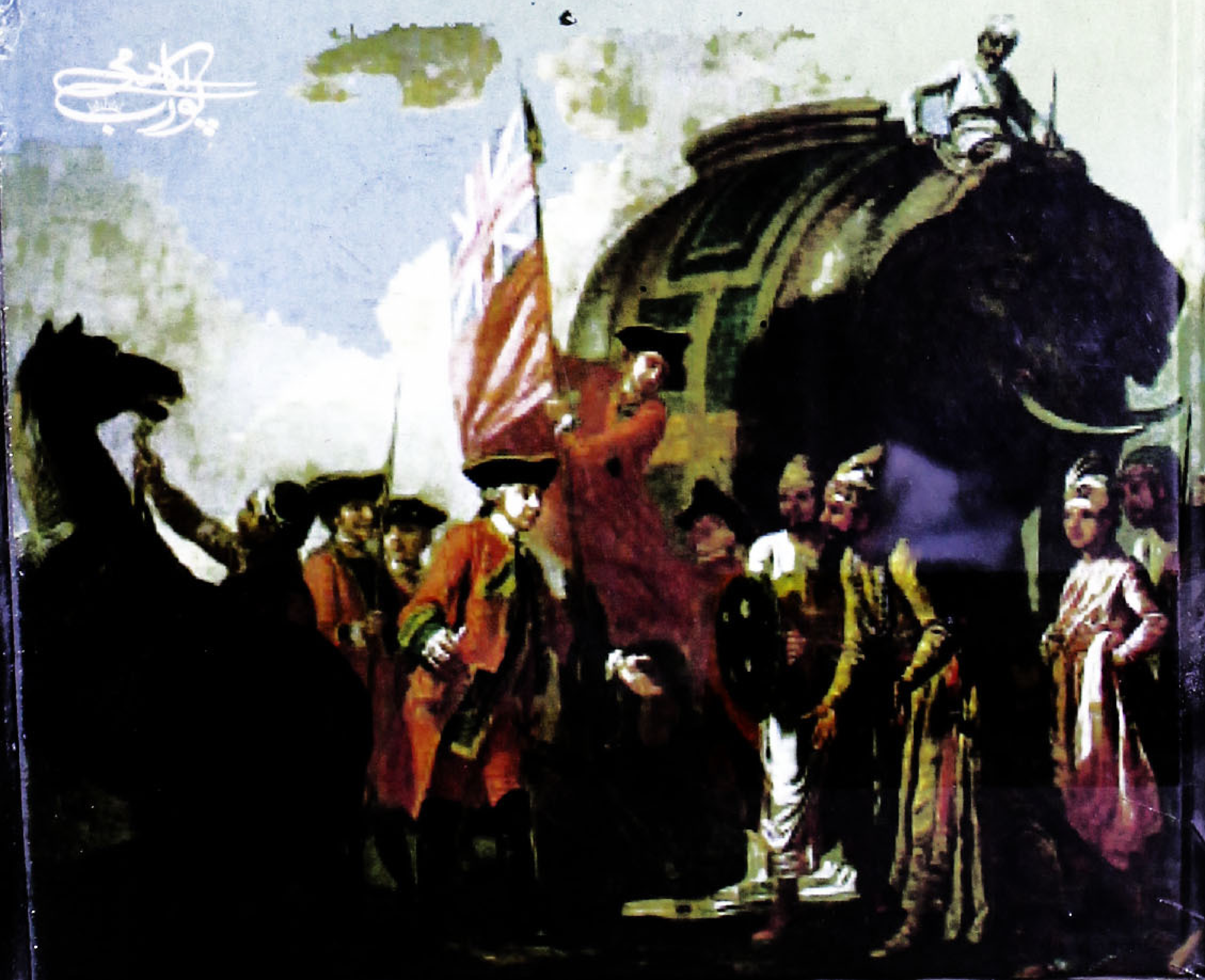
مغلیہ دہلی کے آخری ایام

۱۸۵۷ء میں دہلی کے اندر اور اُس کے ارد گرد کا آنکھوں دیکھا حال
جاسوسی رپورٹوں، روزنامچوں، سرکاری و نجی مراسلت
اور وقت کے اخباروں کے الفاظ میں

مرتّب و مدوّن

ضیاء الدین لاہوری



مغلیہ دہلی کے آخری ایام

۱۸۵۷ء میں دہلی کے اندر اور اُس کے ارد گرد کا آنکھوں دیکھا حال

جاسوسی رپورٹوں، روزنامچوں، سرکاری و نجی مراسلت

اور وقت کے اخباروں کے الفاظ میں

مرتب و مدوّن

ضیاء الدین لاہوری

پورب اکادمی، اسلام آباد

©: 2007ء پورب اکادمی

طبع اوّل: مئی 2007ء

ناشر: پورب اکادمی، اسلام آباد

فون نمبر: 051 - 538 29 67, 0301 - 559 58 61

سرورق: 0300 - 519 25 43

ای میل: info@poorab.com.pk

ویب سائٹ: www.poorab.com.pk

Mughlia Delhi kay Aakhri Ayyam

compiled by: Zia-ud-Din Lahori

Published by: Poorab Academy, Islamabad, Pakistan

ISBN: 969-9817-33-0

۹۵۴.۹۰۳۱۷

م غ ل

مغلیہ دہلی کے آخری ایام / ضیاءالدین لاہوری (مرتب)۔

اسلام آباد: پورب اکادمی، ۲۰۰۷ء

۲۳۹ ص

ا۔ پاکستان - تاریخ - جنگِ آزادی، ۱۸۵۷ء

ترتیب

دہلی میں بغاوت کا آغاز

جنگی کارروائیاں

شاہی خاندان کی بپتا

باب دوم: ناکامی کے بنیادی عوامل

افراتفری اور لاقانونیت

مالی مشکلات

آپس میں نااتفاقی

انگریزوں کے جاسوسوں کا عمل دخل

افراد کے کردار

باب سوم: متفرقات

عرضِ احوال

برطانوی ہند میں جنگِ آزادی ۱۸۵۷ء کے وقوعے کو ڈیڑھ صدی بیت گئی۔ اس دوران نامور مؤرخین اور محققین نے اس کے بیان میں بہت سی کتب تالیف کیں۔ اس کے علاوہ اس سے متعلق انگریزی تحریروں کے چند اُردو تراجم بھی شائع ہوئے۔ متعدد انگریزی و اُردو اخبارات اور جرائد میں اس پر طبع آزمائی ہوتی رہی۔ ہم دیکھتے ہیں کہ انگریزوں کی تحریروں میں اگر ہندوستانیوں سے نفرت کا اظہار پایا جاتا ہے تو اُن کی اپنی قوم کے حاکموں کی بعض کارگزاریوں پر تنقید بھی ملتی ہے، مگر یہ ایک المیہ ہے کہ معتوب قوم کے بعض "عظیم دانشوروں" کی تحریریں انگریز حکام سے بے پناہ محبت اور اپنے لوگوں سے شدید نفرت کا مظہر ہیں۔

اس موضوع کے ساتھ میری بھی دلچسپی رہی ہے لیکن ایک محدود دائرے میں...... مرکزِ جدوجہد دہلی کی حد تک۔ میں نے ایک عرصہ قبل اس پر کام شروع کیا مگر مروّجہ اُسلوب سے ہٹ کر۔ میں نے محسوس کیا ہے کہ اس موضوع پر ہمارے مؤلفین نے اپنے اپنے انداز کی عبارت آرائی سے واقعات کو جس طرح پیش کیا ہے، اس سے بعض واقعات کے بیان میں تضاد کی کیفیت پیدا ہو گئی ہے۔ میری ترجیح یہ ہوئی کہ واقعات کو اپنے قلم سے بیان کرنے کی بجائے اُس دور کی حقیقی تحریروں کے ذریعے بلاتبصرہ پیش کیا جائے۔ اُس دَور کے اخبارات، دستاویزیں، کتب، انگریزی جاسوسوں کی ڈائریاں اور سرکاری و نجی مراسلت اس منصوبے کے مآخذ قرار پائے۔ محاصرۂ دہلی کے چار پانچ مہینوں میں دہلی کے گلی کوچوں میں، دیسی فوجوں کی صفوں میں اور دربار کے اندر کیا کچھ ہو رہا تھا اور دہلی کا محاصرہ کرنے والے انگریزی کیمپ میں کون کون سے منصوبے بن رہے تھے، اس کے مستند کوائف انگریز حکام کی باہمی خط و کتابت اور اُن کے اُن خبر رسانوں کی تحریروں سے، جو جنگجوؤں کے درمیان موجود تھے، دریافت ہوتے ہیں۔ حیرت ہوتی ہے کہ دربار کے اندر بیٹھے منشی بھی باقاعدگی کے ساتھ پل پل کی خبر لکھ کر سرکاری کارندوں کے ذریعے روزانہ شہر سے باہر مقیم انگریز حکام کو بھیجتے تھے اور وہ ان تمام

تفصیلات سے باخبر ہو کر ان کی روشنی میں اپنی جنگی حکمتِ عملی ترتیب دیتے تھے۔

انگریزوں نے بعدازاں بہت سی دستاویزات سرکاری و نجی طور پر شائع کیں۔ ان کی مدد سے ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ ان کی کامیابی میں ہمارے ان قوم فروشوں کا یقینی طور پر بہت بڑا کردار ہے جو پرچہ نویسی کا دھندہ اختیار کئے ہوئے تھے۔ ان تفصیلات سے ہمیں یہ بھی اندازہ ہوتا ہے کہ اس جدوجہد کی ناکامی کے عوامل میں شاہی حکومت کے خالی خزانہ اور خوراک و رسد کے مسائل کے علاوہ شہر کے اکثر اہلِ ثروت افراد کی مزاحمتوں اور حُریت پسندوں کی مختلف نوعیت کی مجبوریوں کا کیا کردار تھا اور اس میں اُن کی اپنی کمزوریوں اور غلطیوں کا کس قدر ہاتھ ہے۔

میں نے اس وقوعے کے بیان کا ایک خاکہ ترتیب دیا اور مختلف عنوانات کے تحت چھوٹی بڑی تحریروں کو اس انداز میں ترتیب دیا جس سے یوں محسوس ہو کہ قاری اس زمانے کے واقعات اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہے اور وقت کے کرداروں کی گفتگو اپنے کانوں سے سن رہا ہے۔ سالہا سال اس کی ترتیب و تدوین میں گزار دیئے اور خوب سے خوب تر کی تلاش میں سرگرداں رہا۔ ایک بار کام مکمل ہو جاتا تو اُس پر نظر ڈالنے کے بعد خیال آتا کہ اگر یہ ترتیب یوں ہوتی تو بہتر ہوتا۔ اس خیال کو عمل میں لاتا تو کچھ عرصہ بعد دوسری ترتیب کے ساتھ بھی یہی سلوک کرتا۔ میں تسلیم کرتا ہوں کہ تدوین و تحقیق میں ایسا کرتے رہنا میری کمزوری ہے اور جب تک کوئی کام میرے پاس موجود رہے اور اشاعت کے لئے چلا نہ جائے، یہ عمل جاری وساری رہتا ہے۔ بہرحال یہ منصوبہ پایۂ تکمیل کو پہنچا جو اِس وقت آپ کے ہاتھوں میں ہے اور آپ ہی یہ فیصلہ کرنے کے مجاز ہیں کہ میں اپنے مقصد میں کہاں تک کامیاب رہا ہوں۔ مجھے امید ہے کہ ترتیب و تدوین کا یہ انداز حالات کو بہتر طور پر سمجھنے میں معاون ثابت ہوگا اور اس میں تضادات کی موجودگی کی کم از کم گنجائش ہوگی۔

کتاب کی ہر تحریر کے آخر میں متعلقہ حوالہ درج ہے۔ بیان کنندہ کون ہے، اس کا نام حوالے میں موجود ہے وگرنہ تحریر کے شروع میں یا عنوان میں بیان کر دیا گیا ہے۔ اس سے تحریر کا پسِ منظر سمجھنے میں یوں مدد ملتی ہے کہ مثال کے طور پر اگر یہ کسی انگریزی جاسوس کی تحریر ہے تو اصل بات بیان کرتے ہوئے بھی اس میں اپنے آقاؤں کے حق میں ہمدردی اور آزادی پسندوں کے معاملے میں ان کی تحقیر کا عنصر شامل ہوسکتا ہے۔ اس کے برعکس انگریزی جاسوسوں کی ایسی تحریریں بھی موجود ہیں جو انگریزی کے تراجم سے منتخب کی گئی ہیں اور اُن میں بادشاہ کا ذکر کرتے ہوئے ادب کو ملحوظِ خاطر رکھا گیا ہے۔ اس کی دو وجوہات ہوسکتی ہیں؛ اوّل یہ کہ مترجم نے ایسا کرتے ہوئے اپنے جذبات کو مدِ نظر رکھا ہو۔ دوم یہ کہ

متعلقہ جاسوس نے اسے ارادتاً اس طرح تحریر کیا ہو کہ اگر کہیں وہ پرچہ راستے میں پکڑا جائے تو بادشاہ کے ذکر میں ادب کا حامل ہونے کے باعث جرم کی شدّت میں کمی کا باعث ہو۔ یہ وضاحت ضروری معلوم ہوتی ہے کہ مطبوعہ تراجم کے برعکس میں نے جو تحریریں انگریزی کتابوں کے حوالے سے شامل کی ہیں، اُن کے تراجم کے معیار کی ذمہ داری مجھ ہی پر عائد ہوتی ہے۔

ضیاءالدین لاہوری

الحقائق، آصف بلاک

علامہ اقبال ٹاؤن، لاہور

۲۰۰۷ء

باب اوّل

حکومت مخالف خبروں سے عملی سرگرمیوں تک

طوفان کی آمد آمد

ایران انگریز جنگی مہم اور ہندوستان

اخبار نورِ مغربی، دہلی (۱۷/مارچ ۱۸۵۷ء): اخبار دہلی گزٹ...... کا ترجمہ یہ ہے کہ بوشہر میں جو سپاہ انگریزوں کی خیمہ زن تھی اور یہ جگہ فیض و نصرت اہلیانِ سرکار انگریزی آ گئی تھی، سو ایک دن دفعتاً فوج بے شمار ایرانی مع پانچ سو قریب قریب توپ خانے کے لشکرِ انگریزی پر حملہ آور ہوئے اور شکستِ فاش دے کر انگریزوں کو بوشہر سے نکال دیا۔ اس معرکے میں گروہ کثیر انگریزوں کا ہلاک ہوا اور کئی افسران نامی گرامی انگریز زندہ مقید ہو کے ایران کو پہنچ گئے۔ (غداروں کے خطوط، ص ۲۳)

اخبار نورِ مغربی، دہلی (۱۲/اپریل ۱۸۵۷ء): اخبار تازہ دہلی گزٹ کا ترجمہ یہ ہے کہ ایک کارسپانڈنٹ دہلی گزٹ کا مقام قندھار سے لکھتا ہے کہ ان لوگوں سے، جو کہ ہمراہ قافلہ ہرات سے یہاں آئے ہیں، ایسا تحقیق کیا گیا ہے کہ قریب تیس جہازات انگریزی کے، جن میں سے ایک میں پندرہ سو آدمی تھے، متصل بوشہر آئے تھے۔ سو سپاہ ایران نے وہاں پہنچ کر جہازات مذکورہ پر توپیں سر کرنی شروع کیں اور کئی انگریزی جہاز ڈوب گئے، اور جس وقت کہ انگریز متصل بوشہر جہازوں سے خشکی پر اترے تو ایک بڑی سخت لڑائی واقع ہوئی اور ایرانیوں نے شکست کھائی۔ پھر دوبارہ ایرانیوں نے مدد کر کے انگریزوں پر یورش کی اور اس سختی سے اور غضب سے لڑے کہ انگریزوں کے بھاری بوجھ و چھوڑ دیا اور پندرہ ہزار آدمی انگریزوں کے مارے گئے اور زخمی ہوئے۔ (غداروں کے خطوط، ص ۲۵)

صادق الاخبار دہلی (۱۶/مارچ ۱۸۵۷ء): بمبئی کے سابق پرچوں سے جو پریس بذا میں موصول ہوئے ہیں، معلوم ہوا کہ شاہ ایران نے روٴسائے ہرات کو مع اپنے نمائندے کے ایک روز دربار میں طلب کیا اور ایک کانفرنس جنگ کی بابت منعقد کی۔ بعد گفت و شنید ان سب نے انگریزوں سے جنگ کرنے کی رائے دی اور یہ یقین کر کے کہ خدا کامیاب کرے گا، انہوں نے کہا کہ ہرات لوٹ لینے

سے تم گویا ہندوستان کے دروازے پر پہنچ جاؤ گے۔ پھر کہا کہ روسیوں کی بھی خواہش ہے کہ ایرانی انگریزوں سے جنگ کریں اور ہندوستان فتح کریں۔ اس پر بادشاہ نے بیان کیا کہ وہ ان مدبّرین سے بہت خوش ہوا جنہوں نے اس کے نمک حرام وزیرِ اعظم کے مخالف رائے دی اور اقرارِ صالح کیا کہ جب وہ ہندوستان پہنچ جائے گا تو ان لوگوں کو مختلف صوبہ جاتِ ہند کا گورنر بنائے گا جن میں ایک بمبئی، دوسرا کلکتہ، تیسرا پونا وغیرہ، اور وہ تاج بادشاہِ دہلی کو بخش دے گا۔

اسی اثنا میں خبر ملی کہ وزیرِ اعظم نے تاجِ شاہی کو، جس میں بیش قیمت جواہرات تھے، ایک سوداگر حاجی علی کی معرفت چوری سے ایک لاکھ پچیس ہزار فرانک میں فروخت کر ڈالا اور اسے رقم کا چوتھائی حصہ دیا۔ اس پر بادشاہ نے وزیرِ اعظم کو طلب کر کے اس معاملے کو دریافت کیا لیکن اس نے لاعلمی ظاہر کی۔ پھر بادشاہ نے اس سوداگر کو گرفتار کر کے اس پر جرمانہ کیا اور وزیرِ اعظم پر بسبب غیر اقوام سے ربط ضبط رکھنے کے بے حد ناراضگی و خفگی ظاہر کی۔ بیان کیا جاتا ہے کہ وزیرِ اعظم کے فرائضِ منصبی کسی اور مدبّر کے سپرد کئے گئے ہیں۔ مذکورہ بالا وزیرِ اعظم نے بادشاہ کو صلح کل پالیسی قائم رکھنے کی صلاح دی تھی۔ بادشاہ کو خبر دی گئی کہ شہنشاہِ روس نے چالیس ہزار فوج مع کثیر سامان و اسلحہ جنگ اس کی امداد کے لئے روانہ کی ہے جس میں کئی ٹکڑیاں ایرانیوں سے آ کر بھی مل گئی ہیں۔ اور یہ بھی خبر آئی ہے کہ شہنشاہِ روس نے کہا کہ اگر مرسلہ فوج جنگ کے لئے ناکافی ہو گی تو اور فوج جنگ و جدال کے لئے روانہ کی جائے گی۔ ان پیاموں کے جواب میں بادشاہ نے شہنشاہ الیگزنڈر والئ روس کی بہت مدح سرائی کی اور ہدایات جاری کیں کہ روسی افواج کے مصارف کے لئے اس کے خزانے سے روپیہ لے لیا جائے اور روسی فوج کے کسی ہرکارے تک کو بھی کسی قسم کی تنگی یا تکلیف نہ پہنچے۔ اس کے بعد فرانسیسی سفیر نے خوشخبری سنائی کہ اس کا بادشاہ، جو چند روز سے علیل تھا، خدا کے فضل سے پوری طرح صحت یاب ہو گیا ہے۔ بادشاہ نے یہ سن کر کہا کہ میں خدا کا شکر ادا کرتا ہوں۔ پھر سفیر جارجیا نے اپنے آقا کی طرف سے بادشاہ سے عرض کیا کہ برخلاف قوانینِ انگلستان و ٹرکی کے آپ کے ملک میں ہنوز بردہ فروشی جاری ہے۔

ایران میں شاہِ ایران کے انگریزوں سے جنگ کرنے کا خاص سبب یہ بیان کیا جاتا ہے کہ ایرانی سلطنت میں پانچ پشتوں سے تسخیرِ ہند کا سودا سمایا ہوا ہے اور اسی وقت سے ہر قسم کے اسلحہ جات و سامانِ جنگ اور خزانہ جمع ہو رہا ہے لیکن ان میں سے کسی نے بھی اپنے ارادوں پر عملدرآمد نہیں کیا۔ چنانچہ ناصر الدین موجودہ بادشاہ کو بھی یہی ہوس ہے اور یہ اس کی قدیمی خواہش ہے جو اس کو وراثتاً ملی ہے۔ اب ایک طرف تو ہرات آسانی سے قبضے میں آ گیا، دوسری طرف روسی غیبی امداد پہنچ گئی۔ تیسرے، عمائد

نے یک زبان ہوکر ہندوستان پر فوج کشی کا مشورہ دیا اور کہا کہ خدا فتح عطا فرمائے گا۔ چوتھے یہ کہ تمام رعایائے ایران جہاد کرنے کے لئے اٹھ کھڑی ہوئی، اس لئے شاہِ ایران پوری مستعدی سے جنگ کے لئے آمادہ ہیں۔ بیان کیا جاتا ہے کہ امیر دوست محمد خاں والیٔ کابل بھی درپردہ شاہِ ایران سے ملے ہوئے ہیں اور ظاہراً انگریزوں سے کہتے ہیں کہ ایران سے انہیں سخت عناد ہے، اور عناد کی وجہ یہ پیش کرتے ہیں کہ شاہِ ایران نے شہزادہ یوسف کو ہرات میں حاکم قرار دیا تھا اور اب یہ شہزادہ شاہِ ایران کو مشورہ دیتا ہے کہ کابل کی حکومت امیر سے چھین کر مجھے دے دی جائے، اور اسی لئے ایرانی کابل کی طرف بڑھ رہے ہیں اور انہیں بہت خطرہ ہے کہ شاہِ ایران شجاع الملک کی بے دخلی کے بدلے افغانوں سے کابل چھین لے گا۔ کابل کو روانہ ہوتے ہوئے امیر نے شاہِ ایران کو اس طور پر خط لکھا کہ وہ خود بھی سلطنتِ ایران کی رعایا ہے اور اسے گورنمنٹ برطانیہ سے کچھ واسطہ نہیں ہے۔ (غدر کے اخبار، ص ۸ تا ۱۰)

دہلی میں شاہِ ایران کے اعلان کے پُراسرار اشتہارات

صادق الاخبار دہلی (۱۹ مارچ ۱۸۵۷ء): اعلان شاہ ایران کی کئی کاپیاں گلیوں اور سڑکوں کے کونوں پر چسپاں ہیں۔ میرے ایک دوست نے اس اعلان کی بعینہ ایک نقل کر لی ہے جو جامع مسجد کی پشت پر چسپاں ہے۔ اس اعلان کو متعدد آدمیوں نے دیکھا ہے۔ مختصراً اس کا ماحصل یہ ہے

''جو لوگ مذہب حق کا دعویٰ کرتے ہیں، ان کا فرض ہے کہ عیسائیوں کو مدد نہ دیں اور حق وراست پر ہونے کی وجہ سے مسلمانوں کی ترقی میں اپنی تمام طاقت صرف کر دیں۔ اور وہ وقت قریب آ رہا ہے جبکہ ما بدولت تخت ہند پر متمکن ہوں گے اور رعایا کو اتنا ہی خوشحال بنا دیں گے جتنا کہ انگریزوں نے مفلوک الحال کر کے ذریعہ معاش سے محروم کر دیا ہے۔ پس ہم خود کو ان کی ترقی و بہبودی کی طرف متوجہ کریں گے۔ ہم کسی کے مذہب میں دخل نہیں دیا کرتے ہیں اور نہ وہاں دیں گے۔''

یہ ہے اس اعلان کی روئیداد۔ ایک شخص محمد صادق نامی، جس کے ذریعے سے یہ اعلان لیا گیا، کہتا ہے کہ چھ تاریخ تک نو سو ایرانی سپاہی مع چند معزز افسران کے ہندوستان میں داخل ہو چکے ہیں اور خاص دہلی میں پانچ سو سپاہی تبدیل لباس میں مختلف صورتوں میں موجود ہیں۔ وہ اپنی نسبت کہتا ہے کہ

چار تاریخ کو میں دہلی پہنچا جہاں اعلان چسپاں کر دیئے گئے ہیں۔ اس کا بیان ہے کہ ہر حصۂ ملک سے اس کے پاس خبریں آتی رہتی ہیں اور وہ ہر شے کی با قاعدہ اطلاع شاہِ ایران کے پاس روانہ کرتا رہتا ہے اور آئندہ وہ ایرانی فوج کی نقل وحرکت ہر فردِ بشر پر ظاہر کر دیا کرے گا۔

لوگ کہتے ہیں کہ یہ اعلان چند بے فکروں کا گھڑا ہوا ہے اور میں بھی ان کا ہم خیال ہو کر پوچھنا چاہتا ہوں کہ محمد صادق خاں کے آخر دہلی آنے کا مدّعا کیا ہے؟ اگر اس کا مقصد جنگ ہے تو اس طریقے سے اس کا آنا بے سود ہے۔ اگر وہ جاسوس کی حیثیت سے آیا ہے تو اپنے آنے کو مشتہر کرنا بالکل بے عقلی اور اپنے مشن کے اخراجات میں بیکار روپیہ ضائع کرنا ہے۔ ایسے معاملے پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کے مقاصد کا پورا نہ ہونا یقینی ہے۔ قطع نظر ان تمام باتوں کے بہر حال یہ دریافت کرنا چاہیے کہ شاہِ ایران کے ہند پر فرمانروائی کرنے سے ہندوستانیوں کو کون سی خوشی حاصل ہو سکتی ہے؟ چنانچہ اعلان سے ظاہر ہے کہ وہ خود ہندوستان پر حکمرانی کرنا چاہتا ہے۔ ہندوستانی تو صرف اس وقت خوش ہوں گے کہ اگر شاہِ ایران عباس شاہ صفی کی طرح ہمارے خاص بادشاہ کو سلطنت دے دے، اور تعجب بھی نہیں کہ وہ ایسا کریں کیونکہ خود تیمور نے ایرانیوں کو سلطنت بخشی تھی، اور نظرِ غائر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اسی احسان کے بدلے عباس شاہ صفی نے ہمارے ہمسایوں کو مدد دی تھی۔ (غدر کے اخبار، ص ۱۰۔۱۱)

صادق الاخبار دہلی (۲۳ رمارچ ۱۸۵۷ء): سابق میں چند مفسدین نے دہلی میں ہنگامہ برپا کرنے کے لئے یہ سمجھ کر کہ شہرت ہوگی، جامع مسجد کی پشت پر ایک اعلان شاہِ ایران سے منسوب کر کے پبلک کو مغالطے میں ڈالنے کے لئے چسپاں کر دیا تھا۔ اس اعلان کا لُبّ لباب یہ تھا کہ ہندو مسلمان دونوں عیسائیوں کی مدد نہ کریں، اور شاہِ ایران عنقریب ہندوستان کو فتح کرلے گا اور لوگوں کو انعام واکرام دے کر خوش کرے گا۔ جس شخص نے یہ اعلان مشتہر کیا ہے، اپنا نام محمد صادق بتایا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ اس لغو و لایعنی بات سے حکامِ دہلی بہت خفا ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ جو شخص اس جعل ساز کاذب کو گرفتار کرادے گا، خاطر خواہ انعام پائے گا، لیکن خدا معلوم، وہ اب ہاتھ بھی آئے گا یا نہیں۔ ہمارے اچھے مسٹر محمد صادق خاں جعل ساز، جنہوں نے یہ اعلان کیا ہے، ہمیں یقین ہے کہ اگر گورنمنٹ کے ہاتھ لگ گئے تو ایک دو تلے کا جوتا سرکہ میں تر کیا ہوا ان کی ٹانٹ پر پڑے گا جس سے ان کے بال نہایت خوشنمائی سے جھڑ جائیں گے۔ اس وقت یہ حضرت سمجھ جائیں گے کہ شیشے کے گھر میں رہ کر دوسروں پر پتھر پھینکنا کیا تماشا دکھاتا ہے اور ان بیوقوفوں کی لیاقت کس طرح ناک کی راہ سے نکل پڑتی ہے!

(غدر کے اخبار، ص ۱۱)

خلاصۃ الاخبار دہلی (۱۳؍ اپریل ۱۸۵۷ء): کچھ دن ہوئے، جامع مسجد کی دیوار پر ایک اشتہار دیکھا گیا۔ اس کے اوپر تلوار اور ڈھال کی تصویر بنی ہوئی تھی، نیچے شاہِ ایران کا مبینہ فرمان درج تھا۔ اس کا خلاصہ یہ ہے:

> ''تمام مؤمنین کا فرض ہے کہ وہ شاہِ ایران کی تائید وحمایت پر کمر باندھ لیں، اس کے حکم کی نہایت وفاداری کے ساتھ اطاعت کریں اور انگریزوں کے خلاف جنگ میں اس کی امداد کریں تاکہ وہ انگریزوں کو جنگ میں ہرا کر برباد کر سکے اور عام لوگوں کو انعامات اور خطابات سے بڑی فراخدلی کے ساتھ نوازے۔''

اعلان میں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ شاہِ ایران یا جمشید ثانی بہت جلد ہندوستان آئے گا اور اس ملک کو اپنا باجگزار بنا لے گا۔ ایران میں بیشمار لوگ جمع ہو گئے ہیں اور پکار رہے ہیں کہ ''اے خدا، جب تک خاک اور ہوا زندہ ہیں، ایران کو بدبختی کی ہوا سے بچا۔'' وقائع نگار کا بیان ہے کہ مندرجہ بالا اقتباس فارسی سے ترجمہ کیا ہوا ہے لیکن اصل متن ابھی تک نہیں دیکھا۔ مجسٹریٹ کی عدالت میں اس موضوع پر کئی گمنام درخواستیں پیش کی گئیں۔ ان میں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ اس ماہ سے ایک مہینہ بعد کشمیر پر زبردست حملہ ہوگا جس کی شگفتگی اور حسن کے بارے میں ایک شاعر نے کہا ہے:

ہر سوختہ جانے کہ بہ کشمیر درآید گر مرغِ کباب است دگر بال و پر آید

اس میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ ٹھنڈی اور جنت نظیر سرزمین درخواست بھیجنے والوں کے ہاتھ آ جائے گی۔ اس اخبار کا محرر ان سب باتوں کو بے معنی اور بیہودہ مذاق سمجھتا ہے کیونکہ اگر حکومتوں کے تسلط سے ملک اس طرح نکل جائیں تو فوجوں کا کیا فائدہ؟

(لیل ونہار لاہور، جنگ آزادی نمبر، ص ۵۵)

ریذیڈنٹ مٹکاف کا بیان: (متذکرہ اشتہار) میلے سے کاغذ کا ایک چھوٹا ٹکڑا تھا جس سے دائیں اور بائیں تلوار اور ڈھال کی شکل بنی ہوئی تھی۔ اس کا مضمون یہ تھا کہ شاہ ایران عنقریب اس ملک میں آنے والے ہیں اور انہوں نے تمام دینداروں کو، جو پیروان محمدؐ ہوں، اپنے ساتھ متفق ہو کر کافر انگریزوں کو فنا کرنے کی دعوت دی ہے، اور جو لوگ اس کام میں شریک ہوں گے ان کے لئے اجر عظیم ہوگا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ اشتہار دیکھ کر دہلی کے پانچ سو مسلمانوں نے جہاد پر جانے کی آمادگی ظاہر کی تھی...... وہ رات کے وقت چسپاں کیا گیا تھا۔ مجھے ٹھیک تاریخ یاد نہیں لیکن غدر سے چند ہفتے پیشتر چسپاں ہوا تھا۔ یہ خوب یاد ہے کہ صرف تین گھنٹے تک لگا رہا تھا۔ صبح کے وقت اس کے پاس آدمیوں کا ہجوم لگ

گیا اور جب میں نے سنا تو جا کر اتار ڈالا...... غدر سے تقریباً پندرہ روز قبل صحیح طور سے اطلاع ملی تھی کہ مجسٹریٹ کے نام ایک گمنام خط بھیجا گیا کہ کشمیری دروازہ بسبب شہر بھر میں مستحکم مقام ہونے کے اور دہلی چھاؤنی کی شاہراہ ہونے کے باعث انگریزوں سے چھین لیا جائے گا اور جب کبھی شہر میں بلوہ ہوگا، سب سے پہلے اسی مقام پر قبضہ کیا جائے گا۔ یہاں فوجی گارڈ متعین رہتی ہے اور جنگی نقطۂ نظر سے اسی مقام پر سب سے پہلے قبضہ کرنا چاہیے۔ یہ خبر بالکل راست تھی اور اس سے اہلِ دہلی کے بعد کے خیالات کا اندازہ کیا جا سکتا ہے، مگر انہیں برانگیختہ کیا گیا تھا۔ ان کے جذبات کو مشتعل کرنے کا ایک ثبوت یہ بھی ہے کہ بادشاہ کے ایک شیدی ملازم نے، جو قلعہ میں رہتا تھا، چودہ نمبر بے قاعدہ سواروں کی رجمنٹ کے رسالدار کو خفیہ طور پر بہکایا تھا کہ ہماری ملازمت چھوڑ کر بادشاہ کی ملازمت کرے، اور بغرضِ ترغیب یہ کہا کہ موسمِ سرما میں روسی ہندوستان میں آئیں گے اور انگریزی سلطنت کا خاتمہ ہو جائے گا۔ رسالدار نے مجھے اس کی اطلاع دی تھی...... اس نے یہ بھی بتایا تھا کہ چھ ماہ پیشتر بادشاہ نے روس کو سفیر روانہ کیے تھے۔ (مقدمہ بہادر شاہ ظفر، ص ۵۶)

شاہِ ایران کے اعلان کی دستیابی

صادق الاخبار دہلی (۱۱ مئی ۱۸۵۷ء): انگریزی اخبار ''پنجابی'' کا ایڈیٹر اپنی نمبر ۱۱ کی اشاعت میں رقمطراز ہے کہ محمرہ پر قبضہ کرتے وقت اس کے نامہ نگار کو شہزادے کے خیمے سے ایک اعلان دستیاب ہوا جس کا خلاصہ نامہ نگار مذکور نے بذریعہ تار برقی ایڈیٹر کو روانہ کیا ہے اور جسے اب ہدیۂ ناظرین کیا جاتا ہے۔ اعلان کا خلاصہ مندرجہ ذیل ہے:

> معلوم کرنا چاہیے کہ انگریزی گورنمنٹ نے اپنی فتح مندی کا علم سب سے پہلے ہندوستان میں نصب کیا ہے اور پھر آہستہ آہستہ تمام مقبوضات مشرقی کے طاقتور سلاطین کو اپنے قابو میں لا رہی ہے۔ تھوڑا عرصہ گزرا کہ اس نے افغانستان پر قبضہ کیا تھا لیکن افغانوں کی مسلسل ہنگامہ آرائیوں سے تنگ آ کر اسے چھوڑنا پڑا۔ اس کے بعد اس نے لاہور و پشاور اور دیگر خود مختار ممالک لے لیے۔ اب وہ براہِ افغانستان آ کر قلمرو ایران کو بھی زیر و زبر کرنا چاہتی ہے اور یہی وجہ ہے کہ جو وہ ہمارے مذہبی ہمسائے افغانوں سے دوستی کر رہی ہے تاکہ یہ اسے گزر جانے دیں اور وہ آ کر ایران کو تہ و بالا کر ڈالے اور مذہبِ حق کے پیرووں میں نا اتفاقی ڈال دے۔ مزید برآں سنا گیا ہے کہ

ایران پر فوج کشی کی غرض سے ایک انگریزی فوج براہِ خشکی روانہ ہوگئی ہے اور اس نے ایک بحری قلعہ، جو راہ میں پڑتا ہے اور وہ مسلمانوں کا ہے، لے بھی لیا ہے اور وہیں مقیم ہے لیکن گورنمنٹ اسے پیش دستی نہیں کرنے دیتی اور جانتی ہے کہ اگر وہ ایسا کرے گی تو مسلمانوں کے غصے اور تیز دھار کی تلوار سے کام پڑے گا اور بہت جلد جاں کنی کی حالت میں، جیسے مچھلی پانی سے باہر تڑپتی ہے، ہوگی اور دم توڑتی پھرے گی لہٰذا شاہ نصیر الدین بادشاہِ ایران نہایت وثوق سے ذیل کا اعلان کرتے ہیں:

''تمام فوجوں کو حدودِ ایران کے مختلف مقامات پر جمع ہو کر ان دشمنانِ دین کی مزاحمت کرنی چاہیے جو مخالفینِ اسلام ہیں۔ اقوامِ عرب کو لازم ہے کہ پیمبر ﷺ کی تعلیم:

''جنہوں نے تمہیں صدمہ پہنچایا ہے، تم بھی انہیں صدمہ پہنچاؤ''

پر عمل کریں۔ پس واجب ہے کہ بوڑھے، جوان، ادنیٰ، اعلیٰ، عقلمند و کج فہم کسان و سپاہی سب کے سب بے پس و پیش اپنے ہم مذہبوں کی حمایت کے لئے اٹھ کھڑے ہوں، ہتھیار باندھ لیں، علمِ اسلامی بلند کریں اور اپنے ہم قوموں کو بھی راہِ خدا میں جہاد کرنے کی دعوت پہنچائیں۔ چنانچہ ان کو، جو حامی دین ہوں گے، ان کی جانفشانیوں کا اجر خدا عطا کرے گا اور ما بدولت بھی خوش ہوں گے۔ ہم نے شریف النفوس کو شرفا کے ہمراہ روانہ کیا ہے۔ مرزا جان کوشکچی، صہبائی نبرد آزمائے قوم، رئیس میر علی خاں و دیگر افسران و رؤسا کو پچیس ہزار فوج کے ہمراہ ایران کے مختلف مقامات پر روانہ کیا ہے۔ شہزادہ نواب شمشیر الدولہ کمانڈنگ افسر کی سرکردگی میں تیس ہزار فوج محمرہ روانہ کی ہے۔ غلام حسن خاں دفعدار و جعفر قلی خاں کو سواروں کی رجمنٹ کے ہمراہ کرمان بھیجا گیا ہے۔ بیس ہزار فوج مسلح مع ساز و سامان غریبیہ و قریبیہ کو روانہ کی گئی ہے اور نواب احسن السلطنت تیس ہزار جوانوں، چالیس توپوں و دیگر اسلحہ جات جنگ کے ساتھ چتھ شمالی صوبجات سندھ کی طرف روانہ ہوگئے ہیں۔ یہ فوجیں اس لئے روانہ کی گئی ہیں کہ افغانستان پر فتح پالیں تو آگے بڑھیں۔ رئیس سلطان احمد خاں، شاہ دولت خاں، سلطان علی خاں اور محمد عالم خاں تسخیر ہند کے لئے افسران بالا کے تحت مقرر ہوئے ہیں۔ رحمت خداوندی سے پوری امید ہے کہ وہ فتح یاب ہوں گے۔ اب وہ وقت ہے

کہ اس ملک (ہندوستان) کے تمام افراد اور تمام افغانی، جو قرآن پر ایمان رکھتے ہیں اور رسولِ خدا ﷺ کے احکام پر چلتے ہیں، نڈر ہو کر اس مذہبی جنگ میں شامل ہوں اور اپنے مسلمان بھائیوں کی مدد کے لئے ہاتھ بڑھائیں کیونکہ ایسا کرنے سے انہیں فلاحیتِ دارین حاصل ہوگی۔ اور چونکہ موجودہ سرحدی ہنگامہ آرائیاں بھی کوئی معمولی لڑائیاں نہیں ہیں کہ جنہیں تھوڑی سی وفادار فوج رفع دفع کر سکے، پس تمام مسلمانوں کو لازم ہے کہ جوش و خلوص سے امداد کریں۔ مزید برآں تمام افغانی اقوام کو معلوم ہو کہ شاہِ ایران کا یہ مقصد نہیں ہے کہ افغانستان کو اپنی قلمرو میں شامل کر لے بلکہ بجائے اس کے ان کا مقصودِ اصلی یہ ہے کہ قندھار رئیس رحمدل خاں و خونِ دل خاں کے قبضہ میں ہو اور کابل بدستور امیر دوست محمد خاں کے پاس رہے اور اس طور سے افغان پہلے کی طرح پھر آزاد ہو جائیں۔ امیر دوست محمد خاں کو لازم ہے کہ اپنے لواحقین و مددگار مسلمانوں کی ایک کونسل منعقد کریں اور حدیثِ پیمبر پر عمل کرنے کے لئے کہیں۔ جو شخص عملاً یا قولاً کسی ایک مذہبی رکن کی حمایت کرے گا، اس کو اجرِ عظیم ملے گا۔ اعلان ہٰذا کی اشاعت سے قبل تک امیر دوست محمد خاں ہمیشہ کہتے تھے کہ اگر ایرانی فوجیں کسی غیر مذہب طاقت سے لڑنے جائیں تو ہم ہتھیاروں اور روپیہ سے ان کی مدد کریں گے اور خود بھی شامل ہوں گے۔ لہٰذا جس وقت کے آنے کے وہ منتظر تھے، وہ اب آ پہنچا ہے یعنی مابدولت نے انگریزوں سے جہاد کا اعلان کر دیا ہے۔ اب امیر دوست محمد خاں اپنے وعدہ کے موافق دشمنانِ دین کے قتل میں اپنی پوری طاقت صَرف کر دیں کیونکہ ثوابِ آخرت حاصل کرنے کا اس سے بڑھ کر کوئی موقع نہ ملے گا۔ اگر وہ اس موقع پر مارے گئے تو ان کا شمار شہداء میں ہوگا ورنہ وہ غازی کہلائیں گے۔ بہمہ وجوہ جہاد سے بڑھ کر کوئی کام نہیں ہے۔ لیکن اگر خدانخواستہ امیر اس کے برعکس رویہ اختیار کریں گے تو وہ پہلے اپنے مذہب سے دور ہو جائیں گے، دوسرے یہ کہ تمام دنیا کی نظروں میں ذلیل ہوں گے، تیسرے یہ کہ بزدل کہلائیں گے، چوتھے ان پر غضب الٰہی نازل ہوگا۔"

شاہِ ایران نے یہ بھی لکھا ہے کہ "آہ، امیر! کیا تم دین سے منکر ہو کر انگریزوں سے مل گئے ہو؟ میں بحیثیت ایک مسلمان تمہیں مشورہ دیتا ہوں کہ میرے ساتھ ہو جاؤ اور ان کی تباہی کی تدابیر کرو۔ یہ بھی سمجھ رکھو کہ تمام مسلمان شاکی ہیں کہ امیر نے

انگریزوں سے مل کر اپنے مذہب کی تحقیر کی ہے۔ اگر صرف طمع ہی تمہارے اس رویہ کا موجب ہو تو مجھ سے دوگنا زر لے لو۔ اور کیا تم نے سنا نہیں کہ انگریزی قوم نے سلاطین ورؤسائے ہند سے کیا کیا بدسلوکیاں کی ہیں؟''

''امیر نے اس خط کا بہت احترام کیا اور رئیس سوات کے ہمراہ حاضر ہونے کا وعدہ کیا ہے۔ اور شاہِ ایران ہرات میں داخل ہو گئے ہیں۔ قندھاری فوجوں نے ان تمام انگریزوں کو قتل کر ڈالا جو آگے بڑھ گئے تھے۔''

ایڈیٹر پنجابی رقمطراز ہے کہ چونکہ اعلان بہت طول طویل ہے لہٰذا اس نے اقتباس کر لیا ہے اور اس کے خیال میں جو بات مفید طلب ہے، وہ یہ ہے کہ محمرہ پر قبضہ کر لیا گیا اور یہ کاغذ ہاتھ آ گیا ورنہ یہاں تک کبھی نہ پہنچ سکتا۔ (غدر دہلی کے اخبار، ص ۱۴ تا ۱۷)

بادشاہ دہلی کی شاہِ ایران سے مبیّنہ خفیہ مراسلت

خط محمد درویش بنام گورنر (۲۴ مارچ ۱۸۵۷ء)

غریب پرور سلامت! خداوند!

بادشاہ دہلی و بادشاہِ ایران کے مابین پیرزادہ حسن عسکری کے توسط سے خط و کتابت کا احوال پہلے خط میں لکھ چکا ہوں جسے حضور نے سمجھ لیا ہوگا کہ میں فقیر خانہ بدوش ہوں۔ خبر پا چکا ہوں کہ دو شخص بادشاہ دہلی کا خط لے کر مکّہ جانے والے کارروان کے ہمراہ قسطنطنیہ گئے ہیں۔ حسن عسکری نے بادشاہ کو یقین دلایا ہے کہ اسے پختہ خبر ملی ہے کہ ولی عہد شاہ ایران نے بوشہر پر قبضہ کامل کر لیا ہے اور یہ کہ وہ عیسائیوں کو بالکل قتل کر چکا ہے، ان کا ایک متنفس بھی اس وقت زندہ نہیں اور بہتوں کو قید بھی کر لیا ہے، اور عنقریب ایرانی فوجیں لے کر قندھار و کابل ہوتا ہوا دہلی پہنچے گا۔ اس نے بادشاہ سے یہ بھی کہا کہ حضور شاہِ ایران سے خط و کتابت کرنے میں بہت تساہل کرتے ہیں۔ پھر بادشاہ نے حسن عسکری کو بیس طلائی مہریں دیں اور کہا کہ خط کو فی الفور روانہ کر دیا جائے، اور اسے حکم دیا کہ یہ مہریں اس شخص کو دی جائیں جو خط لے جائے تاکہ سفر خرچ میں کام آ سکیں۔ حسن عسکری نے مکان پر آ کر چار آدمیوں کو فقرا کے رنگین کپڑے دیئے اور خط لے جانے پر آمادہ کیا۔ اب بیان کیا جاتا ہے کہ ایک یا دو روز میں یہ لوگ عازم

ایران ہوں گے۔قلعہ میں، بلکہ بادشاہ کے کمرۂ خاص میں، شب و روز ایرانیوں کی فوری آمد کا ذکر رہتا ہے۔حسن عسکری نے بادشاہ پر یہ سکہ جما دیا ہے کہ اسے الہام ہوتا ہے کہ دہلی اور تمام ہندوستان پر یقینی شاہِ ایران کی حکمرانی ہوگی اور دہلی کی عظمت وصولت پھر جاگ اٹھے گی کیونکہ شاہِ ایران بادشاہ کو تاج بخش دے گا۔تمام اہلِ قلعہ، خصوصاً بادشاہ، اس اعتقاد کی وجہ سے بہت خوش نظر آتے ہیں، نذریں مانی جاتی ہیں اور دعائیں کی جاتی ہیں اور حسن عسکری غروبِ آفتاب سے ڈیڑھ گھنٹہ پہلے وظیفہ پڑھتا ہے کہ ایرانی آجائیں اور عیسائیوں کی تباہی ہو جائے۔ ہر جمعرات کو چند خوان کھانا اور تیل، تانبے کے سکے اور کپڑا حسن عسکری کے پاس بادشاہ بھیجتے ہیں۔سلطنت کے چند اعلیٰ افسران اس شخص کے ہتھکنڈوں اور حیلہ بازی کے معتقد ہو گئے ہیں اور اس کے مکان پر حاضر ہو کر اس کی تمام حرکات وسکنات کو ارادت مندانہ دیکھتے ہیں۔ان نمک حراموں کے فرداً فرداً نام لینے سے کیا فائدہ ہوگا، خدا گورنمنٹ کے دشمنوں کو ناکام کرے۔میرے چند احباب، جن کا رسوخ بادشاہ تک ہے اور جو حسن عسکری سے بھی ملتے رہتے ہیں، مجھے سب باتیں بتا دیتے ہیں۔ بغرضِ خیرخواہی مندرجہ بالا حالات سے مطلع کیا گیا ہے۔اب گورنمنٹ کو اختیار ہے کہ مناسب بندوبست کرے۔(غدر کے فرمان، ص ۱۲۵ تا ۱۲۷)

محمد حسن عسکری دہلوی سجادہ نشین

بقول حکیم احسن اللہ خاں (۲ رفروری ۱۸۵۸ء): وہ دہلی دروازہ کے قریب ہی رہتے تھے اور اکثر بادشاہ کے پاس آیا جایا کرتے تھے...... (بادشاہ سے ان کی) سب سے پہلی ملاقات کو تقریباً چار سال ہوئے ہیں۔ بادشاہ کی ایک دُختر اُن کی مرید ہو گئی تھی۔اس نے بادشاہ کے سامنے حسن عسکری کی پاکبازی کی بے حد تعریف کی اور بادشاہ نے بیماری کی حالت میں اپنے لئے دعا کرنے اور تعویذ وغیرہ دینے کے لئے انہیں بلایا۔گزشتہ ایک یا دو سال سے ان کی آمد ورفت بہت بڑھ گئی تھی۔ یہ دُختر دہلی دروازہ کے قریب حسن عسکری کے مکان سے ملے ہوئے مکان میں رہتی تھی، اور یہ کہا جاتا ہے کہ وہ اس کی بیوی بن گئی تھی...... وہ خواب کی تعبیریں بیان کرتے، آئندہ ہونے والے واقعات کا پتہ بتاتے اور صاحبِ کشف مانے جاتے تھے۔(مقدمہ بہادر شاہ ظفر، ص ۲۵۔۲۶)

بقول مغل دربار میں انگریزی جاسوس جاٹ مل (۳ رفروری ۱۸۵۸ء): وہ بادشاہ کے پاس آتے اور کچھ پڑھ کر دم کیا کرتے تھے۔وہ خود کو صاحبِ کشف وکرامت بتاتے تھے اور پیشن گوئیوں وخواب کی تعبیریں بیان کرتے تھے...... حسن عسکری کا قول تھا کہ اکثر ہاتفِ غیب کی آوازیں انہیں آیا

133700

کرتی ہیں۔ جب انہیں طلب کیا جاتا تھا تو فی الفور بادشاہ کے پاس حاضر ہو جایا کرتے تھے اور اکثر بے بلائے بھی چلے آتے تھے، خصوصاً رات کے وقت جب کبھی انہیں بادشاہ سے مشورہ کرنا ہوتا...... جب ایرانی افواج ہرات میں آئیں تو میں نے سنا ہے کہ حسن عسکری نے خود کا دیکھا ہوا خواب بادشاہ سے بیان کیا تھا کہ اس نے مغرب سے ایک بگولہ نمودار ہوتے دیکھا جس کے تعاقب میں ایک سیلابِ عظیم آیا اور ملک کو روندتا ہوا نکل گیا مگر اس سیلاب سے بادشاہ کو بالکل پریشانی و تکلیف نہیں ہوئی بلکہ اس سیلاب میں اپنے تخت پر بیٹھے رہے۔ پھر حسن عسکری نے اس کی یہ تعبیر بیان کی کہ شاہِ ایران مشرق میں برطانوی طاقت کو تباہ و برباد کر دے گا اور بادشاہ کو تخت پر بٹھا کر اس سرِ نو عنانِ سلطنت ان کے ہاتھ میں دے دے گا اور کفار یعنی برطانوی قتل کئے جائیں گے...... اس نے اپنی عمر کے بیس سال بادشاہ کی عمر میں بڑھا دیئے۔ (مقدمہ بہادر شاہ ظفر، ص ۳۰ تا ۳۳)

بقولِ خود حسن عسکری (۸ر فروری ۱۸۵۸ء): میرا کام پیری مریدی تھا۔ ایک موقع پر بادشاہ بیمار ہوئے اور کئی درویش دعا کرنے کے لئے آئے تھے، اس وقت مجھے بھی طلب کیا گیا تھا۔ جب میں نے کچھ دعائیں پڑھ کر دم کیں اور بادشاہ نے شفا پائی تو اکثر مجھے طلب کرنے لگے، لیکن بار بار کی طلبی سے عاجز آ کر میں نے بادشاہ سے التجا کی کہ آئندہ مجھے نہ طلب کیا جائے۔ اس وقت بادشاہ نے قسم کھا کر وعدہ کیا کہ اب وہ صرف اسی وقت پر بلایا کریں گے جب بہت سخت بیمار ہوں گے۔

(مقدمہ بہادر شاہ ظفر، ص ۶۰)

خفیہ مراسلت کا قصہ

بقولِ جاٹ مل (۳ر فروری ۱۸۵۸ء): ڈیڑھ یا دو سال ہوئے کہ ایک قافلہ مکّہ کو جا رہا تھا۔ ایک شخص شیدی قنبر نامی نے، جو محل کے تمام حبشیوں کا سردار تھا، اس قافلے کے ہمراہ جانے کی اجازت چاہی۔ منظوری مل گئی اور حسبِ دستور اسے ایک سال کی تنخواہ پیشگی دے دی گئی، اور کہا جاتا ہے کہ ساتھ ہی بادشاہ کی طرف سے ایک درخواست بحضور خداوندِ تعالیٰ بھیجی گئی تاکہ اسے لے جا کر خانہ کعبہ میں چسپاں کر دیا جائے۔ دس یا بارہ روز بعد میں نے سنا کہ شیدی قنبر کا مکہ جانا محض فریب تھا بلکہ دراصل وہ بادشاہ دہلی کا خط شاہِ ایران کو دینے کے لئے ایران گیا ہے۔ میں نے یہ بادشاہ کے قاصد خواجہ بخش اور ایک مقرب خاص سے، جس کا نام مجھے یاد نہیں رہا، سنا ہے۔ اسی وقت میں نے کپتان ڈگلس کو اطلاع کی، جنہوں نے کہا کہ یہ نہایت اہم بات ہے۔ اور مجھے زیادہ تحقیقات کرنے کی ہدایت کی لیکن

بادشاہ دہلی کو شاہِ ایران سے اس قسم کی خط و کتابت کرنے کی ممانعت تھی۔ میں نے حکیم احسن اللہ خاں سے دریافت کیا کیونکہ جو خفیہ معاملات تحریری وقوع میں آتے تھے، انہیں خبر رہتی تھی۔ حکیم احسن اللہ خاں نے انکار کیا کہ انہیں اس کی مطلق خبر نہیں، اور اگر ایسا کیا گیا ہے تو ان کی لاعلمی میں ہوا ہوگا۔ میں نے کپتان ڈگلس کو مطلع کر دیا اور اپنی تحقیقات بدستور جاری رکھی، اور کوئی بیس روز کے بعد اصل حال تحقیق ہوگیا۔ میں بھول گیا کہ کس سے یہ معلوم ہوا تھا کہ حیدر حسین کمانڈنٹ توپ خانہ ملزم اور حسن عسکری نے مل کر چند خطوط شیدی قنبر کے ذریعے ایران روانہ کئے ہیں۔ میں نے یہ کپتان ڈگلس کو جا کر بتا دیا اور کہہ دیا کہ لوگوں کو معلوم ہوگیا ہے کہ یہ خبر میرے کانوں میں بھی پڑ چکی ہے، لہٰذا اب وہ محتاط رہتے ہیں اور اب میں سراغ نہیں لگا سکتا۔ نیز کپتان ڈگلس سے میں نے یہ کہا کہ لاہور کے پاس شیدی قنبر کو گرفتار کرنے کا بندوبست کیا جائے۔ انہوں نے کہا کہ یہ تحقیق نہیں ہے کہ وہ کون سی راہ سے گیا ہے لہٰذا اس معاملے کو طول دینا فضول ہے۔ (مقدمہ بہادر شاہ ظفر، ص ۳۱۔۳۲)

بقول حکیم احسن اللہ خاں: لکھنؤ میں مرزا حیدر نے شاہ عباس کی درگاہ پر بادشاہ دہلی کی طرف سے ایک علم چڑھایا اور مجتہد کو ایک تحریری رقعہ دیا جو پنسل کا لکھا ہوا تھا اور جس پر بادشاہ دہلی کی مہر ثبت تھی۔ اس رقعہ میں تحریر تھا کہ بادشاہ دہلی نے شیعہ عقائد اختیار کر لئے۔ یہ اطلاع دو تین شہزادوں سے ملی جو سنّی مذہب رکھتے تھے۔ نیز کئی سنّیوں کی عرضیوں سے بھی معلوم ہوا جو بادشاہ دہلی کے نام موصول ہوئی تھیں...... جب یہ حالات دہلی میں معلوم ہوئے تو کئی علماء بادشاہ کے پاس حاضر ہوئے اور درخواست کی کہ ہمیں آگاہ کیا جائے کہ یہ کیا بات ہے؟ بادشاہ نے جواب دیا کہ مرزا حیدر نے بادشاہ کی مہر تمام کاغذات پر لگا لی ہے جو خود اپنے ہاتھ سے لکھے تھے...... بادشاہ نے کہا کہ ان کے فرمان میں صرف یہ لکھا ہے کہ وہ اہلِ بیت سے بہت محبت کرتے ہیں، اور جو اُن سے محبت نہ کرے وہ مسلم نہیں ہے......

ایک سال بعد معتبر خبر ملی تھی کہ مرزا نجف ایران گیا ہے۔ وہ مرزا حیدر کا بھائی اور بادشاہ دہلی کا بھتیجا تھا۔ مولوی بکر کی بتائی ہوئی یہ خبر بھی اخبار میں شائع کی گئی تھی۔ مرزا سے شاہِ ایران نہایت عمدگی سے پیش آیا۔ میں نے مرزا علی بخت سے، جو مرزا نجف کا بہت گہرا دوست تھا، دریافت کیا کہ آیا مرزا نجف بادشاہ دہلی کا کوئی خط شاہِ ایران کے پاس لے کر گیا ہے؟ اس نے اس کی تصدیق کی اور بتایا کہ خط کا مضمون یہ تھا کہ بادشاہ دہلی نے شیعہ مذہب قبول کر لیا ہے اور آپ ان کی امداد کیجئے۔ مزید برآں اس خط میں بادشاہ دہلی نے اپنی خراب حالت کا شکوہ کیا تھا اور مفلوک الحالی ظاہر کی تھی۔ مرزا علی بخت نے ساتھ ہی یہ بھی کہا کہ ابھی تک کوئی جواب موصول نہیں ہوا ہے۔ چند ماہ بعد شیدی قنبر نے حج کی تیاری کی اور مکّہ

جانے کی اجازت چاہی۔ پیرزادہ حسن عسکری کی معرفت رخصت مل گئی اور زادِراہ کے لئے کچھ خرچ بھی دے دیا گیا۔ اس کے چند ماہ بعد جاٹ مل ملازم گورنمنٹ برطانیہ نے مجھ سے پوچھا کہ کیا شیدی قنبر دراصل حج کرنے گیا ہے؟ پھر اس نے کہا کہ مجھے یقین نہیں کہ وہ حج کو گیا ہو، بلکہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ ایران گیا ہے۔ میں نے کہا کہ مجھے علم نہیں، لیکن خواجہ سراؤں سے خفیہ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ دراصل وہ ایران گیا ہے اور پیرزادہ حسن عسکری کی معرفت رات کے وقت اسے چند کاغذات دیئے گئے تھے جن پر بادشاہ دہلی کی مہر ثبت تھی۔ اس سے مجھے معلوم ہوتا ہے کہ شیدی قنبر مرزا نجف کے پاس گیا تھا کہ پچھلی خط وکتابت کا جواب لائے۔ یہ تمام حالات سنّیوں سے پوشیدہ رکھے گئے تھے (اور میں بھی ان میں شامل تھا) کیونکہ بادشاہ کا مذہب مرزا حیدر نے تبدیل کرا دیا تھا۔ اس کا ذکر بھی کرنا چاہیے کہ بادشاہ دہلی ان تمام خبروں کے سننے کے مشتاق رہتے تھے جو ایران اور بوشہر سے تعلق رکھتی تھیں۔

مرزا حیدر کوئی معمولی آدمی نہیں تھا بلکہ وہ بادشاہ دہلی کا خاص رشتہ دار یعنی بھتیجا تھا اور لکھنؤ سے ایک ہزار روپیہ ماہوار وظیفہ پاتا تھا۔ وہ خاندانی شیعہ تھا اور اس کے دادا سلیمان شکوہ اور اس کے والد خان بخش دونوں شیعہ مذہب کے تھے۔ ان کے مذہب میں یہ بڑا ثواب ہے کہ غیر مذہب والے کو اپنا ہم مذہب بنا لیا جائے۔ علاوہ ازیں اس نے دنیاوی فائدے کو بھی نظر انداز نہ کیا ہوگا جو تین ہم عقیدہ بادشاہوں کے ہونے سے حاصل ہو سکتے ہیں، یعنی بادشاہ دہلی ولکھنؤ وایران۔

اس میں شک نہیں کہ شاہ ایران سے خط وکتابت کرنے کی تجویز سب سے پہلے مرزا حیدر نے بتائی تھی جس نے اپنا ذاتی نفع بھی سوچا تھا اور یہ خیال بھی کر لیا ہوگا کہ بادشاہ دہلی کے شیعہ ہونے کا حال شاہِ ایران کو بذریعہ اخبارات مرزا نجف کے جانے سے قبل ہی معلوم ہو جائے تاکہ بادشاہ اس سے خاطر ومدارت سے پیش آئے۔ بہادر شاہ بادشاہ اپنے پولیٹکل منصوبوں کو پوشیدہ رکھنے کی بہت پروا کرتے تھے۔ ان کے معمولی معمولی ملازم ان پر اچھا خاصا اثر رکھتے تھے۔ چنانچہ خواجہ سراؤں سے یہ بھی مخفی نہیں تھا کیونکہ وہ ہر مقام پر جا سکتے تھے خواجہ سراؤں کے قبضے میں تمام راز رہتے تھے کیونکہ انہیں کہیں جانے کی ممانعت نہ تھی حتیٰ کہ خلوت خانوں میں بھی بے دھڑک جا سکتے تھے، چنانچہ محبوب علی خواجہ سرا بادشاہ کے تمام معاملات کا مختار تھا مجھے خواجہ سراؤں سے معلوم ہوا تھا کہ جس وقت ان (خطوں) پر مہر ثبت کی گئی تھی، شیدی قنبر کو دے کر ہدایت کی گئی تھی کہ انہیں لے جا کر مرزا نجف کو دے اور گزشتہ خط کا اور اس کا جواب لائے۔ میں جانتا ہوں کہ ان کاغذات میں، جو شیدی قنبر کو دیے گئے تھے، کوئی نئی بات نہیں تھی۔ اگر ہوتی تو خواجہ سرا ضرور بتاتے

ایران کی لڑائی کے دوران میں بعض شہزادوں کا خیال تھا کہ اگر روس نے ایران کی مدد کی تو انگریزوں کو ضرور شکستِ فاش ہوگی اور ایرانی ضرور ہندوستان کے مالک ہو جائیں گے۔ بادشاہ کو بھی اس رائے سے اتفاق تھا۔ میں نے کبھی نہیں سنا کہ مرزا نجف نے ایران سے کوئی خط لا کر دہلی میں پہنچایا ہو، البتہ اگر کوئی خبر بھیجی ہو تو اپنے بھائی مرزا حیدر کو لکھنؤ براہِ راست بھیجی ہوگی۔

(مقدمہ بہادر شاہ ظفر، ص ۲۲۶ تا ۲۳۰)

سر سیّد احمد خاں: دلّی کے بادشاہ معزول کا ایران کو فرمان لکھنا ہم کچھ تعجب نہیں سمجھتے۔ دلّی کے معزول بادشاہ کا یہ حال تھا کہ اگر اُس سے کہا جاتا کہ پرستان میں جنوں کا بادشاہ آپ کا تابعدار ہے تو وہ اُس کو سچ سمجھتا اور ایک چھوڑ دس فرمان لکھ دیتا۔ دلّی کا معزول بادشاہ ہمیشہ خیال کرتا تھا کہ میں مکھی اور مچھر بن کر اُڑ جاتا ہوں اور لوگوں کی اور ملکوں کی خبر لے آتا ہوں اور اس بات کو وہ اپنے خیال میں سچ سمجھتا تھا اور درباریوں سے تصدیق چاہتا تھا اور سب تصدیق کرتے تھے۔ ایسے مالیخولیا والے آدمی نے کسی کے کہنے سے کوئی فرمان لکھ دیا ہو تو تعجب نہیں۔ (اسباب سرکشی ہندوستان، ص ۴)

ہندوستان کے متعدد مقامات پر بے چینی

سر سیّد احمد خاں: سنہ ۱۸۵۵ء میں پادری صاحبان ای ایڈمنڈ نے دارالامارۃ کلکتہ سے عموماً اور خصوصاً سرکاری معزز نوکروں کے پاس چٹھیات بھیجیں جن کا مطلب یہ تھا کہ اب تمام ہندوستان میں ایک عملداری ہوگئی، تار برقی سے سب جگہ کی خبر ایک ہوگئی، ریلوے سڑک سے سب جگہ کی آمد و رفت ایک ہوگئی، مذہب بھی ایک چاہیے۔ اس لئے مناسب ہے کہ تم لوگ بھی عیسائی ایک مذہب ہو جاؤ۔ میں سچ کہتا ہوں کہ ان چٹھیات کے آنے کے بعد خوف کے مارے سب کی آنکھوں میں اندھیرا آ گیا، پاؤں تلے کی مٹی نکل گئی، سب کو یقین ہو گیا کہ ہندوستانی جس وقت کے منتظر تھے، وہ وقت اب آ گیا۔ اب جتنے سرکاری نوکر ہیں، اوّل اُن کو کرسٹان ہونا پڑے گا اور پھر تمام رعیّت کو۔ سب لوگ بے شک سمجھتے تھے کہ یہ چٹھیات گورنمنٹ کے حکم سے آئی ہیں۔ آپس میں ہندوستانی لوگ اہلکاران سرکاری سے پوچھتے تھے کہ تمہارے پاس بھی چٹھی آئی؟ اس کا مطلب یہ ہوتا تھا کہ تم بھی بسبب لالچ نوکری کے کرسٹان ہو گے۔ ان چٹھیوں نے یہاں تک ہندوستانی اہلکاروں کو الزام لگایا کہ جن کے

پاس چٹھیاں آئی تھیں، وہ مارے شرمندگی اور بدنامی کے چھپاتے تھے اور انکار کرتے تھے کہ ہمارے پاس تو نہیں آئی۔ لوگ جواب دیتے تھے کہ اب آ جائے گی، کیا تم سرکار کے نوکر نہیں ہو؟ اگر سچ پوچھو تو یہ چٹھیاں تمام ہندوستانیوں کے غلط شبہات کو پکا اور مستحکم کرنے والی تھیں، چنانچہ انہوں نے کر دیا اور اس کے مٹانے کو کوئی تدبیر کارگر نہ ہوئی۔ (اسباب سرکشی ہندوستان، ص ۱۸)

اخبار نورِ مغربی، دہلی (۶ ردسمبر ۱۸۵۶ء): اخبار انگلش مین انگریزی سے روشن ہے کہ اس ریاست (الور) کو سرکار سرِ دست ضبط کیا چاہتی ہے۔ صاحب خبر لکھتے ہیں کہ اس تجویز کا کچھ عجب نہیں کیونکہ لارڈ ڈلہوزی صاحب بہادر اپنی تجویز میں لکھ گئے تھے کہ الور اور ریاست راجپوتانہ، اودے پور، کوٹہ جودھ پور اور بیکانیر ضبط ہوں۔ (غداروں کے خطوط، ص ۲۹)

اخبار نورِ مغربی، دہلی (۲۷ ردسمبر ۱۸۵۶ء): صاحب اخبار انگلش مین کلکتہ بحوالہ آمد چٹھی مقام راجپوتانہ مرقومہ ۱۹ ردسمبر سے تحریر فرماتے ہیں کہ در ینولاقریب چوبیس راجاؤں کے علاقہ راجپوتانہ سے باہم متفق ہو کر مشورہ کیا کہ سرکار انگریزی نے اکثر ملک سلطنت انگلشیہ میں شامل کر لئے ہیں، اس لئے تم سب عہد کر کے متفق رہو کہ اگر سرکار انگریزی عزم تسخیر ہمارے ملک کا جس وقت کرے تو سب بہ اتفاق مقابلہ سرکار انگلشیہ سے کرو اور دادِ شجاعت دو۔ اور سرکار بھی آگاہ رہے کہ ہم لوگ مثل مردمان اودھ کے نہیں ہیں کہ ملک اپنا ہاتھ سے دے بیٹھیں۔ الغرض یہ رجواڑہ برسرِ پرخاش ہے کہ اگر سرکار انگریزی قصد لینے ان کے کرے گی تو البتہ فساد و فتنہ عظیم پیدا ہوگا۔

(غداروں کے خطوط، ص ۳۰۔۳۱)

اخبار نورِ مغربی، دہلی (یکم مارچ ۱۸۵۷ء): پنجاب کے اخبار سے معلوم ہوا کہ ڈیرہ اسماعیل خاں کے پٹھان بھی برسرِ فساد ہوئے۔ سنا جاتا ہے کہ ان ''اخوان الشیاطین'' نے ایک دن سرکاری رسالہ پر چھاپہ مارا۔ بہت سے سواروں کو تو جان سے مارا اور بہتوں کو زخمی کر ڈالا، اس لئے ان کی سرکوبی کے واسطے بہت سی فوج ڈیرہ غازی خاں میں جمع ہوگی۔ (غداروں کے خطوط، ص ۳۱)

اخبار نورِ مغربی، دہلی (۱۲ راپریل ۱۸۵۷ء): صاحب سلطان الاخبار کلکتہ تحریر فرماتے ہیں کہ فورٹ ولیم یعنی قلعہ کلکتہ میں ایک کمیٹی بڑے تزک سے ہوگی اور اس میں بڑے بڑے عالیشان جمع ہوں گے۔ باعث اس کا یہ ہے کہ درمیان پلاٹن انگریزی واقع مقامات، اچانک دھرم پور کے سپاہیوں نے کارتوس لینے سے انکار کر دیا ہے اور بہت سے سپاہی تو نوکری چھوڑ کر چلے گئے ہیں۔ اس باب میں کشت و خون بھی ہوا ہے۔ (غداروں کے خطوط، ص ۳۲)

چپاتیوں کی تقسیم

اخبار نورِ مغربی، دہلی (۲۸ر فروری ۱۸۵۷ء): اخبار میرٹھ سے دریافت ہوا کہ جناب صاحب ڈپٹی کلکٹر بہادر میرٹھ بہ تقریب دورہ باغ پت کو تشریف فرما ہوئے۔ اس ہفتے میں ایک معاملہ عجیب ہوا کہ کوئی چوکیدار علاقہ ضلع بلند شہر کے چوکیدار سڑک تھانہ ہاپوڑ کو چار پوریاں دے کر کہہ گیا کہ سرکار سے حکم ہے کہ چار چار پوری اس طور کی ہر ایک گاؤں میں تیار ہو کر چوکیدار کے پاس موجود رہیں، بوقتِ ضرورت طلب کی جائیں گی۔ چنانچہ چند موضعات میں اس پر عمل کیا گیا ہے۔ جب تھانیدار مقام ہاپوڑ کو یہ خبر پہنچی، فوراً مع پوری کے چالان عدالت کیا۔ اب عدالت سے بہ ترسیل روبکار صاحب بلند شہر سے حال مفصل تقسیم پوری کا دریافت کیا گیا اور ہم نے اخبار آگرہ میں بھی ماجرا لکھا دیکھا تھا۔ معلوم نہیں، کیا معمہ ہے۔ (غداروں کے خطوط، ص ۲۷)

اخبار نورِ مغربی، دہلی (۲۸ر مارچ ۱۸۵۷ء): اخبار فینکس کلکتہ انگریزی کا بیان ہے، یہ ان دنوں میجر اسکنٹن صاحب کمشنر ساگر و بوزن اپنی چٹھی میں رقم فرماتے ہیں کہ سابق اس سے اخبار مفصلیٹ میں ہم نے دیکھا کہ اضلاعِ غرب میں کوئی مفسد پیدا ہوا ہے اور اس نے وطیرہ یہ اختیار کیا ہے کہ ہر چوکیدار علاقہ جات کو پوریاں دے کے یہ کہتا چلا جاتا ہے کہ سرکار کی طرف سے یہ عطیہ ملا ہے، اس کو بھوکوں میں تقسیم کر دینا۔ چنانچہ تمام اضلاع ساگر وغیرہ و نیز بمقام کلکتہ اس طور پر یہ حال پہنچا ہے۔ اہلیانِ سرکار اس کی تلاش میں نہایت سرگرم رہتے ہیں اور بھید اس معمہ کا کسی کو نہیں کھلتا ہے کہ اصل اس کی کیا ہے۔ بڑے بڑے حکام کی عقل اس میں دنگ ہے۔ (غداروں کے خطوط، ص ۲۹)

بقول معین الدین حسن خاں: فروری کے مہینہ میں وسیع پیمانہ پر چپاتیاں تقسیم کی گئیں...... اس زمانہ میں مَیں علاقہ پہاڑ گنج کا تھانیدار تھا جو شہر دہلی سے باہر واقع تھا۔ ایک دن صبح کے وقت اندر پت کا چوکیدار میرے پاس آیا اور اطلاع دی کہ سرائے فرخ خاں کا چوکیدار مجھے ایک چپاتی دے گیا ہے (جسے اس نے مجھے دکھایا) اور یہ کہہ گیا ہے کہ اسی قسم کی پانچ چپاتیاں پکا کے قریب کے پانچ دیہات میں تقسیم کر دینا، اس ہدایت کے ساتھ کہ ہر گاؤں کا چوکیدار بغرضِ تقسیم اسی قسم کی پانچ روٹیاں پکائے۔ چپاتی جو اور گیہوں کے آٹے کی ہوتی تھی اور مرد کی ہتھیلی کے برابر تھی۔ اس کا وزن دو تولہ تھا۔ مجھے تعجب تو

ہوا لیکن میں نے محسوس کیا کہ چوکیدار سچ کہتا ہے اور یہ کہ اس روٹی میں کوئی نہ کوئی اہمیت ضرور ہوگی، اس لئے کہ اس کی وجہ سے تمام ہندوستانی باشندوں میں ایک گونہ خوف و ہراس چھا گیا تھا۔

۲۶ رفروری تک کوئی غیر معمولی واقعہ پیش نہیں آیا۔ اس دن یہ افواہ اڑی کہ بہرام پور کی ۱۹ ویں پلٹن نے ان کارتوسوں کو ہاتھ لگانے سے انکار کر دیا ہے جو انہیں استعمال کرنے کی غرض سے دیئے گئے تھے اور یہ کہ ۳۴ ویں پلٹن نے بھی اسی قسم کی کارروائی کی ہے اور یہ کہ اس پلٹن کی سات کمپنیوں کو برخاست بھی کر دیا گیا ہے۔ جب میں نے یہ خبر سنی تو مجھے اندیشہ ہوا کہ کوئی مصیبت آنے والی ہے۔ انبالہ سے ان دنوں ایک ہندوستانی اخبار شائع ہوتا تھا، اس نے مختلف پلٹنوں کی کارروائیوں کو اور بھی شہرت دے دی۔ یہ سمجھ کر کہ ان تمام باتوں کی تہہ میں کچھ کالا ضرور ہے، میں نے فی الفور چند آدمیوں کو مقرر کر دیا تا کہ وہ میرے تمام حلقہ کا معائنہ کریں اور یہ معلوم کرنے کے بعد کہ آیا اور دیہات میں بھی چپاتیاں تقسیم کی گئی ہیں، ان کی مزید تقسیم روک دیں۔

میرا چھوٹا بھائی مرزا محمد حسین خاں بدر پور کا تھانیدار تھا جو دہلی سے نو میل کے فاصلہ پر واقع تھا۔ جس دن میں نے پہاڑ گنج میں چپاتیوں کے تقسیم کیے جانے کی خبر سنی، اسی دن میرے بھائی کے پاس سے بذریعہ سوار یہ اطلاع موصول ہوئی کہ اس کے علاقہ میں گاؤں در گاؤں چپاتیاں اور بکری کے گوشت کی بوٹیاں تقسیم کی جارہی ہیں اور اس نے مجھ سے پوچھا تھا کہ ایسی حالت میں کیا کارروائی کرنی چاہیے۔ میں نے اسے اسی وقت لکھ دیا کہ ہر ممکن طاقت سے روٹیوں کو تقسیم ہونے سے روکو اور ساتھ ہی افسرانِ بالا کو بھی صورتِ حالات کی اطلاع دے دی۔

چند دن تک مجھے کسی قسم کے احکام موصول نہیں ہوئے لیکن بعد میں حکم ملا جس میں روٹیوں کی تقسیم کی علت غائی دریافت کی گئی تھی۔ اسی اثنا میں علی پور اور شیپور کے تھانیداروں کے پاس سے بھی خطوط موصول ہوئے جن میں مجھ سے مشورہ طلب کیا گیا تھا۔ اس کے بعد مجھے حکم مل گیا کہ تقسیم کو روک دو۔ اس اثنا میں میرے بھائی کو علی گڑھ اور متھرا بھیجا گیا تا کہ وہ دریافت کرے کہ آیا وہاں بھی چپاتیاں تقسیم کی گئی ہیں۔ اس کی زبانی مجھے معلوم ہوا کہ وہ قسمت دہلی کے ایک وسیع حصہ میں گھوم کر آیا ہے اور یہ کہ جہاں کہیں وہ گیا، اسے معلوم ہوا کہ چپاتیاں ہر جگہ تقسیم کر دی گئی ہیں۔ ہر مقام پر اس سے سوالات پوچھے جاتے تھے لیکن کوئی شخص یہ نہیں بتا سکتا تھا کہ وہ آئی کہاں سے ہیں اور ان کا منشا کیا ہے۔

میرے بھائی کی تجویز یہ تھی کہ دیگر اضلاع کے سول حکام کے نام چٹھیاں روانہ کرنی چاہئیں کہ وہ اس امر کی تحقیقات کریں، نہیں تو مجھے بغرض تحقیقات روانہ کیا جائے لیکن اجازت نہیں دی گئی۔

بعدازاں دہلی کے جوائنٹ مجسٹریٹ سر تھیوفلس مٹکاف کے پاس سے ایک خط آیا جس میں مجھ سے نج کے طور پر واقعہ کی اصلیت دریافت کی گئی تھی۔ میں نے یہ لکھ بھیجا کہ میں اپنے والد سے سنا کرتا تھا کہ مرہٹوں کے زوال کے وقت بھی مکی کی ٹہنی اور روٹی کا ٹکڑا گاؤں گاؤں تقسیم کیا گیا تھا، اور یہ ممکن ہے کہ چپاتیوں کی تقسیم کا واقعہ کسی شورش کا پیش خیمہ ہو۔ اس کے بعد مجھ سے کوئی سرکاری خط و کتابت اس مسئلہ پر نہیں ہوئی اور نہ مجھے کسی قسم کے احکام ہی موصول ہوئے۔ (خدنگِ غدر......ص ۵۱ تا ۵۴)

درویش اور فقیروں کی آمد

اخبار نورِ مغربی، دہلی (۲۹ نومبر ۱۸۵۶ء): ان دنوں ایک درویش احمداللہ نامی یہاں (لکھنؤ میں) آئے ہوئے ہیں اور بہت فقیر فقراء وغیرہ ان کے ساتھ ہیں۔ گو بظاہر فقیر ہیں لیکن سب ٹھاٹھ امیرانہ ان کے ہمراہ ہے۔ کیفیت ان کی اس طرح پر ہے کہ ایک نئی بات دیکھنے میں آئی، یعنی پنجشنبہ کے روز مجمع کثیر ہوتا ہے، تمام شہر کے لوگ جمع ہوتے ہیں، مجلس حال قاف کی لیکن نئی چال کی ہوتی ہے کہ عین جوشِ حال میں فرش پر آگ گراتے ہیں۔ ان کے ساتھی اسی حال میں کچھ کھا کر، باقی فرش پر لوٹ کر بجھاتے ہیں۔ نہ کپڑے میں دھبہ لگتا ہے، نہ حلق میں چھالے پڑتے ہیں اور اسی وجد میں جب آسمان کی طرف ہاتھ اٹھاتے ہیں تو اشرفیاں روپے ان میں آجاتے ہیں۔ وہ گویّوں کو انعام ملتا ہے۔ شغل صبح و شام رہتا ہے۔ (غداروں کے خطوط، ص ۳۲)

اخبار نورِ مغربی، دہلی (۲۱ فروری ۱۸۵۷ء): علاقہ اودھ میں ایک شاہ صاحب چند روز سے وارد ہوئے تھے۔ مجذوبوں کی طرح بڑ میں بات کیا کرتے تھے کہ دیکھئے، عنقریب انتقام لیتا ہوں، سب انگریزوں کو نکلوائے دیتا ہوں۔ عوام تو ذرا سی بات میں آجاتے ہیں، ایک ہجومِ خلائق وہاں جمع ہوتی۔ کپتان برن صاحب مہتمم شہر کی بھی یہ تجویز ہوئی کہ ان کا اٹھا دینا مناسب ہے، خلقت کا ہجوم اچھا نہیں ہے۔ شاہ صاحب کو فہمائش ہوئی کہ اپنا بوریا بستر اٹھاؤ، یہاں سے چل دو۔ انہوں نے جواب دیا کہ ہرگز نہ جاؤں گا بلکہ تم سب کو نکلوا دوں گا۔ ۱۶ فروری کو بہت ہشت مشت ہوئی، آخرکار لڑائی کی نوبت پہنچی۔ شاہ صاحب کے ساتھی بارہ آدمی لڑنے کو تیار ہوئے۔ دو کمپنیاں ان کے مقابلے پر آئیں، بندوقیں مارنے لگیں۔ اس مار پیٹ میں لیفٹیننٹ ٹامسن صاحب بہادر اور بائیس رجمنٹ کے سواروں

کے دو صاحب اَور زخمی ہوئے۔ چند سپاہی مارے گئے۔ شاہ صاحب کئی آدمیوں سمیت گرفتار ہوئے، باقی ساتھی بھاگ گئے۔ (غداروں کے خطوط، ص ۳۳)

اخبار نورِ مغربی، دہلی (۷؍مارچ ۱۸۵۷ء): ......اب تحقیق ہوا کہ وہ احمد شاہ ہیں جو پہلے یہاں (لکھنؤ میں) گھسیاری منڈی میں اترے تھے اور اس طرح کی بڑ مارا کرتے تھے۔ اس باب میں سرکار نے تھانیدار پر الزام رکھا ہے، اس لئے کہ جب صاحب منتظم شہر اور کوتوال تلاشی کو گئے تو شاہ صاحب کے پاس سے بہت سے ہتھیار نکلے اور تھانیدار نے روزنامچے میں ان کے ہتھیار کی فہرست نہ لکھی، اس لئے تھانیدار موقوف ہوا۔ (غداروں کے خطوط، ص ۳۴)

سلگتے بارود کے اجزا

چربی والے کارتوس

دھرم اور جاتی میں مداخلت کا مسئلہ

(میجر جنرل ہیرسی): ہم یہاں بارک پور میں، جہاں ایک سرنگ پھٹنے کو تیار ہے، قیام پذیر ہیں۔ میں یہاں کچھ عرصہ سے سپاہیوں کے جذبات و احساسات کا مطالعہ کر رہا ہوں۔ ان کے اذہان کو چند عیار بدذاتوں نے گمراہ کر رکھا ہے اور انہیں باور کرا دیا ہے کہ حکومت ان کے دھرم اور جاتی میں مداخلت کے درپے ہے اور یہ کہ انہیں جبراً مسیحی بنایا جائے گا...... مجھے بتایا گیا ہے کہ ڈم ڈم میں، جہاں کہ اینفیلڈ رائفل کے لئے سکول آف پریکٹس کا اجتماع ہے، ایک واقعہ پیش آیا جو میرے خیال میں ان لوگوں میں اس گمان کی تقویت کا باعث ہوا۔ یہاں کی ایک رجمنٹ کا ایک سپاہی پانی سے بھرا ہوا لوٹا لے کر اپنی خوراک تیار کرنے کے لئے چوکے کی طرف جا رہا تھا۔ اسے نچلی ذات کا ایک ہندوستانی ملا جس نے اسے کہا کہ وہ اسے لوٹے میں سے پانی پینے دے۔ اس (برہمن) سپاہی نے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ "میں نے اپنے لوٹے کو مانجھا ہے، تم اسے چھو کر ناپاک کر دو گے۔" اس نے پلٹ کر جواباً کہا کہ "تمہیں اپنی جاتی کا تو بہت خیال ہے لیکن تھوڑا سا انتظار کرو، جب صاحب لوگ تم سے گائے اور سور کی چربی سے آلودہ کارتوس دانتوں سے کٹوائیں گے، اس وقت تمہاری جاتی کہاں ہو گی؟" اس سپاہی نے یہ گفتگو ڈم ڈم میں اپنے رفقا کو بتائی۔ اس بات کو یہاں تک پہنچنے میں زیادہ وقت نہ لگا۔ یہ خیال کچھ عرصے تک ڈم ڈم کی سپاہ کے خیالات میں گھر کرتا رہا، اور اگرچہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہاں کے افسر کو اس کا علم ہو چکا تھا لیکن اسے کوتاہ اندیشی اور احمقانہ تصور قرار دیا گیا، البتہ میجر بونٹین نے خاص طور پر محسوس کیا کہ یہ چیز ان کے دماغوں میں حقیقت کے طور پر جاگزیں ہو چکی ہے۔ جب اس نے یہ رپورٹ مجھے بھیجی تو میں نے ایک لمحہ ضائع کئے بغیر اس وقوعے کے بارے میں کلکتہ کو مراسلہ تحریر کیا اور

تجویز کیا کہ ڈم ڈم کے افسر کے لئے کچھ رقم منظور کی جائے جس سے وہ اعلیٰ ذات کے کسی آدمی کے ہاتھوں موم اور گھی یا ناریل کا تیل خرید کروائے اور اسے ہدایت کی جائے کہ جب سپاہ کی مشق ہو تو وہ اُن کے سامنے کارتوس کے گولی کے حصے کو چکنا کرے۔ مجھے یقین تھا کہ یہ طریقہ کار سپاہ میں ان کے گمان کو عملاً باطل ثابت کردے گا اور ہر احتیاط برتی جائے گی کہ ان کی جاتی میں کوئی مداخلت نہ ہو۔ بظاہر دکھائی دیتا تھا کہ یہ طریقہ ڈم ڈم کے سکول آف پریکٹس میں کارگر ثابت ہوگا اور چونکہ یہاں کارتوسوں کی مشق نہ ہونے کے باعث کارتوس مہیا نہیں کئے جاتے تھے، اس لئے میرے وہم وگمان میں بھی نہیں تھا کہ اس جگہ پر اس قدر رخنہ اور بےچینی پیدا ہوگی...... میں اس امر کا اظہار ضروری سمجھتا ہوں کہ سوموار ۹ رتاریخ (فروری) کی صبح کو میں نے بذاتِ خود تمام بریگیڈ کی پریڈ میں تمام آدمیوں کو بلند آواز میں نہایت مستعدی کے ساتھ واضح طور پر بیان کیا کہ وہ جس خیال میں مبتلا ہیں کہ حکومت یا اس کے افسر اُن کے مذہب یا جاتی میں مداخلت چاہتے ہیں، وہ احمقانہ ہے۔ میں نے ان کے ذہن نشین کیا کہ ان کا یہ خیال کہ انہیں مسیحی بننے پر مجبور کیا جائے گا، فضول ہے۔

(Annals of the Indian Rebellion, p.8-10)

(سپہ سالار اینسن): کارتوسوں کا معائنہ کرنے کے بعد مجھے سپاہیوں کے اعتراضات پر مطلقاً حیرت نہیں ہوئی۔ مجھے ہرگز یہ خیال نہ تھا کہ کارتوسوں میں ایسی چکنی چیز کا استعمال کیا جائے گا جو بالکل چربی ہے۔ گولی کے دبانے کے بعد بندوق کے منہ کی جالی اسی چربی سے ڈھکی ہوئی ہوتی ہے۔

(بحوالہ ''انقلاب ۱۸۵۷ء کی تصویر کا دُوسرا رُخ''، ص۴۴)

میری رائے میں ان کارتوسوں کے استعمال سے سپاہیوں کے مذہبی جذبات کو ناقابلِ یقین طریق سے ٹھکرادیا گیا ہے۔ (ایضاً، ص۴۵)

مسلمان پلٹنوں کو کارتوس کاٹنے پر عذر نہ ہوتا اگر......

(سرسیّد احمد خاں): ہماری گورنمنٹ کا انتظامِ فوج ہمیشہ قابل اعتراض کے تھا۔ فوج انگلشیہ کی کمی ہمیشہ اعتراض کی جگہ تھی۔ جبکہ نادر شاہ نے خراسان پر فتح پائی اور ایران اور افغانستان دو مختلف ملک اس کے قبضہ میں آئے، اُس نے برابر کی دو فوجیں آراستہ کیں؛ ایک ایرانی قزلباشی، دوسری افغانی۔ جب ایرانی فوج کچھ عدول حکمی کا ارادہ کرتی تو افغانی فوج اس کے دبانے کو موجود تھی، اور جب افغانی فوج سرتابی کرتی تو قزلباشی اس کے تدارک کو موجود ہوتی۔ ہماری گورنمنٹ نے یہ کام ہندوستان

میں نہیں کیا...... یہ بات سچ ہے کہ ہماری گورنمنٹ نے ہندو مسلمان دونوں قوموں کو، جو آپس میں مخالف ہیں، نوکر رکھا تھا مگر بسبب مخلوط ہو جانے ان دونوں قوموں کے ہر ایک پلٹن میں یہ تفرقہ نہ رہا تھا۔ ظاہر ہے کہ ایک پلٹن کے جتنے نوکر ہیں، ان میں بسبب ایک جا رہنے کے اور ایک لڑی میں مرتب ہونے کے آپس میں اتحاد اور ارتباط برادرانہ ہوتا جاتا تھا۔ ایک پلٹن کے سپاہی اپنے آپ کو ایک برادری سمجھتے تھے اور اسی سبب سے ہندو مسلمان کی تمیز نہ تھی۔ دونوں قومیں آپس میں اپنے آپ کو بھائی سمجھتی تھیں۔ اُس پلٹن کے آدمی جو کچھ کرتے تھے، سب اس میں شریک ہو جاتے تھے۔ ایک دوسرے کا حامی اور مددگار ہوتا جاتا تھا۔ اگر اِنہی دونوں قوموں کی پلٹن اس طرح پر آراستہ ہوتیں کہ ایک پلٹن نری ہندوؤں کی ہوتی جس میں کوئی مسلمان نہ ہوتا اور ایک پلٹن نری مسلمانوں کی ہوتی جس میں کوئی ہندو نہ ہوتا تو یہ آپس کا اتحاد اور برادری نہ ہونے پاتی اور وُہی تفرقہ قائم رہتا، اور میں خیال کرتا ہوں کہ شاید مسلمان پلٹنوں کو کارتوس جدید کاٹنے میں بھی کچھ عذر نہ ہوتا۔ (اسباب سرکشی ہندوستان ص ۴۲۔۴۳)

فوج کو اپنی طاقت کا شعور

(ہنری گریٹ ہیڈ، پولیٹکل ایجنٹ افواج متعینہ محاصرہ دہلی): ہم نے جن سپاہیوں کو پکڑ کر بغاوت کے اسباب معلوم کرنے کے لئے پوچھ گچھ کی، اس سے یکساں نتیجہ یہ برآمد ہوتا ہے کہ وہ تمام اس کی واحد بنیاد کارتوس ہی کو بتاتے ہیں۔ شکایت کی کسی دوسری وجہ کا کوئی اشارہ نہیں ملا۔ شہنشاہ دہلی نے اس موضوع پر ایک شعر کہا ہے:

نہ ایران نے کیا، نہ شاہِ روس نے
انگریز کو تباہ کیا کارتوس نے

فوج میں طاقت کا شعور پیدا ہو چکا تھا جو بغاوت ہی سے عمل میں لایا جا سکتا تھا۔ کارتوس کی چیخ و پکار نے سرکشی کی خوابیدہ روح کو بیدار کر کے متحرک کیا۔

Intelligence Records, Vol. I, p 454)

سپاہ کا مینہ غرور

(ولیم میور): جہاں تک کہ فوری بغاوت پھوٹنے کا سبب معلوم کیا جائے تو دہلی کے علاوہ دوسری جگہوں پر کی گئی تحقیقات سے ہمیں کارتوس کے علاوہ اور کوئی سراغ نہیں ملتا۔ حقیقت یہ ہے کہ

سپاہی ایک مدت سے اس زعم میں مبتلا ہو کر مغرور ہو چکے تھے کہ وہ یہاں برطانوی مملکت کی عمارت اپنے کندھوں پر تنہا اٹھائے ہوئے ہیں، انہوں نے ہی اسے تعمیر کیا اور وہی اسے قائم رکھے ہوئے ہیں۔ اس گمان نے انہیں تکبّر اور خودسری کے جذبات سے معمور کر دیا اور جب ان سے ہر چیز میں التفات نہ برتا گیا اور ان کی دلجوئی نہ کی گئی تو یہ امر اُن میں رنجش کا قوی احساس پیدا کرنے کا موجب ہوا۔ ان کی بے چینی اور بغاوت کے عناصر یہی ہیں...... میں نے نسبتاً ایک پُرسکون اور معزز شعبے کے ایک سپاہی میں غیرارادی طور پر متکبرانہ جذبے کو رینگتے ہوئے پایا۔ وہ ایک روز مسٹر کالِون کے ساتھ، جنہوں نے اس رجمنٹ کو اُن کی رنجشیں معلوم کرنے کے لئے پرائیویٹ طور پر مجتمع کیا تھا، گفتگو کر رہا تھا۔ وہ انداز، جس میں اس نے یہ حوالہ دیا کہ خیرخواہ سپاہیوں نے ہمیں سیلون سے پشاور تک ہندوستان فتح کر کے دیا، وہ ظاہر کرتا تھا کہ سپاہیوں کے درمیان خیالات کی عمومی رَو اور گفتگو کس قسم کی ہوتی ہوگی۔

(Intelligence Records, Vol. II, p.130-131)

(سرسیّد احمد خاں): فوج انگلشیہ کے کم ہونے سے رعایا کو بھی جو کچھ خوف تھا، وہ صرف ہندوستانی فوج ہی کا تھا۔ علاوہ اس کے ہندوستانی فوج کو بھی بے انتہا غرور تھا۔ وہ اپنے سوا کسی کو نہیں دیکھتے تھے۔ فوج انگلشیہ کی کچھ حقیقت نہیں سمجھتے تھے۔ تمام ہندوستان کی فتوحات صرف اپنی تلوار کے زور سے جانتے تھے۔ ان کا یہ قول تھا کہ برہما سے لے کر کابل تک ہم نے سرکار کو فتح کر دیا ہے۔ علی الخصوص پنجاب کی فتح کے بعد ہندوستانی فوج کا غرور بہت زیادہ ہو گیا تھا۔ اب اُن کے غرور نے یہاں تک نوبت پہنچائی تھی کہ ادنیٰ ادنیٰ بات پر تکرار کرنے پر مستعد تھے۔ میں خیال کرتا ہوں کہ فوج کے غرور اور تکبر کی یہاں تک نوبت پہنچی تھی کہ کچھ عجب نہ تھا کہ وہ کوچ اور مقام پر بھی تکرار کرنے لگتی۔ ایسے وقت میں کہ جب فوج کا یہ حال تھا اور اُن کے سر غرور و تکبّر سے بھرے ہوئے تھے اور دل میں یہ جانتے تھے کہ جس بات پر ہم اڑیں گے اور تکرار کریں گے خواہ نخواہ سرکار کو ماننا پڑے گا، اُن کو نئے کارتوس دیئے گئے جس میں وہ یقین سمجھتے تھے کہ چربی کا مَیل ہے اور اُس کے استعمال سے ہمارا دھرم جاتا رہے گا۔ انہوں نے اس کے کاٹنے سے انکار کیا۔ جب بارک پور کی پلٹن اس جرم میں موقوف ہوگئی اور حکم سنایا گیا تو تمام فوج نہایت رنجیدہ ہوئی کیونکہ وہ یوں سمجھتے تھے کہ بسبب تخلل مذہب کے بارک پور کی پلٹن کا کچھ قصور نہ تھا، وہ محض بے قصور اور صرف سرکار کی ناانصافی سے موقوف ہوئی ہے۔ تمام فوج نہایت رنجیدہ تھی کہ ہم نے سرکار کے ساتھ رفاقتیں کیں، اپنے سر کٹائے، سرکار کو ملک در ملک فتح کر دیئے اور سرکار ہمارے مذہب لینے کے درپے ہوئی اور واجبی بات پر موقوف کر دیا۔ اس وقت کچھ فساد نہ

ہوا کیونکہ فوج پر بجز موقوفی کے اُور کچھ جبر نہ ہوا تھا مگر تمام فوج کے دل میں کچھ تو بسبب یقین ہونے چربی کارتوس میں اور کچھ بسبب رنج موقوفی پلٹن بارک پور کے اور سب سے زیادہ بسبب غرور اور خود بینی اور اِس خیال سے کہ جو کچھ ہیں، ہمیں ہیں، مصمم ارادہ ہوگیا کہ ہم میں سے کوئی بھی کارتوس نہیں کاٹنے کا، اس میں کچھ ہی ہو جائے۔

(اسباب سرکشی ہندوستان، ص ۴۳۔۴۴)

منگل پانڈے کا قصہ

انگریز افسروں پر حملہ

(سپاہی شیخ پلٹو): سپاہی منگل پانڈے چار بجے شام کو کوارٹر گارڈ کے سامنے بندوق اور تلوار زیبِ تن کیے ہوئے انتشار کی کیفیت میں کبھی اِدھر کبھی اُدھر چل پھر رہا تھا۔ اس نے سرخ جیکٹ اور رجمنٹ کی ٹوپی پہن رکھی تھی۔ وہ رجمنٹ کے آدمیوں کو بغاوت پر آمادہ کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ اس کا کہنا تھا کہ ہم لوگوں کو ذبح کرنے کے مقصد سے توپیں اور یورپین پہنچ چکے ہیں۔ کسی نے سارجنٹ میجر کو خبر دی۔ وہ کوارٹر گارڈ کی جانب آیا اور جمعدار سے پوچھا کہ منگل پانڈے کہاں ہے اور اُس نے اسے کیوں نہیں پکڑا؟ منگل پانڈے نے سارجنٹ میجر پر فائر کیا مگر گولی اسے نہ لگی۔ اس نے بندوق دوبارہ بھری۔ یہ دیکھ کر سارجنٹ میجر کوارٹر گارڈ میں بھاگا اور جمعدار سے پوچھا کہ اس نے منگل پانڈے کو گرفتار کیوں نہیں کیا اور ہدایت کی کہ وہ اجینٹن کو بلا کر لائے اور پریڈ گراؤنڈ میں جو کچھ ہوا ہے، اسے بتائے۔ کچھ ہی دیر بعد اجینٹن گھوڑے کی پیٹھ پر سوار کوارٹر میں پہنچ گیا اور پوچھا کہ وہ سپاہی کہاں ہے جس نے بندوق بھری ہوئی ہے اور اس نے اس پر قابو کیوں نہیں پایا؟ جمعدار نے اسے نہیں بتایا کہ وہ کہاں ہے لیکن میں نے اس کی نشاندہی کر دی۔ اس وقت منگل پانڈے کوارٹر گارڈ کے سامنے تھوڑے سے فاصلے پر کھڑا تھا۔ جیسے ہی میں بولا، منگل پانڈے نے اجینٹن پر فائر کر دیا جس سے اس کا گھوڑا زخمی ہو گیا اور وہ نیچے گر گیا۔ میں نے اجینٹن کو گھوڑے سے الگ کرنے میں اس کی مدد کی۔ تب اجینٹن نے اپنے پستول دان سے ایک پستول نکالا اور کہا کہ وہ آدمی مجھے ہلاک کر دے گا، وہ دوبارہ بندوق بھر رہا ہے۔ میں نے اسے کہا کہ آپ کو ہلاک کرنے کی اجازت نہیں دی جائے گی کیونکہ میں آپ کے ساتھ ہوں۔

تب اجیٹن اپنے ہاتھ میں پستول تھامے منگل پانڈے کی جانب دوڑا جس نے اسے دیکھتے ہوئے بھی بندوق بھرنے کا عمل جاری رکھا مگر پیچھے ہٹنے لگا۔ سارجنٹ میجر اور میں، جس قدر تیز ہم سے ہوسکا، اجیٹن کے پیچھے گئے۔ تقریباً بیس قدم دُور اجیٹن نے منگل پانڈے پر گولی چلائی لیکن نشانہ خطا ہوا۔ جب اجیٹن اس کے پاس پہنچ گیا تو منگل پانڈے نے اپنی تلوار کھینچی اور اسے شدید زخمی کر دیا۔ اسی وقت سارجنٹ میجر آ گیا اور وہ بھی بُری طرح زخمی ہوگیا۔ منگل پانڈے اجیٹن کا تعاقب کرنے لگا کہ میں پہنچ گیا۔ میں نے منگل پانڈے کو روکنے کے لئے اپنے بازہ پھیلائے اور کہا کہ باز آ جاؤ اور اجیٹن کو مت مارو۔ اس نے اجیٹن کی گردن پر مُکا لہرایا جو میں نے اپنے دائیں ہاتھ پر روکا۔ پھر میں نے اپنا بایاں بازو اُس کی کمر کے گرد ڈال کر اسے جکڑ لیا۔ تب اجیٹن اور سارجنٹ میجر چلے گئے۔ تب میں نے کوارٹر گارڈ کو پکارا کہ وہ آئیں اور منگل پانڈے کو قیدی بنالیں۔ میں نے گارڈ کی فرسٹ کمپنی کے کمانڈر جمعدار ایشوری پانڈے سے کہا کہ وہ چار آدمی بھیجے اور اسے لے جائے۔ میں نے اسے پکڑے رکھا اور اسے کسی اور کو زخمی کرنے کی اجازت نہیں دی۔ وہ نہیں آئے بلکہ مجھے گالیاں دیں۔ یہی کچھ جمعدار نے بھی کیا۔ انہوں نے کہا کہ اگر تم نے منگل پانڈے کو جانے نہیں دیا تو ہم تمہیں گولی مار دیں گے۔ زخمی ہونے کی وجہ سے میں اسے چھوڑنے پر مجبور ہوگیا۔ جب میں منگل پانڈے کو جکڑے ہوئے تھا تو کوارٹر گارڈ کے کئی آدمی اجیٹن اور سارجنٹ میجر کے تعاقب میں گئے اور انہیں اپنی بندوقوں کے بٹ مارتے رہے۔ اس وقت کوارٹر گارڈ کی جانب سے ایک فائر ہوا مگر میں نہیں بتا سکتا کہ کس نے کیا۔

(Annals of the Indian Rebellion, p.12-13)

پانڈے کے ایکشن پر افراتفری

(میجر جنرل ہیئرسی): گزشتہ ۹ / مارچ کی شام پانچ بج کر دس منٹ پر میرا ایک اردلی، جو ۳۴ ویں رجمنٹ کا سپاہی ہے اور میرے کوارٹرز میں ڈیوٹی پر تھا، میرے گھر کی غلام گردش کی طرف دوڑتا ہوا آیا اور اطلاع دی کہ بریگیڈ کے تمام سپاہی اپنی پریڈ سے باہر نکل رہے ہیں اور چھاؤنی کے تمام حصوں سے اس طرف بھاگ رہے ہیں۔ میں نے فوری طور پر اپنے گھوڑے پر زین کسنے کا حکم دیا، وردی پہنی اور اپنے بیٹے کو ہدایت کی کہ وہ میرے ریوالوروں کو بھر کر زین کے پستول دانوں میں رکھ دے...... اتنے میں ۳۴ ویں رجمنٹ کا لیفٹیننٹ اور اجیٹن باول گھوڑے پر سوار میرے کوارٹرز میں پہنچا۔ اس کے ہاتھ اور کپڑے خون آلود تھے۔ اس نے مجھے بتایا کہ ۳۴ ویں رجمنٹ کی پریڈ پر اُس رجمنٹ کے

لیفٹیننٹ اور اجیٹن باگھ پر فائر کیا گیا ہے اور اس کے گھوڑے کو گولی لگی ہے، اور یہ کہ ایک سپاہی نے اجیٹن لیفٹیننٹ باگھ کے علاوہ اسی کور کے سارجنٹ میجر ٹی۔ ہیوسن کو زخمی کر ڈالا ہے۔ اس کے بعد ۴۳ ویں رجمنٹ کے میجر میتھیوز، جو اُس ہفتے کے فیلڈ افسر تھے، آئے اور بتایا کہ بریگیڈ کے تمام آدمی اپنی بیلز آف آرمز کے بالمقابل اکٹھے ہو گئے ہیں۔ میں نے اس سے پوچھا کہ کیا باغیوں کو پکڑنے یا انہیں گولی مار دینے کی کوئی کوشش نہیں کی گئی؟ میجر میتھیوز نے جواب دیا کہ ۳۰ ویں رجمنٹ کے لیفٹیننٹ کرنل وہیلر اور لیفٹیننٹ اجیٹن ڈریوری اس رجمنٹ کی کوارٹر گارڈ کی جانب گئے ہیں تاکہ اس کے ساتھ مل کر پاگل شخص کو پکڑیں۔ میں نے اسے کہا کہ فوراً جائے اور اگر باغی سپاہی پکڑے جانے میں مزاحمت کرے تو اسے میری طرف سے گولی مار دینے کا حکم ہے (اب مجھے بتایا گیا ہے کہ لیفٹیننٹ کرنل وہیلر جمعدار ایشوری پانڈے یا گارڈ کے آدمیوں کو اپنے حکم کی تعمیل کے لئے آمادہ نہیں کر سکا تھا)۔ پھر میں اپنے گھوڑے پر سوار ہوا اور اپنے دو بیٹوں، ۳۰ ویں رجمنٹ کے کیپٹن جون ہیرسی اور ۵۹ ویں رجمنٹ کے لیفٹیننٹ اینڈریو ہیرسی (جو میڈیکل سرٹیفکیٹ کے تحت اپنی رجمنٹ سے رخصت پر میرے ساتھ مقیم ہے) کے ساتھ اس قدر تیزی کے ساتھ جتنے کہ ہمارے گھوڑے ہمیں لے جا سکتے تھے، ۳۴ ویں رجمنٹ کی پریڈ گراؤنڈ میں گئے۔ اسسٹنٹ اجیٹن جنرل میجر راس میری آمد سے ذرا ہی پہلے وہاں پہنچ چکے تھے۔ میں نے بیلز آف آرمز کے سامنے کے تمام حصے میں بغیر وردی اور غیر مسلح سپاہیوں کا ہجوم دیکھا۔ ۴۳ ویں رجمنٹ کے دیسی افسران کے ساتھ تھے اور انہیں قواعد میں لانے کی جدوجہد کر رہے تھے۔ ۳۴ ویں رجمنٹ کے آدمی بھی غیر مسلح حالت میں دائیں جانب اور اپنے کوارٹر گارڈ کے پچھلی جانب نکل کر کھڑے تھے۔

Annals of the Indian Rebellion, p.13-14

ناکام ایکشن اور خودکشی کی کوشش کے بعد گرفتاری

(میجر جنرل ہیرسی): میں نے میجر راس سے دریافت کیا کہ معاملہ کیا ہے؟ بریگیڈیئر گرانٹ، میجر میتھیوز اور دوسرے بہت سے افسر جو وہاں کھڑے تھے (جن میں سے چند گھوڑوں پر سوار تھے) انہوں نے جواب دیا کہ ۳۴ ویں رجمنٹ کے ایک سپاہی، جو بریگیڈ کے آدمیوں کو پکار رہا تھا کہ وہ اس کے ساتھ شریک ہوں اور اپنے دھرم اور جاتی کے لئے مر جائیں، اس نے لیفٹیننٹ باگھ اور اس رجمنٹ کے سارجنٹ میجر کو زخمی کر ڈالا ہے۔ وہ بآواز بلند سپاہیوں سے مخاطب تھا [illegible]

برانگیختہ کیا تھا اور اب (ایک گالی کے ساتھ) تم میرے ساتھ شریک نہیں ہوتے؟'' اس آدمی کو دیکھ کر میں فوراً ۳۴ویں رجمنٹ کی کوارٹر گارڈ کی جانب سوار ہوا اور دیکھا کہ جمعدار ایشوری پانڈے اور دوسرے دس بارہ آدمی وہاں کوارٹر گارڈ ہاؤس کے سامنے نکل کر کھڑے تھے۔ میرے دونوں بیٹے اور میجر راس میرے ہمراہ گئے۔ میں نے ایک افسر کو دیکھا جو مجھے چلّا کر یہ کہہ رہا تھا کہ باغی سپاہی کی بندوق بھری ہوئی ہے۔ میں نے جواب دیا کہ ''بھاڑ میں جائے اس کی بندوق'' اور جمعدار اور اس کی گارڈ سے کہا کہ وہ میرے پیچھے آئیں۔ جہاں تک میں سمجھا، جمعدار نے کہا کہ آدمیوں کی بندوقیں بھری ہوئی ہیں مگر مجھے اب بتایا گیا ہے کہ اس کا جواب تھا کہ اس (باغی) کی بندوق بھری ہوئی ہے اور وہ ہمیں گولی مار دے گا۔ میں نے اپنے ریوالور کو جھٹکا دے کر اس کا رُخ اس کی جانب کرتے ہوئے سختی کے ساتھ اپنے احکامات کو دہرایا۔ جمعدار نے ترچھی نظروں سے میری طرف دیکھا اور جواب دیا کہ گارڈ کے آدمی اپنی بندوقوں پر ٹوپیاں چڑھا رہے ہیں۔ میں نے تحکمانہ انداز میں قطعی طور پر حکم دیا کہ ''جلدی کرو اور میرے پیچھے آؤ'' اور تیزی کے ساتھ سامنے باغی کی جانب چلا۔ گارڈ گھوڑے پر سوار اور اپنے ریوالور سے مسلح میرے ایڈی کانگ کے پیچھے جمعدار کے ساتھ چلی۔ میرا دوسرا بیٹا بھی دیسی افسر کے قریب مسلح حالت میں تھا۔ میجر راس میرے پیچھے پیچھے تھا۔ جونہی ہم باغی کے نزدیک پہنچے تو ہم نے ذرا تیزی اختیار کی۔ میرے بیٹے کیپٹن ہیرسی نے مجھے پکارا کہ ''ابو، غور سے دیکھیں، باغی آپ پر نشانہ تان رہا ہے۔'' میں نے جواب دیا کہ ''جون، اگر میں گر جاؤں تو تم فوری طور پر اسے جالینا اور ہلاک کر ڈالنا۔'' اس کے فوراً بعد باغی منگل پانڈے نے اپنی بندوق چلائی۔ گارڈ نے گولی کی سنسناہٹ سنی اور ماسوائے تین آدمیوں کے تمام گارڈ والے ظاہراً اس سے بچنے کے لئے جھک گئے۔ معلوم ہوا کہ باغی نے اپنا ذہن اچانک تبدیل کر لیا تھا۔ میرا خیال ہے کہ اس نے یہ دیکھا کہ اب بچ نکلنے کا کوئی راستہ نہیں ہے کیونکہ افسروں کا ایک جتھہ وہاں شریک ہو چکا تھا یا مسلح ہو کر آ رہا تھا۔ گارڈ کے بائیں سرے کی پشت کے قریب اس نے بندوق کی نالی کا منہ اپنی ہی چھاتی کی جانب کرتے ہوئے جلدی سے ٹریگر کو اپنے پاؤں کی انگلی کے ساتھ دبا دیا...... وہ منہ کے بل گر گیا۔ ہم فوراً اس پر پل پڑے اور گارڈ کے آدمی پکارے کہ اس نے خود کو گولی مار لی ہے۔ گارڈ کے ایک سکھ سپاہی نے اس کے نیچے سے اس کی خونی تلوار نکالی کیونکہ گرتے ہوئے تلوار کا کچھ حصہ اس کے جسم سے ڈھک گیا تھا۔ اس کی رجمنٹ کی جیکٹ اور کپڑوں کو آگ لگی ہوئی تھی اور ان میں سے دھواں نکل رہا تھا۔ میں نے جمعدار اور سپاہیوں کو آگ بجھانے کا حکم دیا۔ انہوں نے تعمیل کی۔ باغی سپاہی کپکپاہٹ کے ساتھ الٹ پلٹ ہو رہا تھا، اس لئے یہ خیال کرتے

ہوئے کہ وہ مر رہا ہے، میں نے بریگیڈیر گرانٹ کو، جو وہاں پیدل آ چکا تھا، ہدایت دی کہ وہ ان افسروں میں سے، جو وہاں جمع تھے، ایک تحقیقاتی کورٹ قائم کرے۔ ڈاکٹر ہچنسن کی وہاں موجودگی کے باعث جلد ہی یہ معلوم ہو گیا کہ زخم اگر چہ شدید ہے لیکن سطحی ہے۔ پس اس شخص کو طبی علاج کے لئے ۳۴ویں رجمنٹ کے ہسپتال میں پہنچا دیا گیا۔ اسے ہتھکڑی پہنائی گئی اور اس پر ایک گارڈ بٹھا دی گئی۔ میں اپنے کوارٹرز میں جانے سے قبل ۴۳ویں رجمنٹ کے سپاہیوں کے درمیان گیا اور انہیں دوبارہ یقین دلایا کہ جب تک وہ میری کمان میں ہیں، کسی بھی شخص کو اجازت نہیں دی جائے گی کہ وہ ان کے دھرم اور جاتی میں مداخلت کرے۔ پھر میں میجر راس اور اپنے دونوں بیٹوں کے ہمراہ باغی منگل پانڈے کی ۳۴ویں رجمنٹ کے سپاہیوں کے مجمع میں گیا اور انہیں بھی دوبارہ یقین دہانی کرائی۔ میں نے انہیں کہا کہ اپنے ساتھی سپاہی منگل پانڈے کو قاتلانہ رویہ اختیار کرنے کی اجازت دے کر انہوں نے اپنی ڈیوٹی سرانجام نہیں دی۔ انہوں نے بیک آواز جواب دیا کہ وہ پاگل ہے، اس نے حد سے زیادہ بھنگ پی رکھی ہے۔ میں نے کہا کہ کیا تم اسے قابو نہیں کر سکتے تھے؟ اگر وہ مزاحمت کرتا تو تم اسے گولی مار سکتے تھے یا غیر مسلح کر سکتے تھے۔ کیا تم نے ایک پاگل ہاتھی یا پاگل کتے کے ساتھ ایسا نہ کیا ہوتا؟ اور ایک ہاتھی یا کتے کے مقابلے میں اس شخص کے خطرناک پاگل پن میں کیا فرق تھا؟ انہوں نے کہا کہ اس نے اپنی بندوق بھری ہوئی تھی۔ میں بولا، ''کیا کہا؟ کیا تم بھری ہوئی بندوق سے ڈرتے ہو؟'' انہوں نے سکوت اختیار کیا۔ میں نے انہیں خاموشی کے ساتھ اپنے کوارٹرز میں چلے جانے کا حکم دیا اور وہ اسے بجالاتے ہوئے فوراً چلے گئے۔

(Annals of the Indian Rebellion, p.14-16)

پھانسی کی سزا اور اُس پر عمل درآمد

بدھ ۸؍اپریل کی صبح ۳۴ویں رجمنٹ کے سپاہی منگل پانڈے کو، جس نے اپنی رجمنٹ کے سارجنٹ میجر کے علاوہ اسی کور کے اجیٹن لیفٹیننٹ باگھ کو زخمی کیا اور کورٹ مارشل میں باغیانہ رویے کا مجرم پایا گیا تھا، بارک پور کی پریڈ گراؤنڈ میں گن فائر کے فوری بعد پھانسی دے دی گئی۔

(Annals of the Indian Rebellion, p.17)

میرٹھ میں سپاہ کو سزائیں

سپاہ کا کارتوس وصول کرنے سے انکار اور اُس پر ردِّ عمل

(کرنل جی۔سی۔سمائتھ): میں (مارچ کے) مہینے کے آخر میں نئے گھوڑوں کی خریداری کی ایک کمیٹی کے پریزیڈنٹ کی حیثیت میں ہردوار کے میلے میں گیا اور جب ہم وہاں پر تھے تو ہم نے ۱۹ویں رجمنٹ میں کارتوسوں کے معاملے میں اضطراب کے متعلق سنا۔ میلہ ختم ہونے کے بعد میں چند ایام کے لئے مسوری چلا گیا اور وہاں معلوم ہوا کہ انبالے میں کیا کچھ ہو رہا ہے۔ پہاڑوں پر مجھے ایک دوست نے مطلع کیا کہ سپاہیوں کی ایک پارٹی سے اس کی ملاقات ہوئی جنہوں نے اس معاملے کے متعلق بتایا جو ۱۹ویں رجمنٹ میں واقع ہوا تھا اور نہ صرف اس رجمنٹ کی حمایت میں اپنی رائے کا اظہار کیا بلکہ یہ بیان کیا کہ وہ بھی بغاوت میں شریک ہوں گے اور یہ کہ وہ جانتے ہیں کہ ساری فوج بغاوت کر دے گی۔ اس پر میں نے جو کچھ سنا، اس سے کمانڈر انچیف کے ملٹری سیکرٹری کو تحریری اطلاع دی اور یہ جان کر کہ ایک حکم جاری ہو چکا ہے کہ اب فوجی دانتوں سے کاٹے بغیر کارتوس بھریں گے اور یہ خیال کرتے ہوئے کہ وہ اس کے متعلق سن کر بہت خوش ہوں گے، میں نے میرٹھ میں واپسی پر ۲۳/اپریل کو پریڈ منعقد کرنے کا حکم دیا اور چاہا کہ حوالدار میجر اور اس کا اردلی ایک قرابین اور کچھ سادہ بارود کے ساتھ دن کے وقت میرے پاس آئیں تا کہ وہ دیکھ سکیں کہ اسے کیسے استعمال کیا جائے گا۔ چنانچہ وہ آئے اور حولدار میجر کے اردلی نے قرابین سے دو مرتبہ فائر کیا، مگر اسی رات اس کا مکان اور میگزین کے پاس واقع گھوڑا ہسپتال جلا دیئے گئے۔ رات کو تقریباً دس بجے مجھے بتایا گیا کہ سپاہیوں کے دستہ اوّل نے اپنے کارتوس وصول کرنے سے انکار کر دیا ہے۔ میرے ایک افسر کیپٹن کریگی نے اجیٹن کو پُرزور الفاظ میں تحریر کیا کہ مجھے پریڈ ملتوی کرنے کی تاکید کی جائے۔ اس سلسلے میں کمانڈر انچیف کی جانب سے اس کی سخت سرزنش کی گئی لیکن میں نے ایسا کرنے سے انکار کر دیا۔ جب میں اگلی صبح وہاں گیا تو اجیٹن نے بتایا کہ کسی ایک سپاہی نے بھی اپنے کارتوس وصول نہیں کئے۔ میں نے اس امر کو نظر انداز کیا لیکن انہیں واضح کیا کہ میں نے پریڈ کا حکم کیوں دیا تھا۔ پھر حوالدار میجر سے کہا کہ وہ انہیں دکھائے کہ وہ کارتوسوں کو دانتوں سے کاٹے بغیر بندوقیں کیسے بھریں گے۔ اس نے ایسا ہی کیا اور ایک فائر بھی کیا۔ پھر میں نے

آدمیوں کو کارتوس تقسیم کرنے کا حکم دیا مگر ماسوائے پانچ نان کمیشنڈ افسروں کے، تمام نے یہ کہہ کر لینے سے انکار کر دیا کہ اگر انہوں نے یہ استعمال کیئے تو وہ بدنام ہوں گے، البتہ اگر تمام لوگ لیں گے تو وہ بھی ایسا کریں گے۔ تب میں نے پریڈ برخاست کر دی۔ میں نے اسٹیشن کے افسر کمانڈر کو تحریری طور پر اور ڈویژن کے کمانڈر جنرل کو مل کر حالات سے آگاہ کیا۔ فوراً ہی ایک تحقیقاتی کورٹ کے قیام کا حکم دے دیا گیا۔ ۸۵ آدمیوں کو ڈیوٹی سے الگ کر دیا گیا اور انہیں ہیڈ کوارٹرز سے احکامات کی آمد تک اپنی لائنز میں رہنے کی ہدایت کی گئی۔ انہیں ایک خالی ہسپتال میں تھرڈ کیولری کی ایک گارڈ کی نگرانی میں محبوس کر دیا گیا۔ ان پر مقدمہ قائم ہوا اور قصوروار ٹھہرائے گئے۔ انہیں دس دس سال قیدِ بامشقت کی سزا سنائی گئی اور اُن پر قرابینچیوں کی ایک گارڈ تعینات کر دی گئی۔ ہفتہ ۹ مارچ کو انہیں یورپین پریڈ گراؤنڈ میں لے جایا گیا اور اسٹیشن کے تمام یورپین اور دیسی فوجی دستوں کے سامنے انہیں زنجیریں پہنادی گئیں۔ ۶۰ ویں رائفلز کی ایک کمپنی انہیں جیل لے گئی اور سول حکام کے حوالے کر دیا۔ بلاشبہ یہ عمل بغاوت کا سبب بنا......

(Annals of the Indian Rebellion, p.23-24)

بیدردانہ سزا کا نتیجہ

(لارڈ کیننگ وائسرائے ہند): گورنمنٹ کی معتدل پالیسی پر حرف گیری کرنا اور اُسے غدر کے پھوٹنے کی بنا قرار دینا درست نہیں بلکہ درحقیقت اس آگ کا محرک وہ بیدردانہ سزا کا حکم ہے جو نہایت ہی ذلیل طریق سے میرٹھ کی چھاؤنی میں صادر کیا گیا تھا۔

(بحوالہ ''انقلاب ۱۸۵۷ء کی تصویر کا دوسرا رخ'' ص ۴۷)

(سرسیّد احمد خاں): میرٹھ میں سپاہ کو بہت سخت سزا دی گئی جس کو ہر ایک عقلمند بہت برا اور ناپسند جانتا ہے۔ اس سزا کا رنج جو کچھ فوج کے دل پر گزرا، بیان سے باہر ہے۔ وہ اپنے تمغوں کو یاد کرتے تھے اور بجائے اس کے بیڑیوں اور ہتھکڑیوں کو پہنے ہوئے دیکھ کر روتے تھے۔ وہ اپنی وفاداریوں کا خیال کرتے تھے اور پھر اس کے صلہ میں جو اُن کو انعام ملا تھا، دیکھتے تھے۔ اور علاوہ اس کے اُن کا بے انتہا غرور، جو اُن کے سر میں تھا اور جس کے سبب وہ اپنے تئیں ایک بہت ہی بڑا سمجھتے تھے، ان کو زیادہ رنج دیتا تھا۔ پھر سب فوج مقیم میرٹھ کو یقین ہو گیا کہ یا ہم کو کارتوس کا ٹنا پڑے گا یا یہی ان نصیب ہوگا۔ اُسی رنج اور غصہ کی حالت میں دسویں مئی کو فوج سے وہ حرکت سرزد ہوئی کہ شاید اس کا نظیر بھی کسی

تاریخ میں نہیں ملنے کا۔ اس فوج کو کیا چارہ رہا تھا اس حرکت کے بعد، بجز اس کے کہ جہاں تک ہو سکے، مفسدے پورے کرے۔ (اسباب سرکشی ہندوستان، ص۴۴)

میرٹھ میں ۱۰ رمئی کی کارروائی

(۱۱ویں رجمنٹ کے ایک افسر کی زبانی): تقریباً پانچ بجے شام ۲۰ویں رجمنٹ اور تھرڈ لائٹ کیولری اپنی لائنز سے مسلح اور غضبناک حالت میں نکلیں۔ اوّل الذکر رجمنٹ اپنی بندوقوں سے فائرنگ کرتے ہوئے ۱۱ویں رجمنٹ کے پاس پہنچ رہے تھے اور انہیں پکار رہے تھے کہ وہ مسلح ہو کر آئیں اور اُن کے ساتھ شریک ہوں۔ میرا خیال ہے کہ ۱۱ویں رجمنٹ نے پہلے نامعلوم وجوہ کی بنا پر پس و پیش کی لیکن بعد میں وہ بھی اسلحہ کے ساتھ باہر نکل آئے۔ باغیانہ جذبات میں سخت اشتعال پیدا ہو گیا۔ اس وقت ۱۱ویں رجمنٹ کے کرنل فنس اور متعدد دیگر افسر پریڈ گراؤنڈ میں آئے اور سپاہ کو ٹھنڈا کرنے اور انہیں قواعد میں لانے کے لئے پُر جوش انداز میں مخاطب ہوئے۔ اس وقت ۲۰ویں رجمنٹ کی طرف سے ایک گولی چلائی گئی جس سے کرنل کا گھوڑا زخمی ہو گیا۔ اس پر انہوں نے محسوس کیا کہ جتنا وہ سمجھ رہے تھے، معاملہ اس سے کہیں زیادہ گمبھیر ہے۔ ان کے ایک افسر نے انہیں کہا کہ وہ بریگیڈ میجر کے پاس جائیں، اُسے مدد کے لئے کہیں اور خطرے کا سائرن دیں۔ انہوں نے اس رائے کو قبول کیا۔ یہ آخری وقت تھا کہ کسی یورپین آنکھ نے انہیں زندہ دیکھا تھا کیونکہ اس کے فوراً بعد ۲۰ویں رجمنٹ کے ایک سپاہی نے ان کی پشت پر گولی داغ دی۔ وہ گھوڑے پر سے گر گئے اور انہیں حقیقتاً گولیوں سے چھلنی کر دیا گیا۔ اس وقت ۱۱ویں رجمنٹ کے دوسرے افسروں نے یہ دیکھا کہ باغیوں کے درمیان ان کی موجودگی بیکار ہے اور تمام اطراف سے چلتی ہوئی گولیاں ان کے پاس سے گزر رہی ہیں۔ انہوں نے وہاں سے پسپائی اختیار کی اور اپنی سلامتی کے لئے زیادہ تر قرابینیوں کی لائنز کی جانب چلے گئے۔

(Annals of the Indian Rebellion, p.26)

(مسز گریٹ ہیڈ): ہم نے ۹ رمئی کی شام کو کرنل کسٹینس کے ہاں کھانا کھایا۔ گفتگو کے دوران میں نے ایک سنی ہوئی بات کا ذکر کیا کہ شہر میں ایسے اشتہارات دیکھے گئے ہیں جن میں تمام سچے مسلمانوں سے کہا گیا ہے کہ وہ اُٹھ کھڑے ہوں اور انگریزوں کو ذبح کر دیں۔ ہم نے اس دھمکی پر یقین نہیں کیا۔ افسوس کہ ایک بہادر افسر کرنل فنس، جو ہمارے ساتھ میز پر بیٹھا ہوا تھا، چوبیس گھنٹے کے اندر غضبناک سپاہ کا پہلا شکار بن گیا۔

اتوار ۱۰ ارمئی کی صبح امن اور مسرت کی کیفیت میں طلوع ہوئی۔ چھاؤنی کے گرجا میں علی الصبح کی عبادت میں بہت لوگ یکجا جمع ہوئے...... دن خوش وخرم گزر گیا...... ہم شام کی عبادت کے لئے جانے لگے تھے کہ دیسی رجمنٹ کی پریڈ گراؤنڈ میں ہنگامہ شروع ہوگیا۔ گولیوں کی آوازیں اور دھوئیں کے بادل بتلا رہے تھے کہ کیا ہو رہا ہے۔ ہمارے ملازم ہمیں التجا کر رہے تھے کہ ہم سامنے نہ آئیں۔ چونکہ ہجوم نزدیک آ رہا تھا، اس لئے وہ دروازے بند کرنے پر اصرار کر رہے تھے۔ مسٹر گریٹ ہیڈ اپنا اسلحہ لوڈ کرنے کے بعد مجھے مکان کی بالائی منزل کے چبوترے پر لے گئے۔ ہماری دو ہم وطن عورتوں نے بھی باغیوں کی گولیوں سے بچنے کے لئے ہمارے ساتھ پناہ لی۔ عین اس وقت تھرڈ کیولری کے مسٹر گف پوری رفتار سے گھوڑا دوڑاتے ہوئے مکان کی طرف آئے۔ ان کا باغی دستوں سے ٹکراؤ ہوگیا تھا اور وہ ہمیں خطرے سے آگاہ کرنے کے لئے تمام اطراف کی جانب فائر کرتے ہوئے آ رہے تھے۔ افغان سالار جان فشن کا بھتیجا بھی اس مقصد کے لئے آیا اور مجھے یہ کہتے ہوئے دکھ ہوتا ہے کہ ایک سپاہی نے اسے زخمی کر ڈالا تھا۔

بڑھتے ہوئے شور وغل، گہرے ہوتے ہوئے دھوئیں اور چاروں طرف ہونے والی فائرنگ نے ہمیں اس ضرورت کا احساس دلایا کہ جس قدر ممکن ہو سکے، ہم اپنی حفاظت کا مستحکم انتظام کریں۔ ہماری گارڈ کے آدمیوں کو نیچے متعین کر دیا گیا تھا۔ اندھیرا چھا جانے کے بعد باغیوں کا ایک دستہ تیزی کے ساتھ گراؤنڈ میں داخل ہوا۔ انہوں نے گارڈ کو پسپا کر دیا اور مکان کے دروازے توڑ کر اُسے آگ لگا دی۔ ہم چار سُو توڑ پھوڑ اور لوٹ مار کے ساتھ خود پر گالی گلوچ کی بلند آوازیں سن رہے تھے۔ ایک دو مرتبہ ایسے محسوس ہوا کہ وہ سیڑھیاں چڑھ رہے ہیں مگر کوئی اوپر نہیں آیا۔ ہم اپنے ملازمین کی وفاداری کے انتہائی ممنون ہیں کہ اگر اُن میں سے ایک بھی دغابازی کا ثبوت دیتا تو ہماری جانیں قربان ہو چکی ہوتیں۔

تھوڑی دیر کے بعد آگ کے شعلے بلند ہو گئے اور دھواں ناقابل برداشت ہونے لگا۔ یہ آگ ہماری تباہی کا سبب بننے ہی والی تھی کہ ہم نے اپنے ایک ملازم کی آواز سنی جو ہمیں نیچے آ جانے کو کہہ رہا تھا۔ خطرات کا سامنا کرتے ہوئے ہم نیچے اُتر گئے۔ ہمارے وفادار ملازم گلاب خاں نے ہمیں بڑھتے ہوئے شعلوں کے درمیان پُر خطر کیفیت میں دیکھا۔ ایک ایک لمحہ قیمتی تھا۔ اپنی مخصوص حاضر دماغی اور تیز فہمی کی بدولت اچانک اس نے ایک منصوبہ سوچا جس سے کہ سپاہ کے ہجوم کو پرے دھکیل دیا جائے۔ وہ لوگ اس تمام لوٹ مار کے بعد اپنی توقعات پوری ہو جانے پر ہمیں تلاش کرنے کے لئے ہر لحہ بہت

بے قرار ہو رہے تھے۔گلاب خاں بڑی دلیری کے ساتھ ان کے پاس گیا،خود کو اُن کا ہم خیال ظاہر کرتے ہوئے ان کا اعتماد حاصل کیا اور ہمیں ان کے حوالے کر دینے پر رضامندی کا اظہار کیا۔اس نے انہیں یقین دلایا کہ ان کے لئے مکان کے اندر تلاشی کے لئے جانا بیکار ہوگا،اور یہ کہ اگر وہ تمام اس کے پیچھے آئیں تو وہ انہیں سوکھی گھاس کے اس ڈھیر تک لے جائے گا جہاں ہمیں چھپا دیا گیا ہے۔

منصوبہ کامیاب ہوا۔اس نے جو کچھ کہا،اسے سچ جانتے ہوئے ان لوگوں کو اس قدر یقین ہو گیا کہ کوئی آدمی پیچھے نہیں رہ گیا۔اس وقفے میں ہم بحفاظت نیچے اُتر آئے۔مکان کے نزدیک کوئی بشر دکھائی نہیں دے رہا تھا مگر ہمارے پاس فقط اتنا ہی وقت تھا کہ ہم بچ کر باغ میں چلے جاتے۔اتنے میں باغی ہجوم، جسے پتہ چل گیا کہ ان کے ساتھ دھوکہ ہوا ہے، پہلے سے کہیں زیادہ پاگل پن کے ساتھ پلٹا۔ اب گلاب خاں کے ساتھ ہماری اپنی جانیں بھی خطرے میں تھیں مگر خوش قسمتی سے ہم بال بال بچ گئے۔ ہمارے اُترنے کے چند منٹ بعد مکان ایک دھماکے کے ساتھ نیچے آ رہا اور ہم نے اپنی سلامتی پر خدائے رحیم کا شکر ادا کیا۔

(Annals of Indian Rebellion, p.30-31)

دہلی میں بغاوت کا آغاز

انگریزوں کے قتلِ عام سے شروعات

جیون لال نے کیا سُنا، کیا دیکھا، کیا کیا؟

۱۱ رمئی کی صبح کو آٹھ اور نو بجے کے درمیان مجھے یہ عجیب و غریب خبر ملی، جو بعد میں تمام شہر میں پھیل گئی کہ کچھ سوار اور پیدل میرٹھ سے یہاں آئے ہیں اور بازاروں کو لوٹ رہے ہیں اور لوگوں کو قتل کر رہے ہیں...... میں اس صبح کو کپتان ڈگلس سے، جو اسسٹنٹ ریزیڈنٹ تھے، ملاقات کرنے گیا ہوا تھا اور آٹھ بجے کے قریب گھر واپس آیا۔ کپتان صاحب قلعہ کی گارڈ کے افسر تھے۔ اسسٹنٹ ریزیڈنٹ کی یہ عادت تھی کہ وہ اپنی اور ریزیڈنٹ کی اطلاع کے لئے قلعہ کے تمام معاملات کے متعلق میری ڈائری کی نقل لے لیا کرتے تھے۔ گھر واپس لوٹنے کے بعد میں دس بجے کچہری جانے کی تیاری میں مصروف تھا اور اپنی پالکی کو تیار رکھنے کا بھی حکم دے چکا تھا کہ قلعہ کے چند محرر میرے مکان پر آئے اور مجھ سے بمنت کہا کہ آپ گھر ہی میں رہیں، اس لئے کہ بازاروں میں سے امن و امان کے ساتھ گزرنا ناممکن ہے

میرے ایک مخبر نے مجھ سے کہا کہ راستہ میں میری ملاقات افسروں سے ہوئی جو مورچوں کی جانب بعجلت تمام جا رہے تھے۔ اس کی بھی اطلاع ملی کہ شہر کے دروازوں کو بند کر دیا گیا ہے اور یہ کہ باہر جانے کا اب کوئی راستہ نہیں رہا۔ یہ اطلاع بھی موصول ہوئی کہ اسپتال کے تمام افسروں کو تہ تیغ کر دیا گیا ہے اور یہ کہ شہر کے بدمعاش لوٹ مار میں مصروف ہیں۔ میں نے اپنے ایک ملازم شلور کو قلعہ میں کپتان ڈگلس کی خدمت میں بھیجا اور یہ معلوم کرایا کہ میرے لئے کیا احکام ہیں۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ واپس آیا اور اطلاع دی کہ قلعہ جانے کا راستہ بند ہے، بہت سے سپاہی بادشاہ کے قلعہ کے سامنے کھڑے ہیں، قلعہ کا دروازہ بند ہے اور بدمعاش آدمی سپاہیوں کو یورپینوں اور مالدار ہندوستانیوں کا اشارہ سے لگ بتا رہے ہیں۔ ہر طرف یورپینوں کو قتل کیا جا رہا ہے اور ان کے مال و اسباب کو لوٹا جا رہا ہے۔ بنک لوٹ ز لر

روپیہ نکال لیا گیا ہے اور اس کے منیجر مسٹر بینفورڈ اور مسٹر اوہارا کو قتل کر دیا گیا ہے۔ باقی یورپین چھپ گئے ہیں۔ کمشنر کے دفتر کے ہیڈ کلرک مسٹر نکسن بھی مارے گئے ہیں اور اُن کی لاش سڑک پر پڑی ہوئی ہے۔ اسسٹنٹ ہیڈ کلرک مسٹر نیل اور مسٹر پلیپ اپنے بچوں سمیت چھپ گئے تھے لیکن سپاہیوں نے ان کی جگہ معلوم کر لی اور ان سب کو قتل کر ڈالا ہے۔ شکور نے یہ بھی بیان کیا کہ کمشنر کی کچہری میں گیا تھا اور مسٹر نکسن کی لاش کو سڑک پر پڑے ہوئے دیکھا۔ ان کو نشانۂ بندوق بنایا گیا تھا...... اس کے بعد یہ خبر ملی کہ مسٹر سمسن فریزر (کمشنر) اور مسٹر ہنڈرسن بچ کر بھاگ نکلے ہیں اور یہ کہ جوائنٹ مجسٹریٹ سر جان مٹکاف اور مسٹر لے باس (جج) بھی بھاگ گئے ہیں لیکن کوئی نہیں کہہ سکتا کہ کہاں ہیں...... اتنے میں ایک آدمی آیا جس نے اطلاع دی کہ بدمعاش آپ کے متعلق یہ کہہ رہے ہیں کہ آپ گورنر جنرل کے ایجنٹ کے میر منشی ہیں اور اس لئے کشتنی اور گردن زنی ہیں...... میرے دل میں یہ خیالات آرہے تھے کہ تو نے برسوں تک انگریزی حکومت کا نمک کھایا اور اس کی فلاح و بہبود کی ہمیشہ دعا مانگی ہے اور یہ کہ اب تیرے لئے اپنے آقاؤں کی خدمت کرنے کا موقع آ گیا ہے۔ اس پر میں نے شکور کو سر جان مٹکاف اور اپنے دیگر مربیوں اور دوستوں کے پاس یہ معلوم کرنے کی غرض سے بھیجا کہ مجھے بتایا جائے کہ میں کس طرح آپ کی خدمت کر سکتا ہوں۔ اس کے ساتھ ہی میں نے چند انگریزوں کے حالات بھی دریافت کرائے جو میرے رفقائے کار تھے اور شہر میں دریا گنج اور کشمیری دروازے کے قریب رہا کرتے تھے...... باغیوں کی کارروائیوں کی خبریں حاصل کرنے کے ارادہ سے میں نے دو برہمنوں، گردھاری مصر اور ہیرا سنگھ مصر، اور دو جاٹوں کی خدمات حاصل کیں۔ ان کا کام یہ تھا کہ وہ شہر کی اور قلعہ کی تمام خبریں مجھے لا کر دیا کریں تا کہ میں سلطنت کے اعلیٰ افسروں کی اطلاع کے لئے سچے واقعات قلمبند کر لیا کروں۔

(جیون لال، ص ۹۱ تا ۹۴)

بارہ بجے کے قریب کچہری کا محرر اور چوکیدار کپتان ڈگلس کے پاس سے آئے اور خبر دی کہ شہر میں افراتفری مچی ہوئی ہے، تمام دکانیں اور مکانات بند ہیں اور لوگ اپنے اپنے گھروں میں خوف کی حالت میں بند بیٹھے ہوئے یاد اللہ کر رہے ہیں۔ اس کے بعد دہلی کے ایجنٹ اور کمشنر مسٹر سائمن فریزر کے بارے میں خبر آئی کہ اٹھنے کے بعد علی الصبح انہیں یہ اطلاع پہنچائی گئی کہ میرٹھ سے مختلف پلٹنوں کے سوار اور پیدل فوج کے سپاہی دہلی پہنچ گئے ہیں اور باقی عنقریب آنے والے ہیں۔ انہوں نے چنگی کے محرر کا بنگلہ جلا دیا ہے اور متعینہ افسر کو گولی مار دی ہے اور اس کی لاش کو ریت پر چھوڑ دیا ہے۔ سپاہیوں کے ارادہ کے متعلق بیان کیا گیا کہ وہ شہر پر قابض ہونا چاہتے ہیں۔ اس وقت مجسٹریٹ شہر مسٹر ہنڈرسن سوار

ہو کر آئے اور کمشنر سے رپورٹ کی اور معاً چھاؤنیوں کی طرف راجپور چلے گئے۔ غالباً ان کا مقصد فوج اور توپخانہ کو طلب کرنا تھا۔ مسٹر فریزر نے بھی اسی وقت اپنی گاڑی تیار کرنے کا حکم دیا اور پھر وہ نواب جھجر کے رسالے کے باڈی گارڈ کو، جسے ہمیشہ رسالدار کی کمان میں کمشنر کے ساتھ رہنے کا حکم تھا، اپنی معیت میں لے کر روانہ ہو گئے۔ انہوں نے اپنے نوکر کو حکم دیا کہ میرا پستول اور تلوار لے کر آ جاؤ۔ وہ کلکتہ دروازہ میں سے ہوتے ہوئے دریائی دمدمہ میں پہنچے۔ وہاں لے باس سیشن جج، کپتان ڈگلس، مسٹر نکسن اور اور لوگ پہلے سے موجود تھے۔ انہوں نے دوربین کی مدد سے دریا کے پاٹ کا اور پل کا نہایت غور سے معائنہ کیا۔ جلتے ہوئے بنگلہ سے شعلے نکل رہے تھے۔ ابھی مشورہ ہو رہا تھا کہ اتنے میں مسٹر ہنڈرسن (مجسٹریٹ) بھی آ پہنچے۔ تھوڑی دیر تک آپس میں بات چیت رہی۔ ہر لحہ ان کی نگاہیں دریا کی طرف اٹھ رہی تھیں، گویا کہ وہ ایک طرف یورپین فوج اور دوسری طرف راجپور کی چھاؤنیوں سے یورپین فوج کی آمد کے منتظر ہیں، لیکن کہیں سے بھی کوئی امداد نہیں آئی۔ اتنے میں دمدمہ کے چند آدمی دوڑے ہوئے آئے اور اطلاع دی کہ باغی فوجیں راج گھاٹ دروازہ سے شہر میں داخل ہو گئی ہیں اور سول سرجن ڈاکٹر چمن لال کو، جو حسب معمول دریا گنج والے اسپتال میں مریضوں کے معائنہ میں مصروف تھے، قتل کر دیا ہے۔ یہ بیان کیا گیا کہ اسپتال کا سارا عملہ بھاگ گیا ہے اور عمارت کو لوٹ لیا گیا ہے۔ یکا یک پانچ سپاہی نمودار ہوئے اور ان افسروں پر بندوقیں چلائیں۔ ایک گولی کپتان ڈگلس کے پاؤں میں لگی۔ مسٹر ہنڈرسن، مسٹر لے باس اور باقی آدمی کچہری کی جانب بھاگ گئے۔ مسٹر فریزر نے دمدمہ میں پناہ لی جہاں ایک سنتری متعین تھا۔ گڑبڑ میں وہ سپاہی دکھائی نہ دیا اور اس کی بندوق پر جھپٹ کر، جسے اس نے اپنی گمٹی میں کھڑا کر دیا تھا، انہوں نے ایک سوار کو نشانہ بنایا جو اپنے گھوڑے سمیت وہیں ڈھیر ہو گیا۔ باقی سوار یہ خوفناک واقعہ اور اپنے ہمراہی کی موت کا نظارہ دیکھ کر سہم گئے اور فرار ہو گئے۔ ممکن ہے کہ انہوں نے یہ خیال کیا ہو کہ وہاں اور بھی یورپین چھپے بیٹھے ہیں۔ اس کے بعد مسٹر فریزر نے اپنے ایک اردلی کو حکم دیا کہ نواب صاحب والیٔ جھجر (عبدالرحمن) کے ایجنٹ درگا پرشاد کے مکان پر جاؤ اور اس سے کہو کہ نواب صاحب کو اس شورش کی فی الفور خبر کر دو اور ان سے دو پیدل پلٹنیں اور سوار بلا تاخیر دہلی بھیجنے کے لئے کہو۔ مسٹر فریزر اپنی گاڑی میں بیٹھ کر قلعہ کی جانب گئے۔ راستہ میں کئی سواروں نے ان پر حملہ کر دیا اور پستول سے فیر کئے۔ انہوں نے جھجر کے اردلیوں کو حملہ آوروں کے قتل کر دینے کا حکم دیا لیکن انہوں نے اس حکم کی تعمیل نہ کی۔ اس پر کمشنر نے انہیں انگریزی میں گالیاں دیں اور گھوڑے کو سرپٹ دوڑاتے ہوئے قلعہ کے لاہوری دروازہ پر پہنچے اور بادشاہ کے ایجنٹ اور مختار کار کو بلوا بھیجا۔ بادشاہ کے وکیل نے آ

جانے پر انہوں نے اس سے کہا کہ بادشاہ کی خدمت میں جاؤ اور کہو کہ اپنی تمام مسلح فوج اور دو توپیں بھیج دیں۔ مسٹر فریزر نے دو پالکیاں بھی طلب کیں تاکہ کپتان ڈگلس کے یہاں جو خواتین مقیم ہیں یعنی جیننگز (پادری کی صاحبزادی) اور مس کلیفورڈ کو ان میں بٹھا کر حفاظت کی غرض سے بیگم صاحب کے یہاں پہنچا دیا جائے۔ پیغام بادشاہ تک پہنچا دیا گیا اور انہوں نے ضروری احکام بھی نافذ کر دیئے لیکن ابتری کا یہ عالم تھا کہ نہ تو گارڈ ہی ملے اور نہ پالکیوں کے لئے تکیے اور کہار ہی دستیاب ہو سکے۔ بادشاہ کے احکام کی کوئی پروانہ کی گئی۔ بات یہ ہے کہ کوئی شخص کسی کا حکم نہ مانتا تھا۔ بادشاہ کے گھرانے کے آدمی بھی بادشاہ کا حکم ماننے سے انکار کر دیتے تھے۔ کمشنر نے تھوڑی دیر تو پالکیوں کا انتظار کیا لیکن یہ دیکھ کر کہ ان کی کوئی نہیں سنتا، انہوں نے کپتان ڈگلس کے مکان کا رخ کیا۔ پھاٹک پر دیسی فوج کا ایک دستہ کھڑا تھا۔ جب مجمع ان کی جانب بڑھا تو انہوں نے اسے دور کھڑے رہنے کا حکم دیا لیکن اس نے حکم نہ مانا۔ مسٹر فریزر نے اس پر لوگوں کو ان کے طرزِ عمل پر ڈانٹا۔ وہ خاموش رہے۔ اس کے بعد مسٹر فریزر کپتان ڈگلس کے کمرے میں داخل ہونے کے لئے سیڑھیوں پر چڑھنے لگے۔ ابھی انہوں نے پہلی سیڑھی پر اپنا قدم رکھا ہی تھا کہ دو بدمعاشوں نے ننگی تلواروں سے ان پر حملہ کر دیا اور انہیں وہیں کے وہیں ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا۔ (جیون لال، ص ۹۴ تا ۹۷)

نو بجے کے قریب خوفناک دھماکہ کی آواز سنائی دی جس کے بعد دیر تک ایسی آوازیں آتی رہیں، گویا کہ بھونچال کے ساتھ گرج کی آواز بھی پیدا ہو رہی ہے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ زمین ہل رہی ہے۔ تمام شہر دہشت زدہ تھا۔ یہ بہت جلد معلوم ہو گیا کہ میگزین پر باغیوں نے حملہ کر دیا ہے اور یہ کہ اس کام میں شہر کے بدمعاش بھی ان کے ساتھ ہیں۔ اس پر افسرِ اعلیٰ نے بارود کو آگ لگا دی اور اسے اڑا دیا۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ بہت سے باغی، بدمعاش آدمی، تماشائی اور شہر کے باشندے قیدِ حیات سے مخلصی پا گئے۔ (جیون لال، ص ۹۸)

معین الدین حسن خاں نے کیا سُنا، کیا دیکھا، کیا کِیا؟

غدر کے زمانہ میں جو کچھ وقوع میں آیا، اس سے میں اچھی طرح واقف ہوں۔ میں پہاڑ گنج کے حلقۂ پولیس کا افسرِ اعلیٰ تھا۔ (خدنگِ غدر..... ص ۴۰)

۱۱ مئی کی صبح کو میں مجسٹریٹ اور کلکٹر مسٹر ہچنسن کی فوجداری عدالت میں کسی مقدمہ کے سلسلہ میں پیروکاری میں مصروف تھا۔ اس کے کچھ دیر بعد جمنا کے پل کے داروغہ بلدیو سنگھ نے آ کر کہا کہ مجھے

اطلاع ملی ہے کہ میرٹھ میں انگریزوں اور دیسی فوجوں میں سخت لڑائی ہوئی ہے اور یہ کہ وہ فوجیں اب سیدھی دہلی آ رہی ہیں اور راستہ میں جتنے یورپین اور عیسائی ملتے ہیں، ان کو قتل کر کے ان کے بنگلوں کو آگ لگا دیتی ہیں۔ باغیوں کے متعلق یہ اطلاع بھی ملی کہ وہ دہلی کے قریب آ گئے ہیں۔ کلکٹر نے فی الفور بلد یو سنگھ کو حکم دیا کہ وہ اپنی جگہ پر چلا جائے اور شہر کا جو دروازہ پل کو جاتا ہے، اس کو بند کروا دینے کا جلد سے جلد انتظام کرے۔ اس کے بعد کلکٹر اپنی بگھی میں بیٹھ کر کمشنر کے مکان پر گیا۔ مسٹر فریزر سو رہے تھے، انہیں جگا کر تمام حالات سنائے...... میں ابھی میرٹھ کے واقعات کے متعلق غور کر رہا تھا کہ اتنے میں مسٹر ہچنسن آ پہنچے۔ مجھے دیکھ کر انہوں نے شہر جانے اور کوتوال کو خبردار رہنے کا حکم دیا اور ساتھ ہی یہ ہدایت کی کہ اس کے بعد تم اپنے تھانہ میں واپس چلے جانا اور امن و امان کے قیام کے لئے مقدور بھر کوشش کرنا۔ ان سے رخصت ہونے کے بعد میں شہر میں سے ہوتا ہوا کوتوال سے ملا اور اسے مجسٹریٹ کے احکام سنا دیئے۔ وہ بھی گھوڑے پر سوار ہو کر کچھ دور میرے ساتھ گئے۔ ان کی یہ رائے تھی کہ شہر میں کامل امن و سکون ہے۔ ابھی ہم جا ہی رہے تھے کہ راج گھاٹ دروازہ کا چوکیدار بھاگتا ہوا آیا اور اس نے خبر دی کہ کچھ دیسی سوار شہر کی فصیل تک پہنچ گئے ہیں اور یہ کہ باقی ماندہ لشکر مجھے دور سے آتا ہوا دکھائی دیا ہے۔ اس نے ایک سوال کے جواب میں کہا کہ دروازے بند کر دیئے گئے ہیں لیکن جس وقت میں وہاں سے چلا ہوں، اس وقت باہر کے لوگ دروازہ کھولنے کے لئے شور مچا رہے تھے۔ کوتوالی سے میں گھوڑے کو سرپٹ دوڑاتا ہوا سیدھا مسٹر ہچنسن کو یہ اطلاع دینے کے لئے گیا کہ باغی راج گھاٹ کے دروازے تک پہنچ گئے ہیں۔ انہوں نے آہستگی سے مجھے اپنے تھانہ میں جانے کے لئے کہا اور چپڑاسیوں میں سے ایک سے پوچھا کہ کسی نے مسٹر لی باس کو دیکھا ہے؟ اور پھر وہ گھوڑے پر سوار ہو کر چل دیئے، گویا کہ وہ مسٹر موصوف کی تلاش میں جا رہے ہیں۔ میں اجمیری دروازے سے ہوتا ہوا پہاڑ گنج پہنچا۔ وہاں پہنچتے ہی میں نے تمام برق اندازوں کو حکم دیا کہ وہ جائیں اور اپنے اپنے ہتھیاروں کا جائزہ لیں۔ میں ابھی اپنے برق اندازوں سے بات چیت کرنے میں مصروف تھا کہ میں نے ایک یورپین سوار کو گھوڑا سرپٹ دوڑاتے ہوئے آتے دیکھا۔ سوار پر نظر پڑتے ہی میں نے پہچان لیا کہ وہ سر تھیوفلس مٹکاف ہیں۔ میں اپنی جگہ سے اٹھا اور ان سے ملنے کے لئے آگے بڑھا اور گارڈ سے سلامی دلوائی۔ سوائے قمیض و پتلون کے وہ اور کچھ پہنے ہوئے نہ تھے۔ میں نے ان سے تمام کیفیت پوچھی۔ انہوں نے جواب دیا کہ "باغی شہر میں گھس آئے ہیں اور تمام یورپین باشندوں کو قتل کر رہے ہیں۔ میں اس گھوڑے پر سوار ہو کر بچ نکلا ہوں اور تمام راستے وہ میرا تعاقب کرتے آئے ہیں۔" اس کے بعد

انہوں نے مجھ سے کہا کہ ''کیا آپ میری مدد کرنے کے لئے تیار ہیں؟'' میں نے جواب دیا کہ ''جو کچھ میرے پاس ہے، وہ آپ ہی کا ہے۔ میں ہر دم خدمت کے لئے تیار ہوں۔'' اس کے بعد وہ اترے اور مجھ سے چند کپڑے مانگے۔ میں انہیں تھانہ میں لے گیا اور کپڑوں کا بکس سامنے رکھ دیا۔ انہوں نے دیسی پوشاک کا ایک جوڑا نکالا اور ایک خاص قسم کی تلوار بھی پسند کی جو عام طور پر ''جری گھاٹ'' کے نام سے مشہور ہے۔ انہوں نے پھر اپنا گھوڑا اس ارادہ سے منگوایا کہ اپنے گھر لوٹ جائیں مگر میں نے بمنت انہیں جانے سے روکا۔ انہوں نے کہا کہ ''میں اپنے سونے کے کمرے میں ایک بکس چھوڑ آیا ہوں جس میں نوٹوں اور سکوں کی شکل میں تیرہ ہزار روپیہ ہے'' اور مجھ سے خواہش کی کہ دو قابلِ اعتماد آدمیوں کو بھیج کر بکس کو منگوا لو۔ میں نے فی الفور کلیان سنگھ محرر اور امراؤ مرزا کو بکس لانے کے لئے بھیج دیا۔

(خدنگِ غدر......ص ۵۴ تا ۵۷)

پھر میں نے سر تھیوفلس سے پوچھا کہ آپ کس طرح بچ کر نکل آئے کیونکہ مجھے تو یہ سارا کھیل ناممکن سا معلوم ہوتا ہے۔ معلوم ہوا کہ وہ کورٹ ہاؤس ذرا دیر سے پہنچے۔ تمام کچہریاں خالی پڑی تھیں اور صرف اسسٹنٹ مجسٹریٹ بیٹھے ہوئے کچھ لکھ رہے تھے۔ ناظر رانی چند داس نے انہیں اطلاع دی کہ خزانہ کے گارڈ کے آدمی آپس میں بات چیت کر رہے تھے کہ سرکار ہمارے مذہب کو بگاڑنا چاہتی ہے اور دیکھا چاہیے کہ اب کیا ہونے والا ہے۔ اس اطلاع کے بعد جمنا کے پل کے داروغہ کی رپورٹ ملی کہ باغی شہر کی طرف نہایت سرعت کے ساتھ بڑھ رہے ہیں بلکہ یہاں تک خبر ملی کہ کچھ فصیلوں تک پہنچ بھی گئے ہیں۔ اس کے بعد وہ اسسٹنٹ مجسٹریٹ کی معیت میں توپ خانہ پہنچے اور وہاں کے چوبیس نجیبون کے گارڈ کو شہر کے دروازوں کی حفاظت کے لئے بھیج دیا۔ ان سپاہیوں نے کہا کہ ہمارے پاس کارتوس نہیں ہیں۔ بہر حال انہیں روانہ کر دیا گیا اور سر تھیوفلس خود کلکتہ دروازہ گئے۔ کوتوال کو، جو اُن کے ہمراہ تھا، کوتوالی کی حفاظت کے لئے چھوڑ کر وہ آگے بڑھ گئے۔ دریا گنج میں انہیں تین سوار ملے جنہوں نے ان پر پستول کے فیر چلائے۔ ان میں سے جب کبھی کوئی بگھی کے قریب آ کر پستول اٹھاتا تو سر تھیوفلس اپنا چابک اس کے منہ پر مارتے۔ شدتِ تکلیف سے ہر سوار کا نشانہ خطا ہو گیا اور وہ سرپٹ دوڑاتے ہوئے آگے نکل گئے، یہاں تک کہ ایک مجمع نے انہیں حملہ آورین سے جدا کر دیا لیکن تھوڑی دیر بعد ہی انہیں دوسرا مجمع ملا جس نے ان کو آگے بڑھنے سے روکا۔ یہ حالت دیکھ کر وہ اپنی بگھی میں سے کود پڑے اور اپنا کوٹ وغیرہ اتار پھینکا اور شہر کی گلیوں میں سے ہوتے ہوئے مدوب داس کے مکان کی طرف نکل گئے۔ راستہ میں ان کی نواب جھجر کے رسالہ کے رسالدار محمد خاں نامی سے مڈبھیڑ ہو گئی۔ انہوں نے اس

شخص سے گھوڑا مانگا مگر اس نے صاف انکار کر دیا۔ اس پر سر تھیوفلس نے اسے ٹانگ سے پکڑ کر زمین پر نیچے کھینچ لیا اور باگ کھینچ کر چوڑی والوں کی طرف سرپٹ دوڑاتے ہوئے نکل گئے۔ یہاں پر سوار اُن کے تعاقب میں آ پہنچے مگر وہ مڑ گئے اور اجمیری دروازے کی راہ پہاڑ گنج پہنچ گئے۔

(خدنگ غدر......ص ۵۷۔۵۸)

جب وہ یہ واقعات بیان کر رہے تھے تو دو سپاہی آئے اور اطلاع دی کہ سر تھیوفلس کے مکان کا راستہ باغیوں نے روک رکھا ہے اور یہ کہ وہ قابو سے باہر ہو گئے ہیں اور قتل و غارت گری پر آمادہ ہیں۔ ان کے چہرے سے اندرونی خوف و ہراس نمایاں تھا لیکن سر تھیوفلس اس بیان سے بالکل متاثر نہیں ہوئے بلکہ یہ کہا کہ میں واپس چھاؤنی میں جانا چاہتا ہوں جہاں فوجیں مقیم تھیں...... وہ سوار ہو گئے اور ہم فراش خانہ کے پل کی طرف روانہ ہو گئے۔ راستہ میں ہمیں باغیوں کی ایک بہت بڑی جماعت لاہوری دروازہ سے نکلتی ہوئی اور ہماری جانب آتی ہوئی دکھائی دی۔ کلیان سنگھ محرر اور امراؤ مرزا سے بھی راستہ میں ملاقات ہوگئی جنہیں سر تھیوفلس مٹکاف کے مکان سے روپیہ کا صندوق لانے کے لئے بھیجا گیا تھا۔ جو کچھ انہوں نے دیکھا، اس سے وہ خوفزدہ تھے۔ انہوں نے بتایا کہ بدمعاشوں نے تمام سڑک پر قبضہ کر لیا ہے۔ وہ اس قدر متوحش تھے کہ اپنا کام کئے بغیر واپس لوٹ آئے وہاں سے ہم قدم شریف کی درگاہ سے ہوتے ہوئے باغ کٹاپی پہنچے جو دہلی سے تین میل کے فاصلے پر واقع ہے سر تھیوفلس دوسرے یورپین افسروں کی طرف سے بہت متفکر اور مشوش تھے اور اس لئے انہوں نے مجھے حکم دیا کہ شہر جاؤ اور جتنے یورپینوں کی جانوں کو بچا سکتے ہو، بچانے کی کوشش کرو لیکن اب کوئی تدبیر کارگر نہ ہو سکتی تھی...... میں پہاڑ گنج کے تھانہ پہنچا۔ مجھ سے پوچھا گیا کہ مجسٹریٹ کہاں ہے؟ میں نے جواب دیا کہ وہ مجھ سے آگے نکل گئے تھے اور مجھے خبر نہیں کہ وہ کہاں گئے۔ پھر میں نے کپڑے بدلے اور خالص ہندوستانی لباس میں ملبوس ہو کر شہر کا رخ کیا۔ دروازۂ شہر کھلا ہوا تھا اور محافظ سپاہی بھی وہاں موجود تھے۔ وہاں سے میں اپنے گھر پہنچا جہاں گھر کے آدمی سہمی ہوئی حالت میں دروازے بند کئے بیٹھے ہوئے تھے۔ پھر میں قلعہ کی جانب گیا اور دیکھا کہ سڑک پر جتنی دکانیں تھیں، وہ سب بند پڑی ہیں۔ ہر چہار طرف شہر میں بدمعاش یورپینوں کے گھروں کے ساز و سامان کو لوٹ کر لے جا رہے تھے۔ جب میں کوتوالی پہنچا تو دیکھا کہ اسے بھی لوٹ لیا گیا ہے، حتیٰ کہ اس کے دروازے تک غائب تھے۔ بظاہر معلوم ہوتا تھا کہ وہاں کوئی شخص نہیں ہے لیکن جب میں نے زور سے آواز دی تو دو سپاہی نظر آئے۔ ان کی زبانی معلوم ہوا کہ جو قیدی سڑکوں پر کام کر رہے تھے انہیں فساد ہوتے ہی اسٹیشن بارکس میں پہنچا دیا گیا ہے۔

تھوڑی دیر کے بعد دو مسلمان سوار گھوڑا دوڑاتے ہوئے آئے اور بلند آواز سے پوچھا کہ ''کیا تم مذہب کے طرفدار ہو یا اس کے خلاف ہو؟'' جس کا کوتوال نے یہ جواب دیا کہ ''ہم سب اپنے مذہب کے حمایتی ہیں۔'' اس کے بعد قیدی لوہار کی دکان میں گئے اور وہاں ایک دوسرے کی زنجیریں کاٹ دیں۔ بعد ازاں دو آدمی اونٹوں پر سوار سبز لباس پہنے ہوئے آئے اور پکار کر کہا کہ ''اے لوگو! مذہب کا ڈنکا بج گیا ہے۔'' میرے مخبر کو یہ بات معلوم نہیں ہو سکی کہ سوار کہاں سے آئے تھے اور گئے کہاں، لیکن شہر کی خوف زدہ آبادی نے انہیں فرشتہ ہی قرار دیا۔ قیدی جب آزاد ہو گئے تو سب سے پہلے انہوں نے جو کام کیا، وہ یہ تھا کہ کوتوالی پر دھاوا بول دیا۔ اس کے دروازے بند کر دیئے گئے تھے لیکن انہوں نے انہیں سپاہیوں کی مدد سے کھول لیا۔ کوتوال نے عقب کی دیوار سے کود کر اپنی جان بچائی اور روشن الدولہ کی مسجد کی جانب چل دیا۔ نائب کوتوال نے بھی اسی طرح اپنی جان بچائی۔ جب جیل کے قیدیوں کو اپنے مقصد میں ناکامی ہوئی تو انہوں نے عمارت کو لوٹ لیا اور جو چیز انہیں مل سکی، اسے تباہ و برباد کر ڈالا۔

(خدنگِ غدر.....ص ۵۸ تا ۶۲)

سر تھیوفلس مٹکاف کے ساتھ آخر کار کیا بیتی؟

...... یہ خیال کر کے کہ شہر کے اس قدر قرب میں رہنے سے خود اُن کی جان اور تھانیدار (معین الدین حسن خاں) کی جان خطرے میں پڑ جائے گی (کیونکہ باغیوں نے شہر میں تمام یورپین باشندوں کا قتلِ عام شروع کر دیا تھا) سر تھیوفلس تھانیدار کی پُر زور درخواست پر چھاؤنی میں واپس جانے سے روک دیئے گئے، اس لئے کہ اس کا نتیجہ سوائے اس کے اَور کچھ نہ نکلتا کہ ان کی جان جاتی رہتی۔ بجائے اس کے انہوں نے معین الدین کی یہ تجویز منظور کر لی کہ قرولی باغ تک انہیں بہ حفاظت تمام پہنچا دیا جائے، جہاں انہیں بھورے خاں نمبردار کے یہاں (جس نے باوجود بھیس بدل لینے کے فی الفور سر تھیوفلس کو پہچان لیا) پناہ مل گئی..... بھورے خاں نے ان کی حفاظت کرنے یا ان کی ضروریات پورا کرنے میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی...... مزید برآں بھورے خاں نے خطرہ کی حالت میں اپنے چند قابلِ اعتماد دوستوں کی امداد کا بھی بندوبست کر لیا تھا۔ ان میں دو راجپوت تھے جن کے پورے نام پورن سنگھ اور ہمت سنگھ تھے۔ جب سر تھیوفلس نے یہ دیکھا کہ وہ دہلی میں اپنے زمانۂ قیام کو طول دے کر خواہ مخواہ اپنی اور اپنے رفقا کی زندگی کو خطرہ میں ڈال رہے ہیں تو اس وقت انہوں نے بھورے خاں پر زور دیا کہ میرا جھجر جانے کا پروگرام کر دو۔ اس ریاست کا نواب سر تھیوفلس کا ذاتی دوست تھا اور ان کے ساتھ

سر تھیوفلس اور ان کے والد نے بہت سے احسانات بھی کیے تھے، اس لئے ان کو توقع تھی کہ اگر میرا تپاک آمیز استقبال نہ ہوا تو کم سے کم میری حفاظت تو ہو جائے گی اور جائے پناہ مل جائے گی۔ بھورے خاں...... کے انتظامات کی خوبی اور ان کے راجپوت رفقا کی جاں نثاری کی بدولت وہ بہ حفاظت تمام جھجر پہنچ گئے۔ (جیون لال، ص ۲۶۳ تا ۲۶۵)

۱۶ رمئی کا دن تھا کہ نواب کو اطلاع دی گئی کہ ایک یورپین دیسی لباس میں آیا ہوا ہے اور ان کی مہمان نوازی سے مستفید ہونا چاہتا ہے۔ نواب نے اپنے خسر عبد الصمد خاں اور امداد علی (جج) کو بغرضِ ملاقات بھیجا۔ سر تھیوفلس نے فی الفور ان پر اپنی شخصیت کا اظہار کر دیا۔ اس کے بعد وہ نواب کی خدمت میں گئے جس نے سو روپے بھیجے اور کہلا بھیجا کہ آپ فی الفور شہر چھوڑ کر چلے جائیں ...... وہاں سے انہوں نے نہایت جبر کے ساتھ حصار کا رُخ کیا اور انہیں کبھی توقع نہ تھی کہ میں حصار یا ہانسی زندہ پہنچ سکوں گا۔ تھوڑی دور جانے کے بعد اس خیال سے کہ کوئی تعاقب نہ کر رہا ہو، وہ جنگل میں چھپ گئے۔ ان کا خیال صحیح تھا، اس لئے کہ نواب کے رسالہ کا دستہ ان کے تعاقب میں بسرعت تمام آ رہا تھا اور جب تک شام نہ ہو گئی، واپس نہ گیا۔ تاریکی سے فائدہ اٹھا کر اور خدا کے فضل وکرم پر بھروسہ رکھ کے وہ چلتے رہے، یہاں تک کہ مسٹر اسکنر کے مکان میں پہنچ گئے۔ (جیون لال، ص ۲۶۵۔۲۶۶)

مسٹر ڈیوس کے حالات

مسٹر ڈیوس...... کمشنر اور ایجنٹ کے دفتر کے انگریزی محکمہ کے افسر اعلیٰ تھے۔ جب سپاہی راج گھاٹ دروازہ سے شہر میں داخل ہوئے ہیں تو اس وقت وہ مسٹر ڈیوس کے مکان کے بہت قریب تھے۔ مسٹر ڈیوس کے ساتھ ان کے بھائی نامی اور ان کی بہنیں رہتی تھیں۔ سپاہیوں نے ان کے مکان پر حملہ کیا۔ دونوں بھائیوں نے اپنے تئیں بندوقوں سے مسلح کر کے مکان کے دروازہ بند کر لیا اور چھت پر چڑھ گئے۔ میرے ملازم نے، جسے میں نے خبر معلوم کرنے کی غرض سے بھیجا تھا، دیکھا کہ ان کے مکان کو سواروں اور پیدل سپاہیوں نے گھیر رکھا ہے۔ اس نے دیکھا کہ انہوں نے کیا روا آدمیوں کو نشانہ بندوق بنایا، اور یہ کہ کئی ایک زخمی ہو گئے۔ اس نے یہ بھی دیکھا کہ ان دونوں میں سے ایک زخمی ہو گیا۔ اس کے بعد سپاہی لوٹ گئے۔ بعد ازاں مسٹر ڈیوس بعض پڑوسیوں کے ساتھ اپنے کسی ہندوستانی دوست کے یہاں پناہ گزیں ہو گئے اور وہاں سے نہار لیکر ... تھانوں میں ... چلے گئے۔ میرے ملازم حقی نے ان سے بات چیت کی اور کہا کہ اپنے ... سے ... آپ ...

مالک کے مکان میں پہنچا دوں گا۔ لیکن مسٹر ڈیوس نے انکار کیا اور کہا کہ چونکہ سپاہی بازاروں میں اور سڑکوں پر پھر رہے ہیں اور یورپینوں کی تلاش میں ہیں، اس لئے یہ اغلب نہیں کہ وہ ہمیں مکان تک صحیح و سلامت پہنچنے دیں۔ اس کی بجائے انہوں نے یہ تجویز پیش کی کہ آپ بادشاہ کے وکیل کو بلائیں اور ان کی وساطت سے بادشاہ سے گفتگو کریں...... لیکن اس سے پیشتر کہ اس تجویز پر عمل درآمد ہو، مسٹر ڈیوس مع اپنے گھر کی خواتین اور دوسری خواتین کے...... سپاہیوں کی طرف سے جھوٹے وعدوں کے ذریعہ اس بات پر آمادہ کر لئے گئے کہ وہ اپنے چھپنے کی جگہ سے باہر نکل آئیں۔ جب وہ نکل آئے تو بعض اشخاص تو اسی وقت قتل کر دیئے گئے اور باقیوں کو محل لے جایا گیا...... یہ بسا اغلب ہے کہ اگر مسٹر ڈیوس کی درخواست بادشاہ کے کانوں تک جلد پہنچ جاتی تو وہ ان کو بچا لیتے۔ (جیون لال، ص ۲۵۶ تا ۲۵۸)

کپتان ڈگلس کے حالات

۱۱ رمئی کی صبح کو کپتان ڈگلس کی توجہ دریا پار کے ایک جلتے ہوئے بنگلے کی جانب منعطف کرائی گئی۔ میرٹھ سے سپاہیوں کے آنے کی اطلاع کپتان ڈگلس کو مل چکی تھی اور ساتھ ہی شہر کے ہنگاموں کی خبر بھی انہیں ہو گئی تھی۔ بورن چوبدار اور بختیار سنگھ، کشن سنگھ ہرکاروں نے اطلاع دی کہ چنگی کے کلکٹر کے مکان میں آگ لگا دی گئی ہے اور محکمہ کے مقامی افسر کو قتل کر دیا گیا ہے اور یہ کہ باغی شہر کی جانب آ رہے ہیں اور راستہ میں قتل و غارت کرتے جاتے ہیں...... تھوڑی دیر بعد بادشاہ کے پاس سے ایک چوبدار دوڑتا ہوا آیا جس نے کہا کہ بادشاہ سلامت یاد فرماتے ہیں۔ کپتان ڈگلس سیدھے دیوانِ خاص میں پہنچے جہاں بادشاہ ان کے انتظار میں بیٹھے تھے۔ راستہ میں حکیم احسن اللہ خاں اور بادشاہ کے وکیل سے ملاقات ہوئی۔ ان سے معلوم ہوا کہ باغیوں کی وسیع فوج شہر کی فصیل کے سامنے ریتیوں میں مجتمع ہے اور سخت ہائے وہُو مچا رہی ہے۔ انہوں نے کمان افسر سے کہا کہ امن و امان قائم کرنے کی تدابیر اختیار کی جائیں، اس لئے کہ خود بادشاہ سے ان کا رویہ تہدید آمیز اور خطرناک ہے۔ کپتان ڈگلس جس وقت پہنچے ہیں، اس وقت بادشاہ دیوانِ خاص میں تھے اور بادشاہ کے سوالات کے جواب میں انہوں نے وہ تمام باتیں بیان کر دیں جو انہوں نے صبح سنی تھیں یعنی یہ کہ میرٹھ کی کچھ فوجیں بغاوت کر کے دہلی بھاگ آئی ہیں۔ انہوں نے بادشاہ سے کہا کہ خدارا گھبرایئے نہیں، اس لئے کہ میرٹھ کی یورپین فوجیں بالضرور باغیوں کا تعاقب کریں گی اور عنقریب پہنچ جائیں گی، اور مزید برآں راجپوتوں کی بھی پلٹنیں ہیں۔ بادشاہ کو یقین رکھنا چاہیے کہ حکام نے ان آدمیوں کا تدارک کرنے کی تدابیر اختیار کر لی ہیں۔

دورانِ گفتگو میں بھی باغیوں کی آوازیں دیوانِ خاص میں پہنچ رہی تھیں۔ کپتان ڈگلس نے کہا کہ دریا جانے کا راستہ کھول دینے کی اجازت دی جائے تا کہ چند آدمیوں کو بادشاہ کے حضور میں طلب کیا جائے۔ وکیل اور حکیم احسن اللہ خاں نے رائے دی کہ ایسا کام نہیں کرنا چاہیے اور یہ کہ کپتان ڈگلس کو ایسے مجمع کے سامنے نہ آنا چاہیے جو خوں ریزی کا مرتکب ہو چکا ہے۔ مزید برآں اگر انہیں اندر آنے کی اجازت دے دی گئی تو ممکن ہے کہ وہ محل کو لوٹ لیں۔ بہر حال اتنا طے ہو گیا کہ کپتان ڈگلس دریا کی طرف کی دیوار سے سپاہیوں سے بات چیت کریں۔ انہوں نے ایسا کیا کہ باغیوں میں سے دو افسروں کو اپنی جانب بلایا۔ انہوں نے دیکھتے ہی کمان افسر کو سلام کیا اور کہا کہ ''انگریز ہمیں عیسائی بنانا چاہتے تھے اور اسی غرض سے انہوں نے ہمیں چربی والے کارتوس دیئے۔ اب ہم بادشاہ کے پاس حفاظت کی غرض سے آئے ہیں، اس لئے ہم پر کہ انگریزوں نے حملہ کیا ہے اور بعض کو مار ڈالا ہے۔'' کپتان ڈگلس نے جواب دیا کہ ''یہ جگہ بادشاہ کے زنانخانے میں داخل ہے، یہ جگہ بلوہ کرنے کی نہیں ہے۔ دریا کے کنارے کسی جگہ پڑاؤ ڈال لو اور بادشاہ سلامت بعد کو تمہاری شکایات سنیں گے اور انصاف فرمائیں گے۔'' اس پر سپاہی شہر کے راج گھاٹ دروازے کی جانب چلے گئے۔ (جیون لال ،ص ۲۵۹۔۲۶۱)

جب کپتان ڈگلس بادشاہ کو اطمینان دلانے کے بعد رخصت ہونے کو تھے تو اس وقت بادشاہ نے اپنی اور اپنے خاندان کی حفاظت کے متعلق بے حد تشویش ظاہر کی اور برطانوی حکومت کی حفاظت طلب کی۔ کپتان ڈگلس نے انہیں پھر یقین دلایا کہ تشویش کی کوئی وجہ نہیں اور پھر بعجلت تمام اپنے گھر گئے۔ وہاں معلوم ہوا کہ کمشنر سائمن فریزر شہر کے کلکتہ دروازہ کے دمدمے پر ان کا انتظار کر رہے ہیں۔ کپتان دلدار خاں کی بگھی کو روک کر، جو اس وقت سامنے سے گزر رہی تھی، وہ اس میں بیٹھ گئے اور سیدھے دمدمے پہنچے جہاں مسٹر سائمن فریزر، مسٹر ہچنسن اور مسٹر چارلس لی باس (جج) اور چند اور حضرات موجود تھے..... ابھی وہ بات چیت میں مصروف تھے کہ ایک چپراسی نے مقتول ہلٹ کی بیوی کی چٹھی دی جس میں اس امر کی درخواست کی گئی تھی کہ میرے خاوند کی تجہیز و تکفین کا کچھ انتظام کیا جائے۔ کپتان ڈگلس نے جواب دیا کہ ''بغاوت کی موجودہ حالت میں کچھ انتظام نہیں ہو سکتا۔'' عین اس موقع پر پانچ سوار گھوڑے سرپٹ دوڑاتے ہوئے آئے اور اپنی بندوقوں سے باڑھ چھوڑی۔ ایک گولی کپتان ڈگلس کے پیر میں لگی جس سے وہ بالکل معذور ہو گئے۔ وہاں سے وہ گرتے پڑتے قلعہ کی خندق میں پہنچے جہاں چند بدمعاشوں نے ان پر حملہ کرنے کی کوشش کی لیکن کشن سنگھ گجراتی جاٹ اور دوسرے آدمیوں کی موجودگی سے وہ اپنے ارادہ سے باز رہے۔ یہ سب لوگ قلعہ کے کمان افسر کے دفتر سے متعلق تھے اور

اس لئے وہ انہیں لکڑیوں کی ڈولی میں بٹھا کر قلعہ کے دروازہ تک بحفاظت تمام لے گئے۔ وہاں سے مکھن سنگھ، کشن سنگھ اور دوسرے آدمی، جو موجود تھے، اوپر لے گئے۔ انہوں نے کچھ پانی مانگا اور اسے پیا۔ اس کے بعد دروازہ پر گارڈ کے جو سپاہی جمع تھے، ان سے مخاطب ہو کر کہا کہ ''اگر تم دروازوں کو بند کر دو اور باغیوں کو نکال دو اور یورپین لوگوں کی امداد کرو تو میں تم میں سے ہر ایک کو صوبیدار بنا دوں گا۔'' اس کے بعد چپراسی انہیں اوپر لے گئے جہاں مسٹر جیننگز (پادری) اور دو خواتین (مس جیننگز اور مس کلیفورڈ) پہلے سے موجود تھیں۔ ان دونوں نے ان کی مرہم پٹی کی۔ کپتان ڈگلس کو کئی مرتبہ غش آیا۔ ہوش آنے پر انہوں نے کہا کہ ''میں کھلے میدان میں اپنی تلوار چھوڑ آیا ہوں۔'' اس کے بعد مکھن سنگھ نے کپتان ڈگلس کے حکم کے بموجب دروازے بند کر دیئے۔ چند بدمعاش، جن میں زیادہ تر مٹھائی بیچنے والے اور قلعہ کے مغل زادے تھے، باغی اور خونی آدمیوں کی معیت میں ''دین، دین'' کا نعرہ لگاتے ہوئے سیڑھیوں کی طرف آئے اور مکھن سنگھ سے کہا کہ دروازے کھول دو ورنہ ہم تم کو بھی مار ڈالیں گے۔ مسٹر جیننگز نے دروازہ کھول دینے کا حکم دیا جس پر قاتل کمرہ میں گھس آئے اور ایک ایک کو قتل کر ڈالا۔

(جیون لال، ص ۲۶۱۔۲۶۲)

حویلی راجہ کشن گڑھ کا واقعہ

۱۳ مئی: قلعہ میں خبر پہنچی کہ راجہ کشن سنگھ کی حویلی کو سپاہیوں نے گھیر لیا ہے کیونکہ انہوں نے چند یورپینوں کو وہاں دیکھ پایا ہے۔ یہ سنتے ہی میں (جیون لال) نے اپنے ملازمین کو بھیجا کہ اگر کچھ امداد پہنچانی ممکن ہو تو فوراً پہنچا دی جائے۔ لیکن وہاں جا کر انہوں نے دیکھا کہ ایسی ناکہ بندی کی گئی ہے کہ وہاں کوئی شخص نہیں پہنچ سکتا۔ معلوم ایسا ہوتا ہے کہ تیس اشخاص کی جماعت، جن میں یورپین اور کرسٹان دونوں تھے، راجہ کی حویلی کے تہ خانوں میں جا چھپے تھے۔ کامل دو دن تک پناہ گزیں وہیں چھپے رہے اور بھوک اور پیاس سے سخت تکلیف برداشت کرتے رہے۔ تیسرے دن جب ان میں سے کسی نے سقے کو دیکھا تو اس سے پانی مانگا۔ اس نے پانی تو پلا دیا لیکن جب اسے سپاہی ملے تو ان سے کہہ دیا کہ فلاں جگہ یورپین چھپے ہوئے ہیں۔ مکان بہت مضبوط تھا اور پناہ گزیں اشخاص نے، جو مسلح تھے، ان سپاہیوں پر فیر کرنے شروع کر دیئے جنہوں نے مکان کے قریب پہنچنے کی ہر طرح کوشش کی تھی۔ یہ دیکھ

کر کہ یورپینوں پر بزور قابو پانا غیر ممکن ہے، سپاہیوں نے نامہ و پیام کرنا شروع کر دیا اور وعدہ کیا کہ اگر آپ مکان چھوڑ دیں گے تو ہم سب کو بادشاہ کے حضور پیش کر دیں گے۔ اسی اثنا میں سید غلام عباس عرف سیف الدولہ نے بادشاہ کو مطلع کیا کہ مسٹر ڈیوس، مسٹر بیلی اور ایجنٹ کے دفتر کے چند اور کلرک بہت خطرے میں ہیں۔ غلام عباس نے یہ بھی کہا کہ اگر آپ نے ان کی جانیں بچالیں تو انگریزوں کے سامنے سرخرو ہونے کا موقع رہے گا۔ بادشاہ نے سنتے ہی ان سے دلچسپی لینی شروع کر دی اور پوچھا کہ وہ کہاں ہیں۔ اس کے بعد احکام نافذ کر دیئے گئے کہ ان کی جانوں پر کسی طرح کی آنچ نہ آنے پائے اور ایک قاصد اس غرض سے بھیجا کہ وہ سب پناہ گزینوں کو حضور میں پیش کر دے۔ بادشاہ نے سب سے بڑے بیٹے کو قاصد بنا کر بھیجا گیا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ انہوں نے پناہ گزینوں کو باغیوں کے ہاتھ سے بچا لینے کی مقدور بھر کوشش کی۔ بادشاہ مسٹر ڈیوس کا بہت خیال رکھتے تھے، اس لئے کہ کئی برس سے بادشاہ کی پنشن کی ذمہ داری انہی کے ہاتھ میں تھی جو انہیں ایسٹ انڈیا کمپنی کی طرف سے ماہوار ادا کی جاتی تھی۔ مسٹر ڈیوس کی تنخواہ بادشاہ کے الاؤنس میں سے دی جاتی تھی اور بادشاہ اور برطانوی ایجنٹ کے درمیانی معاملات کے متعلق جس قدر نامہ و پیام ہوتا تھا، اس کے کرنے دھرنے والے یہی مسٹر ڈیوس تھے۔ مگر افسوس کہ قاصد کے پہنچنے سے پہلے ہی پناہ گزینوں نے بھوک پیاس کی شدت سے تنگ آ کر باغیوں کی باتوں کا یقین کر لیا اور باہر نکل آئے۔ (جیون لال، ص ۱۰۴۔۱۰۵)

اس کے بعد کے واقعات کے بارے میں دو مختلف بیانات ہیں۔ ایک تو یہ کہ قیدیوں سے بیٹھنے کے لئے کہا گیا اور اس کے بعد ان سب کو بیدردی سے قتل کر دیا گیا۔ دوسرا بیان یہ ہے کہ عورتوں اور بچوں کو چھوڑ دیا گیا اور انہیں محل میں لے گئے۔ (جیون لال، ص ۲۵۸)

شاہی محل میں محصور انگریزوں کا انجام

۱۶ مئی: سپاہی محل کے سامنے علی الصبح جمع ہو گئے اور بادشاہ اوران کے افسروں کو دھمکی دی اور یہ الزام عائد کیا کہ آپ نے یورپین مردوں اور عورتوں کو قلعہ میں پناہ دے رکھی ہے اوران کی وساطت سے میرٹھ کے انگریزوں سے سلسلۂ نامہ و پیام قائم ہے۔ (جیون لال، ص۱۰۹)

آج محل کے پناہ گزیں یورپین نہایت بیدردی سے قتل کر دیئے گئے...... بادشاہ اوران کے مشیر سب کے سب دم بخود کھڑے رہے۔ بادشاہ نے سپاہیوں کی دو ٹولیاں کر دیں، ہندو اور مسلمان، اور ہر ایک سے کہا کہ اپنے مذہبی آدمیوں سے پوچھو کہ بے کس مردوں، عورتوں اور بچوں کا قتل کس طرح جائز ہوسکتا ہے؟...... (جیون لال، ص۱۱۰)

(بقول چنی لال) وہ قید خانہ میں سے تمام انگریزوں کو، جو عورتوں اور بچوں سمیت باون تھے باہر نکال لائے اور حوض کے پاس قتل کرنے کے ارادے سے بٹھا دیا۔ شہزادہ مرزا منجھلے نے انہیں اس فعلِ قبیح سے باز رکھنا چاہا اور کہا کہ شرع اسلامی میں عورتوں اور بچوں کا قتل حرام ہے۔ اس پر سپاہیوں نے مرزا کو بھی قتل کرنا چاہا مگر مرزا خوف زدہ ہو کر بھاگ گیا۔ پھر انہوں نے قیدیوں کو نیچے بٹھا کر پستول کا ایک فیر کیا مگر گولی بادشاہ کے ایک ملازم کو جا لگی جو پیچھے کھڑا تھا۔ اس کے بعد بادشاہ کے مسلمان مصاحبوں نے آ کر انگریز مردوں، بچوں اور عورتوں کو تلواروں سے قتل کر دیا۔ جب یہ ہو رہا تھا، اس وقت دو سو مسلمان حوض پر کھڑے ہوئے مقتولوں کو لعنت کر رہے تھے۔ اثنائے قتل میں بادشاہ کے ایک مصاحب کی تلوار ٹوٹ گئی۔ قتل کے بعد لاشوں کو دو گاڑیوں میں بھر کر دریا پر لے گئے اور بہا دیا۔

(چنی لال، ص۱۳۲)

بادشاہ نے سر جان مٹکاف کے بارے میں خاص تحقیقات کرنے کا حکم دیا۔ ان کی ہدایت کے موافق مقتول یورپینوں کی لاشوں کو بغور دیکھا گیا کہ ممکن ہے، وہ بھی کہیں انہی میں ہوں۔ ان کے دوست بھی، جو اُن کی سلامتی کے لئے بے چین تھے، ان کے متعلق کچھ معلوم نہ کر سکے۔ سول افسروں کا حال معلوم کرنے کی غرض سے میں نے دو قابلِ اعتماد برہمنوں گردھاری لال مصر اور ہیرا سنگھ کو متعین کیا کہ باہر جا کر ان کا حال معلوم کریں۔ میں نے انہیں خاص طور پر سر جان مٹکاف کی خبر لانے کے لئے

بھیجا تھا لیکن وہ کچھ حال معلوم نہ کر سکے۔ بعد میں بادشاہ کو اطلاع دے دی گئی کہ سر جان مٹکاف کا مقتول اشخاص میں کچھ پتہ نہیں چل سکا۔ (جیون لال، ص ۱۱۱)

دیگر انگریزوں کا قتل اور بادشاہ

۱۴ر مئی: شہر کے منتظم نے خبر دی کہ بہت سے یورپینوں کی لاشیں ادھر اُدھر پڑی ہیں۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ مسٹر سائمن فریزر (کمشنر) اور کپتان ڈگلس کی لاشوں کی تلاش کی جائے تا کہ اگر وہ مل جائیں تو انہیں عیسائیوں کے قبرستان میں دفن کرا دیا جائے مگر باقی لاشوں کو دریا برد کر دیا جائے۔

(جیون لال، ص ۱۰۸)

۲۰ر مئی: بعض سپاہیوں نے مبارک باغ میں، جو چھاؤنی کے عقب میں تھا، جستجو کی اور دو انگریزوں کو چھپے ہوئے پا کر قتل کر دیا۔ افسران فوج نے آ کر درخواست کی کہ پانچ انگریز عورتیں، جو مقید ہیں، ہمارے حوالے کر دی جائیں۔ بادشاہ نے مولوی محبوب علی خاں کو از روئے شرع مسئلہ بتانے کا حکم کیا۔ مولوی صاحب نے شرعی مسئلہ ان کے سامنے پیش کر دیا کہ اسلام میں عورتوں کا قتل جائز نہیں ہے۔ (چنی لال، ص ۱۴۰)

۲۸ر مئی: بادشاہ کو خبر دی گئی کہ مغل پورہ میں بہت سے یورپین چھپے ہوئے ہیں۔ سپاہیوں کے ایک دستہ کو متعین کیا گیا کہ وہ انہیں ڈھونڈ نکالیں اور قتل کر دیں۔ بادشاہ نے اپنے چند آدمیوں کو بھیجا کہ اگر یورپین مل جائیں تو انہیں محل میں لے آنا۔ (جیون لال، ص ۱۲۳)

جنگی کارروائیاں

انگریزوں سے جھڑپیں

۳۰ مئی: شام کے وقت یہ خبر ملی کہ نہر ہنڈن پر انگریزوں سے جھڑپ ہوئی ہے۔ بعد میں معلوم ہوا کہ باغیوں سے توپ خانہ چھین لیا گیا ہے اور توپچی بھاگ گئے ہیں۔۔۔۔ رات کے وقت بہت سے زخمی سپاہیوں کو ڈولیوں میں بٹھا کر لایا گیا۔ دہلی کے ہندوؤں نے، جنہیں باغیوں سے بے حد تکالیف پہنچی تھیں، اس خبر پر خوشی کا اظہار کیا۔ (جیون لال ص ۱۲۵)

۳۱ مئی: پیدل فوج کے صوبیدار بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ کل کے معرکہ میں بہت سے مسلمان مقتول ہوئے ہیں اور یہ کہ وہ سب کے سب شہید ہیں کیونکہ وہ جہاد میں کام آئے ہیں۔ (جیون لال ص ۱۲۶)

۲ جون: بادشاہ نے مرزا مغل بیگ، مرزا ابوبکر اور مرزا عبداللہ و بلوا کے بیجا اور سپاہیوں کے ساتھ اظہار ہمدردی کرنے پر انہیں ڈانٹا اور آگاہ کیا کہ جب انگریز شہر میں داخل ہو جائیں گے تو ایک نہ ایک دن تم کو پھانسی پر چڑھا دیں گے۔ رہی میری قسمت تو وہ اس شعر کے مطابق ہے۔

کفن پہن کر زندگی کے ایام
کسی باغ میں گزار دوں گا

(جیون لال ص ۱۲۹)

۳ جون: خبر ملی کہ انگریزی پیدل فوج کی نو پلٹنیں اور سواروں کی تین پلٹنیں میدانی باتریوں اور محاصرہ کے سازوسامان سمیت علی پور آ گئی ہیں۔ باغیوں کے افسروں نے کہا کہ ہم شہر کی مدافعت کر سکیں گے۔ بادشاہ نے دریافت کیا کہ کون کون سے موقع پر ان سے مقابلہ کیا جائے گا؟ انہوں نے بتایا کہ پہاڑی دھیرج، تلنگھم، پرتو ساغل دار خاں اور سلیم پور پر۔ انہوں نے کہا کہ یہ موقع پہنچ

قدر فوج کی ضرورت ہوگی، اس کی تصریح کر دی جائے گی اور امید ظاہر کی کہ شہر پر عنقریب حملہ کیا جائے گا۔ (جیون لال، ص ۱۲۹)

۶ رجون: باغیوں نے بادشاہ سے عرض کیا کہ شہر میں یہ خبر گشت کر رہی ہے کہ انگریز آج رات کو شہر میں داخل ہو جائیں گے اور اس لئے ضروری ہے کہ سپاہیوں کو فصیلوں پر متعین کر دیا جائے۔ بادشاہ نے ضروری احکام نافذ کر دیئے۔ (جیون لال، ص ۱۳۲)

۷ رجون: تقریباً چار سو مغل بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا کہ ہم نے علمِ جہاد بلند کر دیا ہے اور اب ہم انگریزوں سے لڑنے کے لئے جا رہے ہیں۔ اس کے بعد وہ توپ خانہ کی طرف چلے گئے۔ (جیون لال، ص ۱۳۲)

۹ رجون: باولی کی سرائے سے ایک سوار آیا اور اس نے بادشاہ کو اطلاع دی کہ ہماری فوج آج دوپہر کو انگریزی فوج پر حملہ آور ہوگی۔ ساتھ ہی بادشاہ کو اطلاع دی کہ انگریزوں کے جاسوس چوتھی کیولری کے بھیس میں، جو بادشاہ کی محافظ تھی، باغیوں کے کیمپ میں داخل ہوئے جس پر جنگ شروع ہوگئی اور انگریزوں نے باغیوں کے کیمپ پہ بالآخر قبضہ کر لیا۔ باغی آج کے دن جانبِ شہر پسپا ہو گئے اور بیرونی علاقہ انگریزوں کے قبضہ میں چھوڑ دیا۔ چار سو کے قریب باغی آج کے معرکہ میں کام آئے۔ انگریز سوار منڈی کے قریب مبارک باغ تک بڑھ آئے ہیں۔ چار بجے سہ پہر تک شدید گولہ باری ہوتی رہی۔ دن بھر میں سترہ توپیں انگریزوں کے قبضہ میں آئیں...... دمدمے پورے طور پر مسلح تھے اور فوجیں اپنے اپنے مقامات پر جنگ کے لئے تیار تھیں۔ شہر کے لوگ اپنے مکانوں کی چھتوں پر سے دور کی گولہ باری کا مشاہدہ کر رہے تھے اور بہت خوفزدہ تھے۔ اس لڑائی میں صرف مسلمان ہی مارے گئے اور ایک ہندو بھی نہیں مرا۔ سامانِ حرب اور رسد میدانِ جنگ کی جانب مسلسل بھیجی جارہی تھی۔

(جیون لال، ص ۱۳۴)

۱۰ رجون: دس بجے کے قریب لاہوری دروازہ اور کشمیری دروازہ سے اٹھارہ ہزار سپاہی اور بارہ بھاری توپیں روانہ ہوئیں۔ انگریزی مورچے کے قریب پہنچ کر صمد خاں نے انگریزوں کو کہلا بھیجا کہ مجھے راجہ جھجر نے آپ کی امداد کے لئے بھیجا ہے۔ لیکن یہ حیلہ کارگر ثابت نہ ہوا اور اس لئے انگریزوں پر دھاوا بول دیا گیا۔ تقریباً سو انگریز مارے گئے اور اس کے بعد انگریزی توپ خانہ آگے بڑھا۔ جنرل خود گولہ باری کی زد میں آ گیا اور اس لئے اس نے فوری پسپائی کا حکم دے دیا۔ اس کی چند توپیں بھی میدانِ جنگ میں رہ گئیں۔ تمام فوج کشمیری دروازہ کے ذریعہ شہر میں داخل ہوئی۔ اس کے بعد کشمیری دروازہ کے

مورچے سے گولہ باری ہوتی رہی۔ شام ہونے تک تمام سپاہ شہر میں آ چکی تھی۔ جو یورپین لڑائی میں کام آئے تھے، ان کے سر قلم کر دیئے گئے اور شہر میں ان کا گشت کرایا گیا۔ انگریزی توپ خانے کا ایک گولہ سعادت خاں کے مکان پر بھی پڑا جس سے گھر کے تمام آدمی تباہ ہو گئے۔ (جیون لال، ص ۱۳۶)

۱۱ر جون: کالے خاں نے، جو پہلے انگریزی فوج میں ۲۸ روپے مشاہرہ پر توپچی کا کام کرتا تھا، نہایت مستعدی سے فرضِ منصبی کو ادا کیا اور اپنے مورچوں سے انگریزوں پر مسلسل گولہ باری کی۔ تمام شہر اس کی تعریف میں رطب اللسان تھا۔ بادشاہ اس شخص کی جرأت و ہمت سے بے حد مسرور ہوئے اور سو من بارود کی تیاری کا حکم دیا۔

بادشاہ کو خفیہ اطلاع ملی کہ ملکہ معظمہ نے بغاوتِ ہند کی خبر پاتے ہی چوبیس ہزار افواج روانہ کر دی ہیں۔ آج دو بجے کے قریب انگریزوں نے کابند کے مورچہ سے کشمیری دروازہ پر گولے برسانے شروع کر دیئے۔ شاہی توپ خانہ کی گولہ باری انگریزوں کو اپنا منصوبہ پورا کرنے سے مانع آتی رہی۔ دو ہزار سپاہی کشمیری دروازہ کی جانب بھیجے گئے۔ شہر میں دو سوار آئے اور کہا کہ شاہی فوج پر بے انتہا دباؤ پڑ رہا ہے اور اس لئے فوج محفوظ کو جلد سے جلد وہاں بھیج دینا چاہیے۔ فوج محفوظ تیار کی گئی مگر جس حملہ کا ارادہ انگریزوں نے کیا تھا، اسے انہوں نے ترک کر دیا اور اپنے مقام کو لوٹ گئے۔ بادشاہ کو خبر دی گئی کہ انگریزوں کا ارادہ قدسیہ باغ پر حملہ آور ہونے کا تھا اور یہ کہ اکیس ہزار فوج تمام رات اس کے لئے تیار رکھی گئی تھی۔ آج انگریزی گولہ باری سے شہر کو بہت نقصان پہنچا۔ ایک خانساماں کے گھر سے چار انگریز برآمد ہوئے جنہیں باغیوں نے مار ڈالا۔ (جیون لال، ص ۱۳۷)

۱۲ر جون: بادشاہ باغیوں کی بے اعتنائی سے سخت ناخوش تھے کیونکہ ان کی جانب سے انگریزوں کو نکالنے کی کوئی سنجیدہ کوشش عمل میں نہیں آئی۔ بادشاہ نے کمانڈر انچیف کو سرزنش کی کہ ابھی تک تم نے ایک فتح بھی حاصل نہیں کی۔ (جیون لال، ص ۱۳۸)

۱۳ر جون: تمام فوج جمع ہوئی جس میں سفر مینا کے آدمی اور بادشاہ کے باڈی گارڈ بھی تھے اور انگریزوں سے لڑنے کے لئے کشمیری دروازہ سے باہر نکلے۔ میدان جنگ سے ایک سوار آیا۔ اس نے اطلاع دی کہ سپاہی گنبد تک پہنچ گئے ہیں اور انگریزی گولہ باری کی زد میں آ پہنچے ہیں۔ چونکہ باغیوں کے بیس سوار اور ساٹھ سپاہی کھیت رہے، اس لئے تمام فوج پسپا ہو رہی ہے۔ (جیون لال، ص ۱۳۸)

۱۴ر جون: سہ پہر کو تین بجے کے قریب چھ ہزار سپاہی بارہ توپیں لے کر شہر سے باہر گئے۔ جنگ ہوئی جس میں طرفین کا نقصان ہوا۔ محفوظ فوج بھیجی گئی۔ رات بھر سخت گولہ باری جاری رہی۔

سعادت خاں کے مکان کے قریبی مکانات کو انگریزی گولہ باری سے سخت نقصان پہنچا......ایک مہاوت ہاتھی سمیت انگریزی کیمپ سے بھاگ کر قلعہ میں داخل ہوا۔ ہاتھی کو بادشاہ نے اپنے لئے پسند کر لیا۔

(جیون لال، ص ۱۳۸۔۱۳۹)

۱۵ر جون: آج صبح محل میں پندرہ گولے گرے۔ بادشاہ نے دھمکی دی کہ اگر فوجیں شہر نہ چھوڑیں گی تو میں قطب صاحب چلا جاؤں گا۔ اصرار کے بعد دس ہزار باغی آدھی رات کے وقت انگریزوں پر حملہ کرنے کی نیت سے شہر سے نکلے۔ جنگ میں طرفین سے بہت سے آدمی کھیت رہے۔ انگریزوں کی گولہ باری سے بچاؤ کی کوئی صورت نہ دیکھ کر سپاہی نہایت ابتری کی حالت میں شہر میں واپس آ گئے۔ (جیون لال، ص ۱۳۹)

۱۶ر جون: ایک سوار نے اطلاع دی کہ سپاہیوں اور انگریزوں کے درمیان ایک چھوٹا سا معرکہ ہوا ہے جس میں تقریباً دو سو آدمی مارے گئے ہیں۔ (جیون لال، ص ۱۴۰)

۱۷ر جون: چالیس گولے جو انگریزی لشکر سے پھینکے گئے تھے، پڑے ہوئے اٹھائے گئے تھے، ان کے پھٹنے سے بہت سے آدمی مر گئے۔ انگریزی گولہ باری کا جواب دینے کی غرض سے میگزین سے بہت بڑی توپ نکالی گئی اور اسے نصب کیا گیا۔ سردار نے دربار میں حاضری دی اور اطلاع دی کہ تین مقامات پر باتریاں قائم کر دی گئی ہیں اور یہ کہ ہم عنقریب انگریزوں پر حملہ کرنے والے ہیں۔ بعد میں انگریزوں نے عیدگاہ والی باتری پر حملہ کیا، باغیوں کو وہاں سے ہٹا دیا اور دو توپوں پر قبضہ جما لیا......محل کے دروازہ پر ایک توپ شاہجہاں کے زمانہ سے پڑی ہوئی تھی، باغی اسے لے گئے اور اس کو لاہوری دروازہ پر نصب کر دیا۔ چونکہ اس کی مار بہت دور کی تھی، اس لئے ارادہ یہ تھا کہ آگرہ سے آنے والی فوجوں پر گولے برسا کر انگریزوں کو دق کیا جائے گا۔ (جیون لال، ص ۱۴۰۔۱۴۱)

۲۰ر جون: نصیر آباد کی فوجوں نے انگریزوں پر حملہ کیا اور شدید جنگ برپا رہی جس میں جانبین کا سخت نقصان ہوا......لڑائی شام تک جاری رہی......شہر میں کئی گولے آ کر گر پڑے جس سے بہت سے آدمی مر گئے۔ (جیون لال، ص ۱۴۲۔۱۴۳)

۲۱ر جون: آج صبح چند ہزار باغیوں نے انگریزی کیمپ پر حملہ کیا۔ لڑائی بہت دیر تک جاری رہی لیکن کسی کی فتح نہیں ہوئی۔ رات بھر گولے شہر میں گرتے رہے۔ (جیون لال، ص ۱۴۲)

۲۳ر جون: تمام دن جنگ برپا رہی۔ چار بجے کے قریب فوجیں شہر کو واپس آ گئیں۔ منادی کرائی گئی کہ آج کی رات ایسے گولے پھینکے جائیں گے جن کی وجہ سے کمزور مکانات کے گر پڑنے

کا اندیشہ ہے، اس لئے لوگوں کو تاکید کی گئی کہ ایسے مکانات میں نہ سوئیں۔ (جیون لال، ص ۱۴۳)

۲۵ رجون: دن بھر گولے شہر میں گرتے رہے جن سے ایک سائیس اور چند آدمی مارے گئے۔ بادشاہ نے فوجی افسروں کو مخاطب کر کے فرمایا کہ تم اس سلطنت کا خاتمہ کر رہے ہو جو پانچ سو سال سے قائم ہے اور طعنہ دیا کہ جب تم انگریزوں سے لڑ کر واپس آتے ہو تو نہایت پریشان اور خستہ حال نظر آتے ہو۔ انہوں نے دعا مانگی اور آخر میں کہا کہ افسوس ہے اور خدا کی مرضی یہی ہے کہ میں اور میری سلطنت تباہ و برباد ہو جائیں۔ میں تم سب سے درخواست کرتا ہوں کہ شہر کو چھوڑ کر کہیں چلے جاؤ۔

(جیون لال، ص ۱۴۵)

۲۶ رجون: بادشاہ کو اطلاع دی گئی کہ جو فوجیں انگریزوں سے لڑنے کے لئے گئی تھیں، وہ واپس لوٹ آئی ہیں، اس لئے کہ ہوا کا رخ ان کے موافق نہ تھا۔ بادشاہ نے حکم جاری کیا کہ چونکہ فوجیں انگریزوں کو نکالنے میں ناکام رہی ہیں، اس لئے انہیں شہر چھوڑ کر کہیں چلا جانا چاہیے۔

(جیون لال، ص ۱۴۶)

۲۷ رجون: آج صبح ہی سے قدسیہ باغ اور عیدگاہ میں جنگ شروع ہوگئی اور تمام دن جاری رہی۔ اس میں بہت سے سپاہی کام آئے...... چار سو سپاہی کشمیری دروازہ کے باہر جمع ہوئے، انگریزی توپ خانہ شدت سے گولہ باری کر رہا تھا۔ سننے میں آیا ہے کہ انگریزی افواج کا کمانڈر انچیف آج صبح جنگ میں مارا گیا ہے اور یہ کہ اس کی لاش کشمیری دروازہ کے سامنے دفن کر دی گئی ہے۔

(جیون لال، ص ۱۴۶)

۲۸ رجون: چند گولے جو شہر میں آ کر گرے، ان سے کئی ایک آدمی مر گئے۔

(جیون لال، ص ۱۴۷)

۳۰ رجون: سبزی منڈی پر انگریزوں سے مقابلہ ہوا۔ جو افسر لڑائی میں شریک تھے، بادشاہ کے دربار میں بھی موجود تھے۔ انہوں نے اپنی وفاداری کا یقین دلایا اور کہا کہ تمام مقابلہ انگریزوں کا مقابلہ کئے جائیں گے۔ انہوں نے سپاہیوں کی بہادری کی بہت تعریف کی۔

(جیون لال، ص ۱۴۹)

یکم جولائی: خان حسن علی نے اطلاع دی کہ چھ گولے شہر سے انگریزی کیمپ میں پھینکے گئے ہیں جن میں سے تین تو بڑی سڑک پر اور ایک کیمپ میں پھٹا۔ حکم ہوا کہ دیسی باتریوں کو گولے بھیج دیئے جائیں۔ شہر پر شدت کی گولہ باری ہوتی رہی۔ آبادی کو نقصان جان بہت ہوا۔ انگریزی گولہ باری

زیادہ تر اس باتری کے خلاف کی جارہی تھی جس کا انتظام کالے خاں کے ہاتھ میں تھا۔ دو توپچی اور چند اشخاص قتل ہوئے۔ ایک بندوق بالکل ناکارہ کردی گئی۔ انگریزی حملہ کی توقع کی جارہی ہے۔ بادشاہ نے تمام لیڈروں کو بلایا اور دروازہ سے باہر انگریزوں سے مقابلہ کرنے کی غرض سے فوج بھیجنے کے لئے حکم دیا، چنانچہ چند ہزار سپاہی شہر سے باہر نکلے اور عیدگاہ پر جم گئے۔ (جیون لال، ص ۱۵۰)

سپرز اور مائنرز کے ایک جمعدار شاہی برج کے نیچے سرنگ بچھانے اور انگریزوں سے ساز باز کرنے پر ہلاک کردیا گیا۔ (میر محمد علی...... غداروں کے خطوط، ص ۹۳)

۴ر جولائی: علی پور میں بھی باتری لگادی گئی۔ رات کو انگریزوں نے حملہ کیا جس میں آٹھ سو باغی مارے گئے۔ (جیون لال، ص ۱۵۶)

۵ر جولائی: خبر ملی کہ انگریزوں نے چندراولی کے مقام میں اپنی باتری نصب کی ہے۔ جنرل بخت خاں نے ذخائر پر قبضہ کرنے کی غرض سے فوج بھیجی جس نے بیس گاڑیاں گرفتار کیں۔ وہ ضیاءالدین کے باغ تک پہنچی ہوں گی کہ انگریزوں نے سپاہی بھیج کر پھر انہیں پکڑ لیا۔

(جیون لال، ص ۱۵۷)

اب رات کے بارہ بجے ہیں۔ علی پور روانہ ہونے والی فوج کے پینتیس زخمی سپاہی واپس آئے ہیں۔ باغیوں کا خیال ہے کہ انگریزی فوج نے مٹکاف کے گھر سے لے کر شہر کی فصیل تک بارودی سرنگیں بچھادی ہیں۔ اس کا سدِ باب کرنے کے لئے باغیوں نے سپر زرجمنٹ کو بھیجا ہے۔

(غداروں کے خطوط، ص ۹۶)

بادشاہ باغیوں کو ان کی شکست پر لعن طعن کرتے رہتے ہیں۔ وہ اس کو یہ کہہ کر خاموش کردیتے ہیں کہ ان کی فوج میں روز بروز اضافہ ہو رہا ہے، جبکہ انگریزی فوج بتدریج کم ہوتی جارہی ہے۔ آخر فتح ان کی ہی ہوگی۔ (غداروں کے خطوط، ص ۹۷)

۹ر جولائی: خبر مشہور تھی کہ جنرل بخت خاں نے دس ہزار فوج کے ساتھ، جس میں سوار اور پیدل دونوں شامل تھے، انگریزوں پر حملہ کیا ہے اور یہ کہ چھاؤنی میں ابھی تک جنگ برپا ہے اور یہ کہ انہوں نے تیس ہزاری کے مقام کو انگریزوں سے چھین لیا ہے۔ جنرل بخت خاں نے سواروں اور پیدل فوج کے سپاہیوں کے ساتھ انگریزی کیمپ میں گھس کر حملہ کیا اور بہت سے افسروں اور سپاہیوں کو تہ تیغ کردیا۔ کہتے ہیں کہ توپچیوں نے جنرل بخت خاں کو پہچان لیا۔ اس معرکہ میں جہادی بھی شریک تھے۔ انگریزی کیمپ کے ایک حصہ کو لوٹ لیا گیا اور جب توپچیوں نے یہ حالت دیکھی تو انہوں نے توپوں کا

منہ سپاہیوں کی طرف پھیر دیا اور ان پر گولے برسائے جس کی وجہ سے بہت سے زخمی اور مقتول ہوئے۔ اس دن کی فتح میں بیس گھوڑے، ستر اونٹ اور بہت سا قیمتی سامان ہاتھ آیا۔ تیرہ سوار اور بارہ پیدل فوج کے سپاہی بھی گرفتار ہوئے...... کالے خاں کے توپ خانہ کے دو آدمی آج مارے گئے، اس لئے کہ انہوں نے بزدلی کی وجہ سے توپچیوں پر گولہ چلانے سے انکار کر دیا تھا۔ (جیون لال، ص ۱۶۳۔۱۶۴)

۱۰/ جولائی: یہ خبر اُڑی کہ انگریز مورچوں پر حملہ آور ہونے والے ہیں۔ معلوم ہوتے ہی بہت سی پیدل فوج اور سوار بھیج دیئے گئے تاکہ مقابلہ کرنے کے لئے وہ ہر وقت موجود رہیں۔ بعد میں معلوم ہوا کہ انگریزوں نے کل کی لڑائی کے مقتولوں کو دفن کی غرض سے چند آدمی بھیجے تھے۔

(جیون لال، ص ۱۶۴)

۱۸/ جولائی: نصیر آباد اور دہلی کی باغی فوجیں آج انگریزوں سے نبرد آزما ہیں۔ لڑائی کچھ عرصہ تک جاری رہی جس کے بعد انگریز مغلوب ہو کر پسپا ہو گئے اور اپنی توپیں میدان میں چھوڑ گئے...... انگریزی کیمپ کے ایک ہزار ہندوستانی سپاہیوں نے باغیوں پر جوابی حملہ کیا اور جتنی زمین صبح ان کے ہاتھ سے نکل گئی تھی، اسے دوبارہ لے لیا اور باغیوں کو پسپا کر دیا۔ تقریباً ستر گورے محبوب علی خاں کی سرائے میں چھپے ہوئے تھے۔ اس کی خبر پاتے ہی چند سو پیدل سپاہیوں اور سواروں نے انہیں گھیر لیا۔ جب انگریزوں نے دیکھا کہ وہ اب بچ نہیں سکتے تو وہ باہر نکل آئے اور لگے بھاگنے، مگر وہ سب کے سب قتل کر دیئے گئے۔ اس کشمکش میں باغیوں کے بھی دو سو آدمی مارے گئے۔

(جیون لال، ص ۱۷۳)

۱۹/ جولائی: بادشاہ کو خبر دی گئی کہ فوج لڑنے کے لئے نکلی مگر انگریزوں نے لڑنے کی پروانہ کی۔ صرف توپوں کی جنگ ہوتی رہی۔ شاہی فوج کا ایک توپچی مارا گیا اور دو زخمی ہوئے۔

(جیون لال، ص ۱۷۵)

کل کی جنگ میں ساڑھے چار سو آدمی ہلاک ہوئے۔ ایک گولہ لاہوری دروازے کے قریب آ گرا جس کی وجہ سے تین آدمی ہلاک ہو گئے۔ (نول جاسوس غداروں کے خطوط، ص ۱۰۳)

۲۰/ جولائی: حسن علی خاں اور چند اور عمائدین شہر بادشاہ کے دربار میں شریک ہوئے۔ باغپت کے چند زمیندار بھی شامل تھے۔ انہوں نے اطلاع دی کہ دو سو یورپین، دو توپوں اور پانچ سو دیسی سپاہیوں کے ساتھ باغپت آئے ہوئے ہیں، اس ارادہ سے کہ وہاں پل تعمیر کریں اور اناج بھی جمع کریں۔ جنرل محمد بخت خاں کو حکم دیا گیا کہ انگریزوں کے خلاف جو کارروائی کرنا چاہیں، کریں

پیدل فوج کی دو پلٹنیں اور پانچ سو رسالہ کے سپاہی چھ توپوں اور سامانِ اسلحہ کے ساتھ جنرل محمد بخت خاں کے حکم سے باغپت روانہ ہوئے تاکہ انگریزوں کو وہاں پل تعمیر کرنے سے روکیں۔ پیدل فوج کی چار پلٹنیں اور ایک ہزار سوار چھ توپوں اور سامانِ جنگ کے ساتھ کمسریٹ کا سلسلہ توڑنے کی غرض سے علی پور بھیجے گئے۔ چند سپاہی بھی انگریزوں پر حملہ آور ہونے کی نیت سے شہر کے باہر گئے اور دوپہر تک وہ متفرق اوقات میں گولہ باری کرتے رہے۔ بارہ بجے کے بعد یہ فوجی دستہ واپس لوٹ آیا۔ سہ پہر کو یہ افواہ مشہور ہوئی کہ باغیوں کو بہت بڑی فتح نصیب ہوئی ہے اور یہ کہ انگریز بھاگ کر علی پور چلے گئے ہیں۔ اس کی وجہ سے شہر میں بہت جوش وخروش پھیل گیا اور آناً فاناً تمام شہر مقابلہ پر کھڑا ہو گیا اور تقریباً تین ہزار سوار فتح میں حصہ دار بننے کی غرض سے مقابلہ کے لئے باہر نکلے۔ ان کے ساتھ اچھے اور برے تقریباً چار سو مسلمان بھی مل گئے اور اس میں دوسو اور مسلمانوں کا اضافہ ہو گیا جو ڈنڈوں، تلواروں، بھالوں اور بندوقوں سے مسلح تھے۔ وہ بہت جوش سے شہر سے نکلے اور ان کا ارادہ یہ تھا کہ انگریزی کیمپ کو لوٹ لیں گے۔ جب وہ انگریزی کیمپ کے قریب پہنچے اور یہ دیکھا کہ انگریز وہاں جوں کے توں موجود ہیں تو انہیں بے حد رنج ہوا اور وہ نہایت شرمندگی کی حالت میں شہر کو لوٹ آئے، مگر باغی شام تک گولے برساتے رہے۔ (جیون لال، ص ۱۷۵، ۱۷۷)

۲۱ر جولائی: جنرل محمد بخت خاں کے نام احکام نافذ کئے گئے کہ انگریزوں کو پریشان کرنے کی غرض سے سبزی منڈی، مبارک باغ، علی پور اور دیگر مقامات پر نہایت جوش وخروش سے ایک ساتھ حملے کئے جائیں۔ انہیں حکم ملا کہ فوجوں کو بریگیڈ بنا کر مختلف محاذوں پر بھیج دیں اور کسی قسم کی تاخیر روانہ رکھیں۔

چند زمینداروں کے کہنے سے جو فوج باغپت بھیجی گئی تھی، وہ لوٹ آئی اور اطلاع دی کہ باوجود تلاش کے ہمیں کوئی انگریز دکھائی نہیں دیا۔ چنانچہ ان چند زمینداروں کو گرفتار کر لیا گیا اور ان سے باز پرس کی گئی کہ کیوں تم نے جھوٹا بیان دیا؟ (جیون لال، ص ۱۷۹۔۱۸۰)

میں ۲۱ر جولائی کو دہلی پہنچا۔ شہر کے باہر باغی فوج انگریزی کیمپ پر حملہ کرنے کی تیاری کر رہی تھی کہ ان کے درمیان ایک گولہ آ گرا۔ اس کے ساتھ ہی انگریزی فوج نے ان پر حملہ کر دیا۔ باغی بھاگ کر شہر میں داخل ہو گئے۔ (میگھ راج......غداروں کے خطوط، ص ۱۰۶)

۲۲ر جولائی: اریگولر فوج کی ایک رجمنٹ کل جنگ کے لئے گئی تھی لیکن کسی دوسری رجمنٹ نے آگے بڑھ کر اس کی مدد نہ کی۔ اس رجمنٹ کے دس سوار ہلاک اور ساٹھ زخمی ہوئے۔ رسالدار محمد حیات خاں اور رسالدار فیض طلب خاں بے حد ناراض ہیں اور کہہ رہے ہیں کہ اگر آئندہ یہی صورت

حال رہی تو وہ محاذ پر جانے سے انکار کر دیں گے۔ (غداروں کے خطوط، ص ۱۰۷)

بادشاہ کسپورہ دروازہ سے دیوانِ عام میں داخل ہوئے۔ جنرل محمد بخت خاں بھی موجود تھے۔ انہوں نے شکایت کی کہ چند بدخواہ اشخاص یہ خبر پھیلا رہے ہیں کہ میں انگریزوں سے ساز باز رکھتا ہوں اور یہ کہ جب شاہی افواج انگریزوں پر حملہ کر رہی تھیں تو میں اس وقت گھر آ گیا تھا اور فوجوں کو احکام دیئے بغیر لڑنے کے لئے چھوڑ گیا تھا۔ بادشاہ نے جواب دیا کہ ''مجھے تمہاری وفاداری پر کامل بھروسہ ہے اور افسوس ہے کہ تمہیں خواہ مخواہ تکلیف پہنچی۔ مجھے انگریزوں سے کوئی پرخاش نہیں ہے بلکہ میرا خیال یہ تھا کہ جو فوج میری حفاظت کے لئے دوڑ کر آئی ہے، اس کی وجہ سے میرا درجہ بلند ہو جائے گا۔ مرزا ابوبکر، مرزا رواس اور مرزا عبداللہ بھی دربار میں حاضر تھے۔ جنرل محمد بخت خاں اپنی جگہ سے اٹھے اور بادشاہ کے پیچھے جا کر تھوڑی دیر سرگوشی کرتے رہے۔ شہزادگان نے اس کارروائی پر اعتراض کیا اور کہا کہ ہماری موجودگی میں بادشاہ کے کان میں کانا پوسی کرنا تہذیب و ادب کے خلاف ہے۔ جنرل نے معافی مانگی اور شہزادگان کی تعریف کی اور اس کے بعد معاملہ ختم ہو گیا۔

جنرل نے تجویز پیش کی کہ بادشاہ کو فوج کے نام احکام جاری کر دینے چاہئیں کہ روزانہ انگریزوں پر حملے کر کے انہیں دق کرتی رہے۔ جنرل نے وعدہ کیا کہ میں کسی قدر فوج کے ساتھ کشتیوں کے پل کی حفاظت کروں گا اور باقی فوج کے ساتھ صبح کے وقت انگریزوں پر حملہ آور ہوں گا۔ بعد ازاں انہوں نے مرزا مغل سے ملاقات کی اور تجویز پیش کی کہ فوج کی عام پریڈ چند دن کے بعد منعقد ہونی چاہیے اور اس وقت ہر آدمی سے حلف لے لینا چاہیے کہ وہ آخر وقت تک انگریزوں سے لڑتا رہے گا اور کمزور دل والوں کو اپنے اپنے گھروں کو لوٹ جانے کی اجازت دے دینی چاہیے۔ اگر قسم کھانے والے آدمیوں میں سے کسی نے بھی میدانِ جنگ میں پس و پیش کیا تو اسے سخت سزا دینی چاہیے، چنانچہ اس مضمون کا عام حکم شائع کر دیا گیا۔

انگریزی گولہ باری شہر پر شدت سے ہوتی رہی جس سے بہت سے آدمی مارے گئے ۔۔۔ سہ پہر کو مرزا مغل اور دوسرے شہزادگان نے فصیلوں کے باہر فوج کا معائنہ کیا اور جنرل محمد بخت کا حکم پڑھ کر سنایا گیا۔ فوج کا متفقہ جواب یہ تھا کہ خواہ کچھ ہی ہو، ہم آخر دم تک انگریزوں سے لڑے جائیں گے۔

(جیون لال، ص ۱۸۰ تا ۱۸۲)

۲۵ رجولائی: رات کو انگریزی گولہ باری سے شہر کے کچھ باشندے مارے گئے۔

(جیون لال، ص ۱۸۶)

۲۶ رجولائی: بعض سواروں نے بیان کیا کہ ہم انگریزی کیمپ سے کئی گھوڑوں کو بھگا لائے ہیں۔ (جیون لال، ص ۱۸۷)

۲۸ رجولائی: خبر ملی کہ انگریزوں نے چند گھسیاروں کو گرفتار کر لیا ہے جن کا تعلق بریلی کے لشکر سے تھا۔ ان سے استفسار کیا گیا کہ سپاہیوں کی تعداد کتنی ہے اور یہ طعنہ دیا گیا کہ جنرل محمد بخت خاں لڑنے کے لئے باہر کیوں نہیں نکلتا۔ اس کے بعد ان کے ناک اور کان کاٹ کر انہیں چھوڑ دیا گیا۔

(جیون لال، ص ۱۹۰)

۲۹ رجولائی: مرزا امین الدین خاں، مرزا ضیاء الدین خاں اور دیگر عمائدینِ شہر نے ایک دربار منعقد کیا جس میں جنرل بخت خاں بادشاہ کے نمائندہ کی حیثیت سے شریک ہوئے۔ سفر مینا کے صوبیدار قادر بخش نے جلسہ میں تقریر کی اور جنرل محمد بخت خاں پر یہ الزام عائد کیا کہ وہ انگریزوں پر حملہ کرنے سے عمداً پہلو تہی کرتے ہیں۔ انہوں نے اپنی تقریر میں کہا کہ بہت دن ہو چکے ہیں اور جنرل نے ابھی تک انگریزوں پر فوج کشی نہیں کی۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا ہے کہ انگریزوں نے شہر پر کامیابی کے ساتھ حملہ کرنے کی غرض سے تمام ضروریات جمع کر لی ہیں۔ جنرل اس تقریر پر بہت کچھ جھلائے مگر بادشاہ نے یہ کہہ کر ان کے غصہ کو دھیما کر دیا کہ صوبیدار نے جو کچھ بیان کیا ہے، وہ صداقت پر مبنی ہے۔ بہر حال جلسے میں کچھ طے نہیں ہو سکا۔ (جیون لال، ص ۱۹۰)

۳۰ رجولائی: احکام نافذ ہوئے کہ نیمچ کی فوج کل صبح علی پور کی جانب کوچ کرے گی۔ انگریزی گولہ باری سے چند شہری مارے گئے۔ بریلی کی فوج اور نیمچ کی فوج کے افسروں کے درمیان کچھ تنازعہ برپا ہو گیا جس کی وجہ سے جنرل محمد بخت خاں کو جا کر مصالحت کرانی پڑی۔

(جیون لال، ص ۱۹۳)

۳۱ رجولائی: نیمچ کی فوج کے بہت سے افسر دربار میں شامل ہوئے اور اطلاع دی کہ ہم رات کے دو بجے علی پور پہنچے اور بساری پل پر گیارہ بجے پہنچے اور یہ وہ وقت تھا جبکہ گولہ باری ہو رہی تھی اور ہم اس کی زد میں آ گئے تھے۔ ہم نے فی الفور انگریزی خندقوں کو تہ و بالا کر ڈالا اور پل کی مرمت کر کے واپس چلے آئے اور لٹیروں (انگریزوں) کے ساتھ جنگ کی جس میں جانبین سے دو سو آدمی کھیت رہے۔ بادشاہ نے بلند آواز سے شاباش دی اور افسروں کی بے حد تعریف و توصیف کی۔ یہ بھی کہا گیا کہ جب نیمچ کی فوج پل پر سے گزر رہی تھی تو اس وقت انگریزوں نے کمک بھیجی مگر جنرل محمد بخت خاں نے ان کی توجہ دوسری طرف مبذول کر دی اور بالآخر وہ علی پور کی جانب پسپا ہو گئے ...... یہ بھی بیان

کیا گیا کہ نیچ کی فوج دو توپوں اور چار سو سپاہیوں کے ساتھ باؤنہ اور علی پور کی جانب روانہ ہوئی لیکن جب دیکھا کہ توپیں ادھر نہیں چڑھتیں تو فوج واپس لوٹ آئی۔ (جیون لال، ص ١٩٤۔١٩٥)

یکم اگست: آج خبر موصول ہوئی کہ نیچ کی فوج کا بمقام ہاسی انگریزوں سے معرکہ رہا جس میں بہت سے مقتول و مجروح ہوئے۔ بارش کی وجہ سے سخت تکالیف کا سامنا رہا۔

(جیون لال، ص ١٩٦)

٢/اگست: کل شام کی جنگ انگریزی مورچوں پر بندوقوں کے حملے سے شروع ہوئی۔ بیچ میں کچھ دیر کے لئے وقفہ بھی رہا۔ انگریزی فوج اپنے مورچوں میں جمی رہی اور جب باغی فوج قریب پہنچ گئی تو انہوں نے اس پر توپوں اور بندوقوں سے گولہ باری شروع کر دی۔ یہ سلسلہ رات کے نو بجے تک جاری رہا...... باغیوں کا فوجی دستہ محاذ سے اب واپس پہنچا ہے۔ یہ وہ دستہ ہے جس نے شام کو آٹھ بجے کے قریب دوسرے سپاہیوں کے ساتھ مل کر ہمارے مورچوں پر حملہ کیا تھا...... انگریز فوج کو اپنے مورچے چھوڑنے کی اجازت نہیں تھی۔ ان کو صرف حملہ آوروں کا جواب دینے، اور جب وہ قریب پہنچ جائیں تو ان پر گولہ باری کرنے کی ہدایت تھی۔ باغی جب پسپا ہونے لگے تو ان پر گولوں کی بوچھاڑ کر دی گئی۔ انہوں نے دوبارہ حملہ کیا اور دوبارہ ان کا یہی حشر ہوا۔ باغی رات بھر اسی طرح حملے کرتے رہے اور ہر بار ان کو اسی طرح پسپا ہونا پڑا...... کیپٹن ٹریورز کو گولہ لگا اور وہ ہلاک ہو گیا۔

(رجب علی غداروں کے خطوط، ص ١١٥)

جنرل بخت خاں شریک دربار ہوئے اور اطلاع دی کہ موسلا دھار بارش کی وجہ سے تمام علاقہ جل تھل ہو گیا ہے اور اس لئے میں واپس آ گیا ہوں۔ بادشاہ یہ سن کر بہت برافروختہ ہوئے اور کہا کہ تم باؤنہ کو کبھی بھی فتح نہیں کر سکو گے۔

آج شام کو بادشاہ نے تمام افسروں کو دربار عام میں مدعو کیا اور ان کے روبرو حسب ذیل تقریر کی

> ''جو خزانہ تم میرے پاس لائے تھے، وہ سب ختم ہو گیا۔ شاہی خزانہ اب خالی پڑا ہوا ہے اور اس میں ایک پیسہ بھی باقی نہیں رہا۔ میں سنتا ہوں کہ دن بدن سپاہی اپنے اپنے گھروں کو جا رہے ہیں۔ مجھے اب فتح کی کوئی امید دکھائی نہیں دیتی۔ میری خواہش ہے کہ تم لوگ سب کے سب شہر چھوڑ کے کسی مرکزی مقام میں چلے جاؤ۔ اگر تم نہ جاؤ گے تو جو کارروائیاں مناسب ہوں گی، انہیں میں عمل میں لاؤں گا۔''

اس تقریر کے بعد افسروں نے بادشاہ کو دھارس دی اور کہا کہ ''ہم اب بھی باؤنہ کو فتح کر سکتے

ہیں، انشاءاللہ۔'' عین اسی وقت سلیم گڑھ میں ایک گولہ پھٹا جس سے ایک سپاہی مر گیا۔

(جیون لال، ص ۱۹۷۔۱۹۸)

۳/اگست: غوث محمد خاں، جو نیچ کی فوج کے سرداروں میں سے تھے، بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے مگر بادشاہ نے یہ کہہ کر ملاقات کرنے سے انکار کر دیا کہ میرے پاس وقت نہیں ہے۔

(جیون لال، ص ۱۹۸)

نصیر آباد سے چند جہادیوں کا معروضہ موصول ہوا جس میں لکھا تھا کہ اگر چہ چھ ہزار سپاہی ایک دل ایک جان ہو رہے ہیں لیکن انگریزوں نے شہر پر قبضہ کر لیا ہے۔ بادشاہ نے حسب ذیل جواب لکھوایا:

''دہلی میں ساٹھ ہزار سپاہی موجود ہیں اور وہ ابھی تک انگریزوں کو باؤنڈ سے نہیں ہٹا سکے، تمھارے چھ ہزار سپاہی کیا کر لیں گے؟''

(جیون لال، ص ۱۹۹)

بادشاہ نے جنرل بخت خاں کو کافی لعن طعن کیا اور کہا کہ تم کو اگر رہنا ہے تو اچھی طرح سے رہو ورنہ چلے جاؤ۔ تم نے ناحق جرنیل سدھارا سنگھ کے کیمپ کو بددل کر دیا ہے۔ ایک تو ان کا کیمپ دو دن پانی میں کھڑا رہا اور مورچوں پر لڑا، بہت آدمی کا ان میں سے نقصان ہوا اور تم نے ان کی مدد نہ کی بلکہ جو اُن کے واسطے رسد بھیجی گئی، اس کو تمہارے آدمیوں نے لُوٹ کر کھا لیا۔ دوسرے پھر تم اس کیمپ کو ناراض کرتے ہو۔ (غداروں کے خطوط، ص ۱۱۶)

۴/اگست: بادشاہ نے افسروں اور مرزا مغل کو بلا بھیجا...... انہوں نے یہ کہا کہ میں نے مرزا مغل اور جنرل محمد بخت خاں کو حکم دے دیا ہے کہ تمہیں اپنی کمان میں لے لیں۔ اب تم پسند کر لو کہ کس کی کمان میں رہنا پسند کرتے ہو۔ یہ امر باعثِ تکلیف ہے کہ شہر والوں کو ستایا جائے اور سپاہیوں کی جانب سے انہیں دھمکی دی جائے، حالانکہ وہ شہر میں صرف اسی مقصد سے آتے ہیں کہ انگریزوں کا تہس نہس کر دیں، نہ کہ اپنے ہم ملکیوں کا۔ یہ سپاہی ہمیشہ شیخی بگھارا کرتے ہیں کہ ہم انگریزوں کو تباہ کرنے کی غرض سے اپنے استحکامات میں سے باہر نکلیں گے، لیکن وہ ہر بار لوٹ آتے ہیں۔ بادشاہ نے فرمایا کہ مجھے صاف دکھائی دے رہا ہے کہ انگریز دوبارہ اس شہر پر قابض ہو جائیں گے اور مجھے قتل کر ڈالیں گے۔ بظاہر افسر بادشاہ کی تقریر سے متاثر ہوئے۔ انہوں نے تسلی دی اور درخواست کی کہ آپ ہمارا ہاتھ ہمارے سروں پر رکھیں اور ہم بلا شبہ فاتح ہوں گے۔ تقریباً ڈیڑھ سو افسر موجود تھے اور گزرتے وقت بادشاہ نے ہر ایک کے سر پر اپنا ہاتھ رکھا۔ اس کے بعد بادشاہ نے دعا مانگی اور فرمایا، ''جلدی جاؤ اور باؤنڈ

پر قبضہ کر لو۔" بادشاہ کھڑے ہوئے اور جب سب چلے گئے تو اس کے بعد وہ سلیم گڑھ گئے اور حکم دیا کہ باتریوں سے گولہ باری کی جائے۔

گوالیار سے بادشاہ کی خدمت میں یہ پیغام وصول ہوا کہ ہم سب آپ کی خدمت میں حاضر ہونے کے لئے تیار بیٹھے ہیں۔ بادشاہ نے نہایت بے صبری کے ساتھ جواب دیا کہ انہیں لکھ دو کہ ان کی امداد کے لئے میرے پاس روپیہ موجود نہیں ہے۔ میرے پاس یہاں ساٹھ ہزار سپاہی ہیں اور ابھی تک انہوں نے مٹی کا ڈھیلا بھی انگریزوں سے واپس نہیں لیا۔ (جیون لال، ص ۲۰۰۔۲۰۱)

پچھلی جنگ میں ۳۰۵ باغی ہلاک اور ۲۲۵ زخمی ہوئے۔ سب سے زیادہ نقصان نیمچہ بریگیڈ کو پہنچا، اس نے لڑائی میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا تھا۔ اس بریگیڈ کے افسروں نے بادشاہ سے شکایت کی ہے کہ ان کو موقع پر صحیح مدد نہ مل سکی جس کی وجہ سے وہ مورچوں پر قبضہ نہ کر سکے اور اتنا نقصان اٹھانا پڑا۔ بادشاہ نے بڑے غصے سے جواب دیا کہ وہ اگر بغاوت پر اتنے ہی مصر تھے تو انہیں چاہیے تھا کہ کہیں اور چلے جاتے، نہ کہ دہلی آتے جہاں آ کر انہوں نے اسے تباہ کر دیا ہے۔ (غداروں کے خطوط، ص ۱۱۸)

۵/اگست: بعض سکھوں نے شکایت کی کہ ہم انگریزوں پر حملہ کرتے ہیں لیکن پوربیوں کی طرف سے مدد نہ ملنے پر لوٹ آتے ہیں۔ انہوں نے درخواست کی کہ دہلی کی فوجوں میں سے سکھوں کی علیحدہ پلٹن بنا دی جائے اور ہمارے سپرد دو توپیں بھی کر دی جائیں تا کہ ہم کامیابی کے ساتھ انگریزوں پر حملہ آور ہو سکیں۔ ان سکھوں کو اطمینان دلایا گیا اور کہا گیا کہ مایوس مت ہو۔ سفر مینا کی پلٹن نے بھی شکایت کی کہ ہم کھلے میدان میں باتریاں نصب کرتے ہیں اور اس طرح سے ہمارا بہت سا جانی نقصان ہوتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ جب شاہی فوجیں لڑتی ہیں تو ہم ان کی حفاظت پر ہوتے ہیں لیکن ان کی حالت یہ ہے کہ وہ ہمیں چھوڑ کر چلی جاتی ہیں، اور یہی وجہ ہے کہ انگریز رات کو آ کر ہماری باتریوں کو تباہ و برباد کر جاتے ہیں۔ بادشاہ نے جنرل محمد بخت خاں کی توجہ اس شکایت کی جانب مبذول کی۔

جہادیوں نے شکایت کی کہ ہم ہی ایسے آدمی ہیں جو انگریزوں سے نہایت جوش کے ساتھ لڑتے ہیں اور باقی جو ہیں، وہ ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے رہتے ہیں اور کچھ کوشش نہیں کرتے۔ ان سے کہا گیا کہ اپنی یہ شکایت مرزا مغل کے سامنے بیان کرو۔

بادشاہ نے دمدموں کی باتریاں ملاحظہ کیں اور حکم دیا کہ وہاں سے انگریزوں پر مسلسل گولہ باری کی جائے اور نیز ان باتریوں پر بھی پے بہ پے گولے برسائے جائیں جو شہر پر گولے پھینکتی ہیں۔

(جیون لال، ص ۲۰۳۔۲۰۴)

۶/اگست: اطلاع ملی کہ سردھاری لال (نیچ کی فوج کے سردار) اور محمد بخت خاں (فوج بریلی کے سردار) دونوں آپس میں مل گئے ہیں اور بمقام علی پور انہوں نے انگریزوں پر حملہ بھی کیا ہے۔ معلوم ہوا کہ انگریزوں نے اس لشکر کو، جو کشمیری دروازہ کے باہر تھا، شکست دے کر بھگا دیا ہے اور یہ کہ وہ اب واپس آرہا ہے۔ اس لڑائی میں سپاہیوں کے ساٹھ سوار اور سو سپاہی اور دو رسالدار کام آئے۔ جنگ دن بھر ہوتی رہی۔ زخمی سپاہی شہر میں لوٹ آئے۔ (جیون لال، ص ۲۰۵)

۴ تا ۸/اگست: چار تاریخ کو انگریزی فوج نے جو گولہ باری کی تھی، وہ کافی کامیاب رہی۔ دہلی میں کافی لوگ ہلاک اور بیشمار خوفزدہ ہوئے۔ چھ تاریخ کی گولہ باری میں جنرل بخت خاں کا بھتیجا/ بھانجا اور چار پانچ گولہ انداز ہلاک ہوئے۔ ایک مشہور رسالدار بھی اس میں مارا گیا۔

(غداروں کے خطوط، ص ۱۲۲)

۸/اگست: آج کی جھڑپ میں جنرل بخت خاں کے توپ خانے کا ایک جمعدار ہلاک ہو گیا۔ وہ اپنی نشانہ بازی کے لئے بہت مشہور تھا۔ (غداروں کے خطوط، ص ۱۲۳)

۱۴/اگست: جنرل محمد غوث نے بادشاہ سے نج میں کچھ کہا، جس کا جواب بادشاہ نے یہ دیا کہ جب تک انگریز باؤنڈ سے نہ نکال دیئے جائیں گے، تم کبھی فتح مند نہیں ہو سکتے۔ اندور کی فوجیں آرہی ہیں، تمہارے پاس نیچ کی فوجیں ہیں، تمہیں بالضرور علی پور کے مقام پر انگریزوں کے خلاف حملہ آور ہونا چاہیے۔ (جیون لال، ص ۲۱۶)

آج دربار کے بعد بادشاہ نے سپہ سالار سے فرمایا کہ چونکہ وہ انگریزوں کی ایک چھوٹی سی فوج کو فتح کرنے میں ناکام رہے، اس لئے بہتر ہے کہ وہ ان سے رحم کی درخواست کرے اور شہر اور محل کو مزید برباد کرنے کی کوشش نہ کرے۔ سپہ سالار نے جواب دیا کہ اس کے بھاگنے کے لئے کوئی راستہ نہیں ہے۔ اس پر بادشاہ نے اپنے ہاتھی بان کو ایک ہاتھی تیار کرنے کو کہا تا کہ وہ انگریزی کیمپ میں خود جا کر گفت وشنید کر سکے۔ فوج کے افسروں نے انہیں اس ارادہ سے باز رکھنے کے لئے وعدہ کیا کہ یا تو وہ کیمپ پر فتح حاصل کریں گے یا پھر ہمیشہ کے لئے اپنا منہ نہ دکھائیں گے۔

(تراب علی...... غداروں کے خطوط، ص ۱۲۸)

۱۶/اگست: مرزا مغل کو اطلاع ملی کہ انگریزوں کی بڑی باتری میں بہت کم آدمی رہ گئے ہیں، اس لئے انگریزی لشکر کے آدمی دوسری اطراف میں باغیوں کا مقابلہ کرنے کے لئے چلے گئے ہیں۔ چونکہ انگریزی جھنڈا باتری پر لہرا رہا تھا، اس لئے مرزا مغل نے یہ تجویز سوچی کہ توپوں میں سلاخیں

ٹھوک دی جائیں اور جھنڈے کو اڑا لیا جائے۔ اس غرض سے انہوں نے اپنی ساری فوج کو مجتمع ہونے کا حکم دے دیا۔ ہزار سپاہیوں کی پلٹن باتری کی جانب بھیجی گئی لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مرزا مغل کو غلط اطلاع دی گئی تھی، اس لئے کہ سپاہیوں پر ایسی شدید گولہ باری ہوئی کہ ان کے بہت سے آدمی مارے گئے۔ (جیون لال، ص ۲۱۸)

۱۹ راگست: گولہ باری اور فائرنگ کی آواز دن رات جاری ہے۔ بعض اوقات یہ گولہ باری کم ہو جاتی ہے اور بعض اوقات بھاری۔ آج صبح نو بجے دوسری اریگولر رجمنٹ کے میجر لیسن (Leeson) کی بیگم اور اس کے بیٹے کی بیوی دہلی کے ڈپٹی کمشنر مسٹر کولنز (Collins) کی لڑکی کے ساتھ شہر سے انگریزی کیمپ میں پہنچ گئیں۔ (رجب علی...... غداروں کے خطوط، ص ۱۴۳)

۲۰ راگست: اطلاع ملی کہ انگریز مٹکاف ہاؤس میں باتری نصب کر رہے ہیں تاکہ شہر میں سپاہیوں کے لئے پل پر سے خوراک کا آنا بند ہو جائے۔ وہاں سے انہوں نے شدید گولہ باری بھی جاری رکھی لیکن اس سے کچھ نقصان نہیں پہنچا۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ اس باتری کو خاموش کر دیا جائے۔ بہر حال جو توپیں پل پر گولے برسا رہی تھیں، وہ خاموش ہو گئیں لیکن کشمیری دروازہ سے برابر گولہ باری ہوتی رہی۔ رات کو گولہ باری بند ہو گئی۔ (جیون لال، ص ۲۲۳)

۲۲ راگست: صبح چند اشخاص کو باریاب کرنے کے بعد بادشاہ سلیم گڑھ تشریف لے گئے اور حکم دیا کہ باتری سے چند گولے پھینکے جائیں۔ انہوں نے توپچیوں سے فرمایا کہ ''بہت افسوس کی بات ہے کہ بجائے اس کے کہ تم انگریزی توپوں کو خاموش کر دیتے، میں دیکھتا ہوں کہ وہ ہر روز قریب ہوتے جاتے ہیں۔'' توپچیوں نے جواب دیا کہ ''جہاں پناہ! ڈرنے کی کچھ بات نہیں، اس لئے کہ ہمارا پانسہ زبر پڑ رہا ہے۔'' (جیون لال، ص ۲۲۵۔۲۲۶)

۲۳ راگست: بادشاہ نے سلیم گڑھ کے قلعہ کو ملاحظہ فرمایا اور باتریوں کو بلند کرنے کا حکم دیا تاکہ گولے انگریزی لشکر تک پہنچ سکیں، اور کچھ دیر تک گولہ باری کا معائنہ کرنے کے بعد محل میں واپس تشریف لے آئے۔

بادشاہ اس بات سے ناخوش ہوئے کہ جنرل محمد بخت خاں علی پور پر کیوں حملہ آور نہیں ہوتے۔ نیمچ کی فوج کے افسروں نے بخت خاں پر الزام عائد کیا کہ وہ انگریزوں سے ساز باز کر رہے ہیں اور سپاہیوں کو اس وقت تک روک رہے ہیں، جب تک کہ انگریزوں کے پاس کافی کمک نہ پہنچ جائے۔ بادشاہ کو سمجھایا گیا کہ اس قسم کا حکم نافذ کر دیں کہ جنرل بخت خاں کو محل میں آنے کی اجازت نہ دی

جائے۔ نیمچ کی فوج کے افسروں نے یہ تجویز پیش کی کہ بریلی کی فوج سے ہتھیار وغیرہ لے لئے جائیں اور کہا کہ ہم یہ کام کرنے کے لئے تیار ہیں۔ بادشاہ نے اس تجویز کا کوئی جواب نہیں دیا بلکہ سہ پہر کو تمام افسروں کے نام اس مضمون کا حکم نافذ کر دیا کہ آئندہ سے شہزادہ مغل یا کسی اور جنرل کا حکم تسلیم نہ کیا جائے، اس لئے کہ بادشاہ نے بارہ اشخاص کی ایک کمیٹی محاصرہ کے دوران میں کارروائی کرنے کی غرض سے مرتب کر دی ہے۔ ان اشخاص میں سے چھ کو بادشاہ سلامت مقرر کریں گے اور باقی چھ فوج کی جانب سے مقرر کئے جائیں گے۔ فوج کو حکم تھا کہ کمیٹی جو حکم نافذ کرے، اس کی پابندی کی جائے۔

کشن گنج والی باتری تمام دن مصروف رہی۔ جنرل محمد بخت خاں نے فوج کے تمام بڑے بڑے افسروں اور مرزا مغل کی موجودگی میں قرآن پر قسم کھائی کہ میں انگریزوں کے ساتھ کسی قسم کا نامہ و پیام نہیں کر رہا ہوں۔ (جیون لال، ص ۲۲۷)

۲۴ راگست: آج صبح بادشاہ سلیم گڑھ میں وہ مقام دیکھنے کے لئے گئے جس کی نسبت اطلاع ملی تھی کہ چند نامعلوم اشخاص اسے خزانہ کی طمع میں کھود رہے ہیں۔ زیادہ کھودنے پر معلوم ہوا کہ چند توپیں وہاں دبا دی گئی تھیں لیکن روپیہ نہ ملا۔ یہ حکم دینے کے بعد کہ توپوں کو کھود کر نکال لیا جائے اور باتری کی گولہ باری کا معائنہ کرنے کے بعد بادشاہ...... چلے گئے۔

جنرل بخت خاں نے اطلاع دی کہ میں اب انگریزوں پر حملہ آور ہونے والا ہوں اور بادشاہ سے اجازت چاہتا ہوں۔ بادشاہ نے جواب دیا، ''جاؤ، خدا تمہاری مدد کرے۔ انگریزوں پر حملہ کر کے اپنی وفاداری کا ثبوت دو، ان کو تباہ کر دو اور فاتح بن کر لوٹو۔'' (جیون لال، ص ۲۲۸۔۲۲۹)

۲۵ راگست: بادشاہ سفر مینا کے چند سپاہیوں کی معیت میں کشتی میں بیٹھ کر دریا کی سیر کو نکلے اور قلعہ سے انگریزی لشکر پر جو گولہ باری کی جارہی تھی، اس کا معائنہ کیا۔ (جیون لال، ص ۲۲۹)

۲۶ راگست: اشرف خاں سوار دربار میں حاضر ہوا اور سلام کرنے کے بعد بادشاہ کے روبرو بیان کیا کہ بریلی کی فوج ایلی پلم میں خیمہ زن تھی کہ اتنے میں غیر متوقع طور پر نیمچ کا بریگیڈ آ پہنچا۔ جنرل بخت خاں نے نیمچ کی فوج کے افسر سے مشورہ کیا اور اسے وہاں ٹھہرے رہنے کی صلاح دی کیونکہ انگریز صرف تھوڑے سے فاصلہ پر تھے اور کہا کہ دوسرے دن میرے ساتھ حملے میں شریک ہو جانا۔ نیمچ کی فوج کے بریگیڈیر نے اس تجویز کو پسند نہیں کیا بلکہ بخت گڑھ تک بڑھتا چلا گیا۔ اس کا ارادہ یہ تھا کہ وہاں جا کر اپنے سپاہیوں کو آرام کرنے کا موقع دے گا۔ ابھی خیمے لگائے جا رہے تھے اور سپاہیوں نے اپنے ہتھیار وغیرہ ایک جگہ جمع کر دیئے تھے اور بہت سے تو اپنی پیٹیاں وغیرہ اتار چکے تھے کہ اتنے میں

انگریزوں نے دوطرف سے یکا یک حملہ کردیا اور ساتھ ہی شدت کی گولہ باری بھی کی۔ سپاہی بے اوسان ہوکر بھاگ نکلے اور اپنی بندوقیں اور سامانِ حرب وہیں چھوڑ گئے۔ اشرف خاں نے کہا کہ نقصان کا اندازہ ایک ہزار مقتول و مجروح کیا جاتا ہے۔ بادشاہ اس خبر سے نہایت دلگیر ہوئے لیکن بعض مشیروں نے کہا کہ ممکن ہے کہ یہ بیان غلط ہو، اور اس میں شک نہیں کہ اس میں بہت کچھ رنگ آمیزی کی گئی تھی اور پریشانی کی کوئی وجہ دکھائی نہیں دیتی۔ دوسرے مخبر نے بیان کیا کہ مجھے اتنا معلوم ہے کہ انگریز علی پور گئے ہوئے ہیں۔ بادشاہ نے اس خبر کو بہت اہم قرار دیا اور دارالشوریٰ میں حسب ذیل اشخاص کو طلب کیا: مرزا مغل، مرزا خواص، مرزا خضر سلطان، مرزا ابوبکر، مرزا عبداللہ اور مرزا ابونصر۔ مشورے کے بعد بادشاہ نے حکم دیا کہ کپتان ولی داد خاں کی سرکردگی میں فوجیں بھیجی جائیں تاکہ وہ انگریزی افواج کی عدم موجودگی میں انگریزی لشکر کو لوٹ لیں۔ اس غرض سے تمام فوجیں، جو مل سکتی تھیں، یکجا کی گئیں اور انہیں ہتھیار وغیرہ دیئے گئے۔ غوث محمد (نیچ کی فوج کے جنرل کمان افسر) بھی پہنچ گئے اور جو خبر موصول ہوئی تھی، انہیں سنائی گئی۔ انہوں نے کہا کہ مجھے کسی ایسے معرکہ کا مطلق علم نہیں ہے اور کہا کہ جو کچھ میں نے اب سنا ہے، اس کی صداقت پر مجھے شبہ ہے۔ جب اسے یہ یقین دلایا گیا کہ آپ کی فوجوں کو شکست ہوگئی ہے تو انہوں نے مزید کمک طلب کی۔ سکھوں کی ایک پلٹن اور سواروں کی چار پلٹنیں ان کے کمان میں دے دی گئیں۔ یہ فوج ابھی بہت دور نہ گئی تھی کہ شکست خوردہ فوج سے دوچار ہوئی اور اس طرح سے وہ بچتی ہوئی اپنے کیمپ میں پہنچ گئی۔

کشن گنج والی باتری میں دھماکہ ہوا جس سے پچاس پٹھان مر گئے۔ اس اثنا میں مرزا مغل فوج لے کر انگریزی لشکر پر حملہ آور ہونے کی نیت سے روانہ ہو چکے تھے لیکن حملہ کئے بغیر واپس آ گئے۔ راستہ میں صرف سترہ آدمی مارے گئے۔ مرزا مغل نے مختلف باتریوں میں جو توپیں نصب کی تھیں، وہ تمام دن گولہ باری کرتی رہیں۔ ملّا ہی پل کی باتری مرزا خواص کے اور کشن گنج کی باتری مرزا عبداللہ کے زیر کمان تھی۔ بادشاہ کے باڈی گارڈز میں سے گیارہ مقتول اور تیس مجروح ہوئے اور سپاہیوں میں سے سو مقتول۔ (جیون لال، ص ۲۳۰۔۲۳۱)

جنرل نکلسن ۲۶ رتاریخ کو چھ بجے شام اپنی فتح یاب فوج اور باغیوں کی تیرہ توپوں کے ساتھ واپس آیا۔ گزشتہ جنگ نجف گڑھ سے ایک میل دور پل کے پار دہلی جانے والی سڑک پر لڑی گئی۔ انگریزی فوج نجف گڑھ کے قریب باغی فوج کا انتظار کر رہی تھی۔ باغی فوج نے پل کے قریب مورچہ سنبھال لیا۔ کچھ فوج پل پر جمع تھی۔ جنرل بخت خاں اس وقت یہاں سے تین کوس دور اور دہلی سے

سات کوس دور پالم میں موجود تھا۔ جونہی اسے سدھارا سنگھ کی شکست کی اطلاع ملی، اس نے وہاں سے اپنے خیمے اکھاڑے اور دہلی کی طرف بھاگ نکلا۔ جنرل سدھارا سنگھ کی شکست خوردہ فوج بھی اس کے پیچھے دہلی آ پہنچی...... انگریزی فوج اپنے ساتھ بیشمار مالِ غنیمت لے کر آئی ہے لیکن بھاری سامان، خیمے، بارود اور برتن وغیرہ، یہ فوج وہیں چھوڑ آئی ہے...... اس جنگ میں باغی فوج کے سو سے زیادہ سپاہی ہلاک ہوئے اور اس سے زیادہ ڈوب کر مر گئے۔ (رجب علی...... غداروں کے خطوط، ص ۱۵۵)

۲۷ راگست: بادشاہ نے جنرل بخت خاں کے پاس پیغام بھیجا کہ تم میدانِ جنگ سے منہ موڑ کر چلے آئے ہو اور اس لئے تم نے حقِ نمک ادا نہیں کیا۔

نیمچ کے لشکر کے ایک سپاہی نے آ کر بیان کیا کہ انگریزوں نے دو توپیں گرفتار کی تھیں لیکن میں نے چند زمینداروں کی امداد سے انہیں دوبارہ حاصل کر لیا۔ اس نے بریلی فوج کو نیمچ کی فوج سے جھگڑا کرنے پر ملزم قرار دیا۔ اس نے بادشاہ سے درخواست کی کہ میری زیرِ کمان پانچ سو سوار اور چار کمپنیاں دے دیجئے اور میں ان کی مدد سے انگریزوں پر حملہ کروں گا۔ (جیون لال، ص ۲۳۲)

نجف گڑھ کی جنگ میں فوج نے پہلے تو انگریزی فوج کا کافی جم کر مقابلہ کیا لیکن دوسرے حملے کے دوران یہ فوج بالکل مغلوب اور متفرق ہو چکی تھی۔ اس حملے کے دوران پہلی یورپین رجمنٹ کو کس کارپس نے باغی فوج کی دس توپوں پر قبضہ کر لیا۔ باغی فوج کے بیشمار سپاہی اپنا اسلحہ اور ساز و سامان چھوڑ کر بھاگ نکلے۔ ان میں سے بعض نے بھاگ کر آس پاس کے گاؤں میں پناہ لے لی تھی لیکن انگریزی فوج نے ان کا پیچھا کر کے سب کو ہلاک کر دیا۔ باغی فوج کا ایک دستہ دو توپوں سمیت بھاگنے میں کامیاب ہو گیا...... فوج کے سپاہیوں نے باغی فوج کے ہلاک شدہ سپاہیوں کی لاشوں سے بیشمار روپے، سونے کے مہرے اور دوسری دولت لوٹ لی۔ آج کیمپ میں لوٹ مار کے سامان کی نیلامی کی جا رہی ہے۔ (رستم علی...... غداروں کے خطوط، ص ۱۵۶)

۲۸ راگست: نصیر آباد والی فوج، جو نیمچ بریگیڈ کی امداد کے لئے بھیجی گئی تھی، واپس آ گئی اور اطلاع دی کہ ہمیں نیمچ کی فوج کا کہیں پتہ نہیں لگا۔

انگریزی لشکر سے آج چار سو سوار بھاگ کر آئے لیکن چونکہ ان کے متعلق جاسوس ہونے کا شبہ کیا گیا تھا، اس لئے انہیں شہر میں داخل ہونے کی اجازت نہیں ملی۔

رات کو انگریزوں نے کشن گنج والے مورچہ پر حملہ کیا۔ انگریزوں کی طرف سے عام حملہ کی توقع میں تمام فوج کو مسلح کر دیا گیا۔

چار زمینداروں نے بادشاہ سے بیان کیا کہ نیچ کی فوج نے انگریزوں کو شکست دے دی ہے اور اب بھی وہ حملہ کرنے کو تیار ہے لیکن اسے کمک کی ضرورت ہے۔ بادشاہ نے اس بیان پر یقین نہیں کیا اور اس لئے انہوں نے حکم دیا کہ ان میں سے تین کو گارڈ روم میں رکھا جائے اور چوتھے کے ساتھ کچھ سوار حقیقتِ حال معلوم کرنے کی غرض سے بھیجے جائیں۔ بادشاہ نے ان سے وعدہ کیا کہ اگر تمہارا بیان صحیح نکلا تو تمہیں انعام دیا جائے گا اور اگر جھوٹ نکلا تو قتل کر دیا جائے گا۔ (جیون لال، ص ۲۳۳۔۲۳۴)

۲۹ر اگست: افواہ تھی کہ کشن گنج کے حملے میں ہزار سے زیادہ سپاہی کام آئے اور ایک انگریز افسر بھی مارا گیا۔ سپاہیوں نے تجویز پیش کی کہ انگریزوں کے سر کو کاٹ کر اپنی فتح کی خوشی میں شہر میں پھرایا جائے۔ ابھی وہ یہ بات کہہ ہی رہے تھے کہ اتنی گولیوں کی بوچھاڑ آئی کہ سب بھاگ گئے۔ بندوقوں اور توپوں سے آج دن بھر گولیاں اور گولے آتے رہے لیکن انگریز مقتولوں کی لاشیں حاصل کرنے میں کامیاب نہیں ہوئے۔

انگریزی لشکر کا ایک ہرکارہ سپاہیوں کے ہتھے چڑھ گیا۔ اس سے دربار میں لشکر کے حالات کے بارے میں بہت سے سوالات کئے گئے۔ اس نے صاف صاف کہہ دیا کہ سپاہی کبھی بھی انگریزوں پر فتح نہیں پاسکیں گے کیونکہ فتح کا وقت گزر چکا ہے، اور بالفرض اگر فتح پا بھی گئے تو اس صورت میں بھی انگریزوں کو آگرہ میں کامل اختیار حاصل ہے۔ اس کی صاف گوئی کا انتقام لینے کے لئے درباریوں نے اسے موت کی سزا دی۔ (جیون لال، ص ۲۳۴۔۲۳۵)

۳۱ر اگست: ایک جاسوس نے خبر دی کہ انگریز باؤنڈ پر نئے مورچے قائم کر رہے ہیں جن کی مدد سے وہ تمام شہر کو تباہ و برباد کر سکتے ہیں۔ یہ سنتے ہی بادشاہ نے جنگی کونسل کا جلسہ منعقد کیا اور غور کیا کہ اب کیا کرنا چاہیے۔ (جیون لال، ص ۲۳۷)

۲ر ستمبر: پہاڑی کے انگریزی مورچے سے جو گولہ باری کی گئی تھی، اس سے شاہی برج کو کافی نقصان پہنچا ہے۔ (فتح محمد خاں غداروں کے خطوط، ص ۲۔۱)

۴ر ستمبر: جے پور، جودھ پور، بیکانیر اور الور کے راجگان کے نام بادشاہ کی دستخطی چٹھیاں بھیجی گئیں جن میں لکھا تھا کہ مجھے فوج کی ضرورت ہے، اور یہ کہ میں انگریزوں کو تباہ و برباد کر دینا چاہتا ہوں لیکن چونکہ اس وقت میرے پاس اور سلطنت کا انتظام کرنے کے لئے قابل اعتماد آدمی موجود نہیں ہیں اس لئے میں ریاستوں کی ایک مجلس بنا دینا چاہتا ہوں۔ اور اگر وہ ریاستیں، جن کے نام خط بھیجے جا رہے ہیں، اس غرض سے مجلس بنالیں گے تو میں نہایت خوشی سے اپنے شاہی اختیارات ان کے ہاتھ

میں دے دوں گا۔ (جیون لال، ص ۲۴۲)

سونی پت اور پانی پت کے زمیندار کل دربار میں پیش ہوئے۔ انہوں نے بادشاہ کو محاصرہ ٹرین کے پہنچ جانے کا تخمینہ بتایا اور اسے پکڑنے میں مدد کرنے کی پیشکش کی۔ منصوبے کو جنرل بخت خاں کے حوالے کردیا گیا۔ (انٹیلی جنس ریکارڈز، جلد اوّل، ص ۵۰۹)

۵ ستمبر: جنرل بخت خاں نے اطلاع دی کہ انگریزی محاصرہ کرنے والی توپیں پہنچ گئی ہیں اور یہ کہ وہ کشمیری دروازہ کے بالمقابل مورچے بنا رہے ہیں۔ بادشاہ نے دریافت کیا کہ "انگریزی گولہ باری کا مقابلہ کرنے کی غرض سے تم کونسی تدابیر اختیار کررہے ہو؟ اگر تم ان کا مقابلہ نہیں کرسکتے تو بہتر ہے کہ تم فی الفور شہر کے دروازے کھول دو۔" جنرل نے جواب دیا کہ "میں میگزین کو ہٹا کر شہر کے باہر لے جا رہا ہوں اور میں انگریزی گولہ باری کا جواب چالیس توپوں سے دینا چاہتا ہوں جن کے لئے مورچے زیرِ تعمیر ہیں۔" جنرل نے یہ بھی کہا کہ میں دو ہزار سوار اس غرض سے مقرر کررہا ہوں کہ انگریزی لشکر تک کمسریٹ کا سامان نہ پہنچنے پائے۔ (جیون لال، ص ۲۴۵)

۶ ستمبر: آج دربار میں بہت سے افسروں کا اجتماع تھا۔ انہوں نے شکایت کی کہ ہمارا کوئی بڑا افسر نہیں جو کمان کرے یا حکم نافذ کرے۔ اب کیا کرنا چاہیے؟ اس کی وجہ سے سخت ابتری پھیل گئی ہے۔ بادشاہ نے جواب دیا کہ "تمہیں اختیار دیا جاتا ہے، جو کام تم کرسکتے ہو، کرو۔"

(جیون لال، ص ۲۴۶)

باغی فوجیں آج انگریزی فوج کی مدد کے لئے آنے والی محاصرہ شکن گاڑی کی خبر سن کر کافی گھبرا گئی ہیں۔ بخت خاں بادشاہ سے ملنے گیا اور کہا کہ میں کئی دن سے بار بار کہہ رہا تھا کہ اس گاڑی کو پانی پت میں روکنے کے لئے فوج بھیجی جائے لیکن کسی پر میری بات کا اثر نہ ہوا۔ اب گاڑی یہاں پہنچ گئی ہے اور ہمیں مصیبت میں ڈال دیا گیا ہے۔ (فتح محمد خاں...... غداروں کے خطوط، ص ۱۷۵)

۷ ستمبر: فوجی کونسل نے دوسرے دن انگریزوں پر حملہ کرنے کا ارادہ کرلیا اور یہ اعلان کردیا گیا کہ جو کوئی شخص، خواہ وہ ہندو ہو یا مسلمان، حملہ میں امداد کرے گا، وہ لوٹ مار میں بھی حصہ دار ہوگا اور جو کوئی گورکھوں، سکھوں اور انگریزوں کو گرفتار کرے گا، اسے انعام سے سرفراز کیا جائے گا۔ یہ احکام پریڈ کے وقت فوج کو سنائے گئے۔

اطلاع ملی کہ چار سو انگریز چار توپوں سمیت لشکر میں پہنچ گئے ہیں اور یہ کہ انگریز مورچے بنانے میں مصروف ہیں۔ (جیون لال، ص ۲۴۸)

آج شام دو بجے بادشاہ سلامت نے ایک حکم جاری کیا ہے جس کی شہر بھر میں منادی کی گئی ہے۔ اس میں کہا گیا ہے کہ ہر شخص کو، خواہ وہ مسلمان ہو یا ہندو، خواہ شاہی ملازم ہو یا نہ ہو، خواہ وہ اس شہر کا باشندہ ہو یا نہ ہو، چاہیے کہ وہ محاذ پر دشمن کا مقابلہ کرے۔ فتح کے بعد سوائے اسلحہ اور بارود کے لوٹ مار کا سارا سامان جس کے ہاتھ آئے گا، اسی کا ہوگا۔ ہر شخص کو چاہیے کہ وہ اس مقصد کے لئے جان و مال کی بازی لگا دے۔ اس شہر کے لوگوں کی زندگی اور مستقبل کا انحصار اسی جنگ پر ہے۔ ہر وہ شخص جو جان بوجھ کر اپنی ذمہ داری ادا کرنے میں غفلت کرے گا، اسے ملک کا دشمن تصور کیا جائے گا۔

(تراب علی..... غداروں کے خطوط، ص ۱۷۸)

سات تاریخ بروز سوموار کی شام کو دہلی کے سامنے سرگرم طور پر کارروائیوں کا آغاز کر دیا گیا جبکہ قدسیہ باغ (پرانا کسٹم ہاؤس) اور قلعہ لڈلو پر قبضہ کر لیا گیا۔ رات کے دوران اپنے دائیں محاذ پر توپوں کے دو مورچے قائم کئے گئے جن کا باغیوں کو پتہ نہ چل سکا۔

(انٹیلی جنس ریکارڈز، جلد اوّل، ص ۸۵۔۸۶)

۸ ستمبر: گزشتہ شب انگریز قدسیہ باغ کے مورچہ کی تعمیر ختم کر دینے میں مصروف تھے اور وہاں سے انہوں نے گولہ باری شروع کی۔ ان کے گولے کشمیری دروازہ اور موری دروازہ پر پڑ رہے تھے۔ مختلف دمدموں کے سپاہی شدید جنگ میں مصروف رہے۔ گولے یکے بعد دیگرے شہر میں آ رہے تھے..... خبر ملی کہ شہر کی توپوں نے ایک انگریزی توپ کو خاموش کر دیا۔ شہر میں گولے تو بہت سے گرے لیکن نقصان بہت کم ہوا۔ منشی سلطان سنگھ کی چھت پر ایک شخص معائنہ کرتا ہوا دیکھا گیا۔ اس کے بعد وہ ایک ہندو کے مکان میں چلا گیا۔ بہر حال اسے اس شبہ پر کہ وہ انگریزوں کو اشارات سے بتا رہا ہے، اسے قتل کر دیا گیا۔ (جیون لال، ص ۲۴۸۔۲۴۹)

۱۰ ستمبر: انگریزی فوج کی گولہ باری نے کشمیری دروازہ، کابلی دروازہ اور پانی والے برج کے مورچہ کو خاموش کر دیا ہے۔ شاہی برج بالکل تباہ ہو گیا ہے۔ برج سے لے کر جا لعہ تک شہر کی دیوار مسمار ہو چکی ہے۔ باغیوں نے کابلی دروازے کو اینٹوں اور پتھروں سے چن دیا ہے۔

(گوری شنکر غداروں کے خطوط، ص ۱۸۳۔۱۸۴)

۱۱ ستمبر: آج کی جنگ میں باغی فوج کی کیولری کو کافی نقصان اٹھانا پڑا۔ اس کے بیشمار سوار ہلاک اور زخمی ہوئے۔ (فتح محمد خاں غداروں کے خطوط، ص ۱۸۵)

۱۲ ستمبر: منادی کرا دی گئی کہ بادشاہ بہ نفس نفیس آج رات کو انگریزوں پر حملے کی کمان

کریں گے اور انہیں تباہ کر دیں گے اور تمام شہر کو دعوت دی گئی کہ وہ بھی انگریزی لشکر پر حملے میں شریک ہوں اور انگریزوں سے لڑیں۔ اعلان میں ہندوؤں اور مسلمانوں دونوں سے درخواست کی گئی تھی کہ وہ اس کام کے لئے حلف اٹھالیں۔ اس اعلان کی وجہ سے دس ہزار سے زیادہ مسلمان کشمیری دروازہ کے قریب جمع ہو گئے اور بادشاہ کی آمد کا آدھی رات تک انتظار کرتے رہے۔ اس کے بعد مجمع بتدریج ٹوٹتا گیا اور بالآخر منتشر ہو گیا۔ (جیون لال، ص ۲۵۲)

۱۳ ستمبر: جنرل محمد بخت خاں کے کیمپ میں ایک گولہ گرا جس سے کئی سپاہی زخمی ہوئے اور دو یا تین مر گئے۔ کارتوسوں کی پیٹی بھی بھک سے اُڑ گئی۔ رات دن گولہ باری ہوتی رہی اور توپوں کا جواب توپیں دیتی رہیں۔ قاضی محلہ اور سعادت علی خاں کی نہر کے گرد و پیش کے باشندے اپنے اپنے مکان کو چھوڑ کر شہر کے دور دراز محلوں میں چلے گئے...... انگریزوں نے لال دروازہ کے سامنے ایک مورچہ قائم کر رکھا تھا۔ انہوں نے کشمیری دروازہ میں سوراخ کر دیئے تھے اور وہ یہ سمجھے بیٹھے تھے کہ راتوں رات شہر میں داخل ہو جائیں گے......شہر میں منادی کرادی گئی کہ کل ہر باشندہ انگریزوں پر حملہ آور ہوگا...... بڑی بھاری میدانی توپ تمام رات شہر پر گولہ باری کرتی رہی۔ سب باشندے رات بھر پریشان رہے۔ (جیون لال، ص ۲۵۳)

سقوطِ دہلی

۱۴ ستمبر: افواہ تھی کہ انگریز شہر پر حملہ کرنے والے ہیں۔ مرزا مغل نے محل کی تمام فوجوں کو حکم دے دیا کہ مدافعت میں شریک ہوں۔ آج یہ معلوم ہو گیا کہ عنقریب دہلی میں گھمسان کی لڑائی ہونے والی ہے۔ سپاہی بیشتر حصہ خندقوں ہی میں چھپے رہے۔ بالآخر انگریزوں نے کشمیری دروازے اور علی برج کے دمدمے پر قبضہ کر لیا۔ چند گورے اور سکھ اور کرایہ کے سپاہی ہمت کر کے جامع مسجد تک آئے اور سپاہیوں کو پیچھے ہٹا دیا۔ جامع مسجد میں کئی ہزار مسلمان جمع تھے، انہوں نے انگریزوں پر حملہ کیا اور ان میں سے کئی سپاہیوں کو قتل کر ڈالا، یہاں تک کہ گورے بھاگ گئے۔ بیگمی باغ میں بھی سخت معرکہ رہا جہاں تقریباً چار سو گورے وغیرہ مارے گئے۔ دوپہر کے قریب مسلمانوں نے انگریزوں کا مقابلہ کرنا بند کر دیا...... بادشاہ نے کہا کہ کل میں شہر کے تمام ہندوؤں اور مسلمانوں کو ساتھ لے کر متحدہ طاقت سے

انگریزوں پر حملہ کروں گا۔ (جیون لال، ص۲۵۴)

۱۵ر ستمبر: پانچ سو انگریز لال ڈگی پر آئے۔ انہوں نے سپاہیوں پر حملہ کیا اور انہیں قلعہ میں دھکیل دیا۔ پھر سپاہی بڑی تعداد میں نکلے اور انگریزوں کو مار بھگایا۔ چند انگریز، جو بچ رہے، وہ فرار ہو کر ساہوکاروں کے گھروں میں چلے گئے۔ شہر کے دروازے بند کر دیئے گئے اور کسی کو باہر جانے کی اجازت نہ دی گئی۔ انگریز دیواروں کے ساتھ خندقیں کھود رہے ہیں۔ شہر میں سخت افراتفری کا عالم ہے۔ جہاں پناہ نے قلعہ کے دفاع کے لئے پوری طرح چوکس رہنے کا حکم دیا ہے۔ انہیں بتایا گیا کہ انگریز ساہوکاروں کے گھروں اور گرجے میں چھپے ہوئے ہیں۔ جہاں پناہ نے حکم دیا کہ انہیں باہر نکال کر ہلاک کر دیا جائے۔ باغیوں نے گلاب چند اور میر چند ساہوکاروں کے مکان پر ایک توپ کے ساتھ مورچہ قائم کر لیا ہے۔ بلب گڑھ سے شہر میں کوئی رسد نہ آئی، اس لئے جہاں پناہ نے ایک پروانہ روانہ کیا۔ ساہوکاروں نے انگریزوں کو چند لاکھ روپے دیئے ہیں۔ احکامات جاری کئے گئے ہیں کہ انہیں قید کر لیا جائے۔ دونوں متحارب فریقوں کے مورچے اور توپ خانے ایک دوسرے کے بہت قریب ہیں۔

(انٹیلی جنس ریکارڈز، جلد اول، ص ۹۷)

انگریزی جھنڈا کشمیری دروازے کے اوپر لہرا کر انگریزی فوج کی فتح کا اعلان کر رہا ہے۔ سنا ہے کہ باقی فوج کے سب دستے قطب صاحب جانے والی سڑک اور دوسرے راستوں سے ریواڑی کی طرف بھاگ رہے ہیں لیکن اجمیری دروازے کے قریب ابھی بھی ان کی ایک بڑی تعداد موجود ہے۔ سوار بھاگنے والے سپاہیوں کو واپس آ کر لڑنے کے لئے آمادہ کرنے کی کوشش کر رہے ہیں لیکن کوئی واپس نہیں آتا۔ شہر میں دہلی دروازے تک باغیوں کی کوئی تعداد موجود نہیں۔ انگریزی فوج اپنی توپیں کنٹونمنٹ سے شہر میں لے آئی ہے اور توپ کے گولے شاہی محل پر گر رہے ہیں۔ جنرل ولسن اور کرنل بچر دونوں شہر میں ہیں۔ انگریزی فوج نے شہر پر دو طرف سے حملہ کیا تھا، ایک تیلی واڑہ (موری دروازہ) کی طرف سے اور دوسرا کشمیری دروازہ کی طرف سے۔ کشمیری دروازہ پر حملہ کرنے کے دوران ہمارے تقریباً ایک سو پچاس آدمی ہلاک اور زخمی ہوئے۔ جیند کی فوج کے پانچ یا چھ سوار بھی اس حملے میں مارے گئے۔ شہر کے جس جس حصہ میں ہمارا قبضہ ہوا ہے، وہاں کی تمام دکانیں لوٹ لی گئی تھیں۔ انگریزی حکام نے شہر کے دروازوں پر پہرہ لگا دیا ہے اور لوٹا ہوا سامان سپاہیوں سے لے کر ایک محافظ کے سپرد کیا جا رہا ہے۔ اس حملے کے دوران تقریباً دو ہزار باغی ہلاک اور تقریباً ایک ہزار زخمی ہوئے تھے...... اس حملے کے دوران کشمیر کی فوج تیلی واڑہ کے قرب و جوار میں تھی۔ جب باغی فوج نے

ان پر گولہ باری شروع کی تو یہ فوج اپنی تمام توپیں چھوڑ کر بھاگ نکلی جو دشمن کے قبضے میں آ گئیں۔ انگریزی فوج نے بڑی مشکل سے یہ توپیں واپس لیں۔ اس حملے میں انگریزوں کا کافی نقصان ہوا۔ سینکڑوں باغی بھی اس حملے میں مارے گئے۔ اگر انگریزی فوج مداخلت نہ کرتی تو یہ توپیں اب بھی دشمن کے ہاتھ میں ہوتیں۔ (رجب علی...... غداروں کے خطوط، ص ۱۸۹)

۱۶ ستمبر: بروز بدھ علی الصبح انگریز کشمیری دروازہ، موری دروازہ اور لاہوری دروازہ کو کھلا پاکر اُن اطراف سے حملہ کرنے کے لئے آئے۔ وہ لال ڈگی کے نزدیک تک چلے گئے۔ تقریباً تین سو انگریز ہلاک کر دیئے گئے۔ باقیوں کو زک دے کر واپس گرجا گھر اور میگزین تک ہٹنے پر مجبور کر دیا گیا۔ کشمیری دروازہ، موری دروازہ اور لاہوری دروازہ انگریزوں کے قبضے میں ہیں اور وہ نہر شہادت خاں، بہاول پورہ اور علاقہ لاہوری دروازہ پر قابض ہیں۔ زیریں قلعہ اور لال ڈگی پر اور ترکمانی اور اجمیری دروازوں کے باہر باغی فوج کا قبضہ ہے۔ بادشاہ سلامت محل میں بند ہیں۔ قلعہ کے دروازے تباہ ہو چکے ہیں۔ شہر کے اندر کوئی رسد نہیں آتی۔ اشیا کی شدید قلت اور مہنگائی ہے۔ سڑکیں اب گزرنے کے قابل نہیں رہیں کیونکہ گوجر لوٹ مار میں مصروف ہیں۔ انہوں نے سینکڑوں مفرور سواروں اور پیادوں کو ہلاک کر ڈالا ہے۔ گلاب چند اور ساہوکار حراست میں ہیں اور ان پر محافظ متعین ہیں۔ کوتوال نے رپورٹ دی ہے کہ گوجروں نے شاہی پولیس کو تھانہ بدر پور سے چلے جانے پر مجبور کر دیا۔ سینکڑوں باشندے اور سپاہی بھاگ گئے ہیں جبکہ دوسرے کہتے ہیں کہ وہ ابھی لڑیں گے اور دیکھیں گے۔ انگریز سیاہ برج میں ہیں۔ اسلحہ سے لدی ہوئی چار سو گاڑیاں پنجاب سے انگریزی کیمپ میں پہنچ گئی ہیں۔ لڑائی کے دوران سکھ انگریزی کیمپ سے تھانیسر کی جانب بھاگ گئے۔ انگریز لاہوری دروازے کی جانب کے مکان ہٹا رہے ہیں۔ (انٹیلی جنس ریکارڈز، جلد اوّل، ص ۹۷۔۹۸)

۱۷ ستمبر: بادشاہ قلعے میں ہے اور اس کے ساتھ دو تین ہزار آدمی ہیں جن کا اعلان ہے کہ وہ آخر دم تک لڑیں گے، تاہم محل میں آج زبردست گولہ باری کی جا رہی ہے۔

(انٹیلی جنس ریکارڈز، جلد اوّل، ص ۵۲۰)

بادشاہ نے دربار منعقد کیا۔ فوج کے بہت سے افسر حاضر تھے۔ انہوں نے توجہ دلائی کہ فوج کے بہت سے سپاہی بھاگ رہے ہیں اور درخواست کی کہ جہاں پناہ قلعہ کی سلامتی کا بندوبست کریں۔ جہاں پناہ نے جواب دیا کہ تم رعایا کی حفاظت کا ذمہ لو، قلعہ کی سلامتی میری ذمہ داری ہے۔ افسر غصے میں بھرے ہوئے واپس چلے گئے۔

ایک سو سواروں کے رسالہ اور پانچ سو سپاہیوں کو پل کے ذریعے بھاگتے ہوئے دیکھا گیا۔
جہاں پناہ نے حکم دیا کہ انہیں واپس لایا جائے۔ جب وہ بادشاہ سلامت کے سامنے حاضر کئے گئے تو جہاں پناہ نے انہیں مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ تم نے شہر میں افراتفری پیدا کی اور پورے ملک کو اوپر تلے کر کے رکھ دیا اور اب تم بھاگ رہے ہو، ایسا نہیں ہوگا۔ تم سے جہاں تک ہو سکے، انگریز سپاہیوں سے لڑو۔ پس انہیں قلعہ کی دیواروں کے نیچے کیمپ میں چلے جانے پر مجبور کر دیا گیا۔

انگریزی فوج نہر کے قرب و جوار، لاہوری دروازہ اور چاندنی چوک پر مشتمل شہر کے نصف حصے پر قابض ہے۔ حوض قاضی کا چوتھائی حصہ، خواص بازار، محل کے باہر کا علاقہ اور دریا گنج باغی فوج کے قبضے میں ہیں۔ انگریزی کیمپ حسب سابق ٹیلے پر ہے۔ رعایا چارسُو بھاگی جا رہی ہے۔ وہ لوگ جو اپنے گھروں میں بند ہیں اور انہوں نے ایک آدھ ہفتے کے لئے رسد وغیرہ مہیا کر رکھی ہے، باہر آنے کی جرأت نہیں کرتے۔ قلعہ اور گھروں کے دروازے بند ہیں۔ جہاں پناہ قلعہ میں ہیں۔ شہر میں افراتفری کا عالم ناقابلِ وضاحت ہے۔ انگریزوں کے مورچے قلعہ کے نزدیک سے لے کر لاہوری دروازے تک پھیلے ہوئے ہیں۔ جنرل کو یقین ہے کہ دو تین دنوں یا زیادہ سے زیادہ ایک ہفتے میں شہر اور قلعہ مکمل طور پر سر کر لیا جائے گا۔

ہندوؤں اور مسلمانوں کے درمیان سخت عداوت ہے۔ مسلمان ہندوؤں کو الزام دیتے ہیں کہ انہوں نے انگریزوں کے ساتھ لڑائیوں میں ان کی مدد نہیں کی۔

(انٹیلی جنس ریکارڈز، جلد اول، ص ۱۰۵۔۱۰۶)

۱۸ ستمبر: آج صبح کوشش کی گئی کہ دائیں جانب سے بڑھ کر لاہوری دروازے پر قبضہ کیا جائے مگر راستے میں غیر متوقع مزاحمتوں کے باعث کامیابی حاصل نہ ہو سکی۔ فوجی دستے ہلکا سا نقصان اٹھا کر پیچھے ہٹ آئے اور اپنے زخمیوں کو ساتھ لے آئے۔ اب ایک اور منصوبے پر عمل کیا جائے گا۔

سلیم گڑھ پر فائرنگ کم کر دی گئی ہے اور محل پر لگاتار گولے برسائے جا رہے ہیں۔ دشمن لاہوری اور اجمیری برج اور دریا گنج پر بدستور قابض ہیں۔ ہمارے زیر تسلط مقامات کے باسیوں نے اپنے گھر چھوڑ دیئے ہیں۔ عورتیں، بچے اور بوڑھے آدمی بھاری تعداد میں بحفاظت باہر چلے گئے ہیں۔ جنرل ولسن نے تمام آدمیوں کو، جن کے پاس ہتھیار نہیں یا جو اپنے ہتھیار ہمارے حوالے کر دیں، شہر سے باہر جانے کی اجازت دے دی ہے۔ (گریٹ ہیڈ ... انٹیلی جنس ریکارڈز، جلد اول، ص ۱۰۹۔۱۱۰)

۱۹ ستمبر: باغی فوج نے قلعہ کے نیچے لال ڈگی کے قریب اور ترکمانی اور اجمیری دروازہ

کے باہر پوزیشن لے رکھی ہے۔ بادشاہ قلعے کے اندر بند ہے۔ قلعے کے دروازے تباہ ہو چکے ہیں۔

(انٹیلی جنس ریکارڈز، جلد اوّل، ص ۹۷)

مسٹر گریٹ ہیڈ رات کو انتقال کر گئے۔ مسٹر سی۔ بی۔ سانڈرس نے ان کی جگہ فرائض سنبھال لئے۔ (انٹیلی جنس ریکارڈز، جلد اوّل، ص ۱۲۲)

۲۰ ستمبر: باغیوں نے دہلی خالی کر دی اور بیرون دہلی دروازے کے کیمپ سے متھرا کی جانب فرار ہو گئے۔ بادشاہ اور اس کے خاندان نے ہمایوں کے مقبرے میں پناہ لی۔ ہم نے محل کے دروازے کو اڑا دیا اور محل اور سلیم گڑھ پر قبضہ کر لیا۔ (انٹیلی جنس ریکارڈز، جلد اوّل، ص ۱۲۲)

بادشاہ کے متعلق یہ افواہ بڑی مقبول ہے کہ وہ آخری وقت ہیرا نگلنے کے لئے تیار بیٹھا ہے۔

(انٹیلی جنس ریکارڈز، جلد اوّل، ص ۱۱۱)

۲۱ ستمبر: دہلی سارے کا سارا مکمل طور پر ہمارا ہے۔ آج ایک بھی گولی نہیں چلائی گئی...... جب محل پر گولہ اندازی کی گئی اور دروازوں کو بارود سے اڑایا گیا تو اس کے اندر دس سے زیادہ آدمی نہیں تھے۔ وہ سب ہلاک کر دیئے گئے...... تھیلے میں ڈالے گئے اڑھائی سو پونڈ پاؤڈر نے بھاری بھرکم دروازوں کے قبضوں کو اڑا دیا...... دہلی حاصل کرنے میں ہمارے اکسٹھ افسر اور تیرہ سو آدمی ہلاک و زخمی ہوئے۔ (انٹیلی جنس ریکارڈز، جلد اوّل، ص ۱۲۵)

میں یہ اطلاع دیتے ہوئے خوشی محسوس کرتا ہوں کہ کیپٹن ہڈسن اور مولوی رجب علی کی کوششوں سے دہلی کا بادشاہ اس واحد شرط کے تحت اسیری قبول کرنے پر آمادہ ہوا کہ اس کی اور بیگم زینت محل کی جاں بخشی کر دی جائے گی۔ اب وہ میرے تحت قیدی کی حیثیت سے ایک یورپین گارڈ کی حفاظت اور سخت نگرانی میں متذکرہ بالا بیگم کے مکان میں رکھا گیا ہے۔

(سی۔ بی۔ سانڈرس...... انٹیلی جنس ریکارڈز، جلد اوّل، ص ۱۲۳)

۲۲ ستمبر: آج صبح کیپٹن ہڈسن سواروں کے ایک مضبوط دستے کے ساتھ پھر نکلے اور ہمایوں کے مقبرے کو گھیرے میں لے کر بادشاہ کے فرزندوں مرزا مغل، مرزا خضر سلطان اور اس کے پوتے مرزا ابوبکر کو (جو اس سرکشی میں بہت نمایاں رہے) گرفتار کر لیا اور انہیں قیدی بنانے کے بعد موقع پر گولیوں کا نشانہ بنا دیا۔ (انٹیلی جنس ریکارڈز، جلد اوّل، ص ۱۲۳)

برطانوی دستے دہلی کے بادشاہوں کے محل میں قیام پذیر ہو گئے اور شہر پر قبضہ مکمل ہو گیا۔

(انٹیلی جنس ریکارڈز، جلد اوّل، ص ۱۱۸)

یکم اکتوبر: کل بریگیڈیر شاورز اس تھوڑی سی فوج کے ساتھ، جسے لے کر وہ قطب صاحب گئے ہوئے تھے، واپس آ گئے۔ انہوں نے دہلی کے لوگوں کی ایک بڑی تعداد کو ہمایوں کے مقبرے اور قطب صاحب میں پایا اور انہیں پرے دھکیل دیا۔ وہ شدید خستہ حالی کی کیفیت میں ارد گرد کے پورے علاقے میں بکھرے ہوئے ہیں۔

(انٹیلی جنس ریکارڈز، جلد اوّل، ص ۵۲۶)

۶/اکتوبر: شہر بالکل ویران پڑا ہے۔ فوجی حکام باشندوں کو اپنے گھروں کو واپسی کے سخت مخالف ہیں۔ میں بہرکیف انہیں اس امر پر آمادہ کرنے کے سلسلے میں بہت مضطرب ہوں کہ معزز ہندو تاجر خاندانوں، بنیوں اور خاص کر پیشہ ور افراد کو اجازت دی جائے کہ وہ اپنے کاموں پر واپس آئیں، مگر ہنوز کوئی کامیابی حاصل نہیں ہوئی۔ میں تصور کرتا ہوں کہ درحقیقت متذکرہ بالا افراد کو شہر سے نکالے رکھنے کی کوئی وجہ نہیں کیونکہ انہیں شہر میں داخل ہونے اور دوبارہ اپنے دھندوں میں لگ جانے کی اجازت دینے میں کسی خطرے کی توقع نہیں۔ مسلمان آبادی کا معاملہ مختلف ہے جنہوں نے ہمارے خلاف پُرتشدد اور نمایاں کردار ادا کیا ہے۔

(سانڈرس بنام ولیم میور ... انٹیلی جنس ریکارڈز، جلد اوّل، ص ۱۹۰)

۸/اکتوبر: جنرل ولسن کے بیانات کیپٹن ہڈسن کے خط، دونوں سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ دہلی کی آبادی اب بھی دہلی سے ایک فاصلے پر گھوم پھر رہی ہے اور اسے واپسی کی اجازت نہیں۔ کیا حقیقت ایسے ہی ہے اور کیا یہ حکمتِ عملی جاری رکھنے کا ارادہ ہے؟ کیا اس سے وہ لوگ غیر قانونی حرکات کی طرف نہیں دھکیلے جا رہے؟ اور کیا مثالی سزائیں عائد کرنے کے بعد امن پسند اشخاص کو واپس آنے کی اجازت دے دینا مناسب نہیں؟

(انٹیلی جنس ریکارڈز، جلد دوم، ص ۸۴)

بربادی کا عالم

(بال): ہنگامے کے کئی ہفتوں بعد تک شہر اور اُس کے گردونواح کی حالت انتہائی خراب رہی۔ شہر کی چاردیواری مسمار ہوگئی تھی۔ چاروں طرف تباہی ہی تباہی نظر آتی تھی اور شہر کھنڈر بن گیا تھا۔ کرنال والی سڑک پر لاہوری دروازے سے لے کر سبزی منڈی تک...... جابجا مرے ہوئے گھوڑے اور بیل پڑے تھے جن کی چمڑی سوکھ کر اُبھری ہوئی ہڈیوں سے چمٹ گئی تھی۔ اِدھر اُدھر اُن گڑھوں کے نشان اب بھی باقی تھے جہاں سڑک پر اور اُس کے کنارے لڑائی لڑی گئی تھی۔ لاہوری دروازے اور بدلی کی سرائے کے درمیان یا تو تمام درختوں کو جڑ سے کاٹ کر پھینک دیا گیا تھا یا اُن کی تمام ڈالیاں چھانٹ دی گئی تھیں۔ امیروں کے باغات اور باغات والے مکانات قریب قریب ملبے کا ڈھیر بن گئے تھے جہاں انسانوں اور جانوروں کی لاشوں پر گدھ منڈلاتے تھے اور درندے جن کا گوشت نوچ نوچ کر کھاتے تھے۔ کہیں کہیں کسی گورے کی لاش بھی دکھائی دے جاتی تھی جو محاصرے میں کام آیا تھا اور اب بے گوروکفن پڑا تھا اور جس کے ساتھی تک اسے فراموش کر چکے تھے۔ لاش کے چاروں طرف چیتھڑے، کارتوس کے خول اور گولوں کے ٹکڑے بکھرے ہوئے تھے۔ سبزی منڈی کے اطراف سارے باغات اور کھیت بالکل اُجڑے پڑے تھے۔ سرائے کے گردونواح میں نوابوں اور رئیسوں کے خوشنما مکانات، جو آرائش وزیبائش میں لاجواب تھے، اب کھنڈر بن چکے تھے۔ ان کی منہدم دیواریں، ٹوٹی ہوئی چھتیں اور ملبے سے اَٹے ہوئے صحن اس خونریز لڑائی کی شہادت دیتے تھے جو یہاں لڑی گئی تھی اور جس میں فریقین نے بے جگری سے حصہ لیا تھا۔ موری دروازے اور کشمیری دروازے کے سوا، جو شہر کے شمال میں واقع ہیں، دفاعی لائن سے یہ پتہ نہیں چلتا تھا کہ شہر میں کچھ تباہی مچی ہے لیکن اندرونِ شہر پناہ حالت ناگفتہ بہ تھی۔ کشمیری دروازے سے شہر میں داخل ہوتے ہی مین گارڈ کی تباہی صاف نظر آتی تھی۔ اس کے برابر سینٹ جیمس کا گرجا تھا جس کو بڑا نقصان پہنچا تھا اور گرجا کے اوپر لگی ہوئی صلیب تک تباہی کے نشانات دکھائی دیتے تھے۔ یہاں سے لے کر بادشاہ کے محل تک سارے علاقے میں مکانات بالکل تباہ و برباد ہوگئے تھے اور بہت سے آگ لگنے کے باعث جل کر خاکستر ہوگئے تھے۔ دہلی بنک کی شاندار عمارت جہاں کبھی بیگم سمرو رہا کرتی تھی، مٹی کا ڈھیر بنی ہوئی تھی اور دیواروں اور ایک [illegible] مدے کے سوا

کسی چیز کا نشان تک باقی نہیں رہا تھا۔ یہاں سے چاندنی چوک کو جانے والی تنگ سی سڑک کے تمام مکانات اس بات کا بیّن ثبوت فراہم کرتے تھے کہ انگریزوں نے شہر کا دفاع کرنے والوں پر کتنی شدید گولہ باری کی تھی، اور یہ ثبوت ہر اُس گلی اور اُس سڑک پر ملتا تھا جہاں شہر والوں نے شاہی محل کی جانب پسپا ہوتے ہوئے مقابلہ کیا تھا۔ لیکن تباہی صرف گلیوں اور کوچوں تک محدود نہیں تھی، کھلے میدان اور بڑی بڑی سڑکیں بھی اس کا نشانہ بنی تھیں جہاں آزادی پسندوں نے محرابیں اور نمائشی دروازے بنائے تھے جنہیں بعد میں انگریزی فوج نے منہدم کر دیا۔ گولہ باری کی وجہ سے سڑکیں جگہ جگہ سے کٹ پھٹ گئی تھیں اور اُن میں گڑھے پڑ گئے تھے۔ دکانوں کے دروازے اور بڑے بڑے در جابجا بکھرے پڑے تھے کیونکہ وہ مکان ہی جل گئے تھے یا منہدم ہو گئے تھے جن کی یہ زینت تھے۔ ریت کی بوریاں، جن سے دفاعی مورچوں کا کام لیا گیا تھا، جابجا پڑی ہوئی تھیں۔ البتہ شہر کے سات میں سے تین دروازے...... شمال مشرقی حصے میں پرانی چھاؤنی کی جانب کشمیری دروازہ، شاہی محل کے باب الداخلہ کے سامنے بجانب مغرب لاہوری دروازہ اور میرٹھ کو جانے والی سڑک اور دریائے جمنا کے کشتیوں والے پُل کی جانب واقع کلکتہ دروازہ...... اب بھی قابلِ استعمال تھے۔ باقی چار دروازوں کو محاصرہ کے دوران شہر والوں نے بند کر دیا تھا۔ مغلوں کا یہ عروس البلاد کھنڈروں اور ملبے کا ڈھیر بن کر رہ گیا تھا۔ مکانوں میں اور سڑکوں پر ہُو کا عالم تھا۔ کوئی آدمی اس کی حفاظت کے لئے موجود نہ تھا اور اُس کے تباہ شدہ دروازوں اور منہدم میناروں پر ویرانی اور بربادی چھائی ہوئی تھی۔ بھنگی دِلّی کے اُن ہزاروں لوگوں کی لاشوں کو جمع کر کے گڑھوں میں دبا رہے تھے جو تختِ شاہی کو بحال کرنے کے لئے اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھے تھے، اور اب پورے شہر میں ایک بھی آدمی ایسا نہ تھا جو اپنے فاتحوں کے خلاف چوں بھی کر سکے۔

(ماہنامہ خیال لاہور، ۱۸۵۷ نمبر، ص ۶۶۔ ۶۷)

شاہی خاندان کی بپتا

بادشاہ کی گرفتاری کا حال

ہڈسن بنام سانڈرس (۲۸ رنومبر): جب مجھے اندازہ ہوا کہ بادشاہ واقعی باغیوں کے ساتھ فرار ہونے کی غرض سے قلعہ خالی کر چکے ہیں اور فوری طور پر ہماری کوئی فوج ان کا پیچھا کرنے کے لئے نہیں بھیجی جا سکتی تو میں نے میجر جنرل (ولسن) سے اس بات کی اجازت چاہی کہ بادشاہ کو یا تو کسی نہ کسی طرح فرار ہونے سے روکوں یا انہیں اس بات پر راغب کروں کہ وہ خود کو میرے حوالے کر دیں۔

اس غرض سے میں نے مرزا الٰہی بخش کو طلب کیا اور ان کی معرفت زینت محل اور ان کے والد (احمد قلی خاں) سے سلسلۂ گفت و شنید جاری کیا۔ ان لوگوں کے مطالبات شروع میں بہت غیر ضروری قسم کے تھے۔ بیگم کہتی تھیں کہ ان کے لڑکے جواں بخت کو ولی عہد تسلیم کیا جائے اور اس کے لئے تختِ شاہی کی وراثت کی ضمانت دی جائے۔ بادشاہ کا مطالبہ یہ تھا کہ ان کی پنشن بغیر کسی تخفیف کے جاری کی جائے اور پچھلے پانچ ماہ کی ہنگامۂ مئی سے تا حال فوراً ادا کی جائے۔ میں نے انتہائی مشکل کے ساتھ بادشاہ کو ان کے صحیح حالات کا اندازہ کرایا جن میں وہ اس وقت گھرے ہوئے تھے اور جن کی رُو سے یہ قطعی ناممکن تھا کہ بادشاہ یا ان کے خاندان کا کوئی فرد اس تخت کو دوبارہ حاصل کر سکے جس کو وہ کھو چکے تھے۔

بہت قیل و قال کے بعد جب ان پر یہ حقیقت روشن ہوگئی کہ بادشاہ اور شہزادوں کی نہ صرف آزادی بلکہ زندگی بھی خطرے میں ہے تو میں نے ان کے لڑکے (جواں بخت) اور ان کے والد کی جان کی حفاظت کی ذمہ داری لیتے ہوئے بیگم کو اپنے مقصد کے لئے ہموار کر لیا اور ان سے یہ شرط لے لی کہ وہ بادشاہ کو اپنے ذاتی اثر سے اس بات پر مجبور کریں گی کہ وہ خود کو میرے حوالے کر دیں۔ مرزا الٰہی بخش نے اس کے بعد بادشاہ کی سواری کا تعاقب کیا اور قطب صاحب کے راستے میں ان کو جا لیا اور اس بات پر آمادہ کر لیا کہ وہ درگاہ نظام الدین نزد مقبرہ ہمایوں کو لوٹ چلیں۔ بادشاہ وہاں آ کر زینت محل سے ملے اور تمام

لوگ مقبرہ ہمایوں میں آ گئے۔ جس روز دہلی دشمنوں سے خالی ہوئی، اس دن شام کو مرزا الٰہی بخش یہ مژدہ لے کر میرے پاس آئے۔ اگلے روز صبح میں نے ان کو دوبارہ بھیجا۔ مولوی رجب علی اور گھوڑسواروں کا ایک مختصر سا دستہ بھی ان کے ساتھ تھا۔ کچھ توقف کے بعد میں نے اپنے پچاس سپاہی اور بھیجے۔

مقبرے کے قریب مولوی رجب علی کی پارٹی پر حملہ ہوا اور چار گھوڑسوار زخمی ہو گئے۔ لیکن یہ ظاہر تھا کہ یہ حملہ بادشاہ کی پارٹی کا نہیں بلکہ کچھ جذباتی قسم کے لوگوں کا تھا، اس لئے میں نے یہ ضروری نہیں سمجھا کہ بادشاہ کی گرفتاری میں کسی قسم کے پس وپیش سے کام لیا جائے، لہٰذا میں نے رسالدار مان سنگھ کو اٹھارہ جوانوں کے ساتھ مولوی رجب علی کے پاس بھیجا اور یہ حکم دیا کہ اگر بادشاہ کو اغوا کرنے کی کوشش کی جائے تو مجھے فوراً اطلاع دو اور جو شخص بھی مقبرے سے باہر جانے کی کوشش کرے، اسے گولی سے اڑا دو۔ میں موقع پر موجود رہا لیکن عمارتوں کی آڑ میں ہو گیا تا کہ نظر نہ آ سکوں۔ مولوی رجب علی کو ہدایت دے دی گئی تھی کہ وہ بادشاہ کو بتا دیں کہ اگر وہ خاموشی سے باہر آ کر خود کو حوالے کر دیں تو میں (ہڈسن) ان کی حفاظت کا ضامن ہوں لیکن اب اگر انہوں نے مقبرے سے فرار ہونے کا ارادہ کیا تو دروازے کی کمان میرے ہاتھ میں ہے، میں بغیر کسی رحم کے ان کو اور ان کے لواحقین کو گولی مار دوں گا۔

دو تین گھنٹے کے طویل انتظار کے بعد رسالدار نے آ کر اطلاع دی کہ بادشاہ آ رہے ہیں۔ مرزا الٰہی بخش اور مولوی رجب علی بذاتِ خود بادشاہ کی پالکی کے ہمراہ چل رہے تھے۔ بادشاہ کی پالکی کے بالکل پیچھے بیگم کی پالکی تھی۔ پھر بادشاہ کے ملازمین اور ان کے پیچھے قلعہ اور شہر سے بھاگے ہوئے پناہ گزینوں کا ایک جمِ غفیر تھا۔ پالکیاں رک گئیں اور بادشاہ نے یہ پیغام میرے نام بھیجا کہ وہ خود میری زبان سے اپنی جاں بخشی کے الفاظ سننے کے خواہشمند ہیں۔ میں اپنے گھوڑے پر بیٹھ کر ادھر کی طرف بڑھا لیکن حفظِ ماتقدم کے طور پر میں نے اپنے سپاہیوں کو بادشاہ کی پارٹی اور اس مجمع کے درمیان کھڑا کر دیا جو پیچھے پیچھے چلا آ رہا تھا۔ بظاہر ان کے ارادے خطرناک معلوم دے رہے تھے۔ میں نے ایک لمحے کے لئے توقف کیا اور پھر فوراً بادشاہ اور بیگم کے قریب پہنچ گیا۔ جو عہد میں نے ان سے کیا تھا اس کی بابت دونوں احتجاج اور خوف کا مظاہرہ کر رہے تھے کیونکہ میں نے ان سے یہ شرط لے لی تھی کہ وہ فرار ہونے کی کوشش نہیں کریں گے، جس کا کہ اس وقت پورا امکان تھا۔ پھر میں نے خاصی بلند آواز میں، ایسے کہ سب سن سکیں، اپنے سپاہیوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ جو شخص اپنی جگہ سے ہلنے کی کوشش کرے، گولی مار دینا۔ جیسے ہی وہ مجمع سے کچھ اور دور آ گئے، میں نے مرزا الٰہی بخش اور مولوی رجب علی سے بادشاہ کی پالکیوں کے ساتھ ساتھ چلنے کو کہا اور اپنے سپاہیوں کو ہدایت کی کہ وہ بادشاہ کی

پالکی کے پیچھے پیچھے چلیں۔ اس کے ایک گھنٹے بعد مجھے اس وقت اطمینان کا سانس لینے کا موقع ملا جب میں نے بادشاہ اور بیگم کو میجر جنرل کے احکام کے مطابق قلعہ کے دروازے پر آپ (جی۔ بی۔ سانڈرس) کے حوالے کر دیا۔ (بہادر شاہ ظفر، ص ۲۱۲ تا ۲۱۵)

"......بادشاہِ دہلی نے اس شرط پر خود کو میرے حوالے کیا کہ ایک تو ان کی جاں بخشی کر دی جائے اور دوسرے یہ کہ ان کی شان میں کوئی گستاخانہ سلوک نہ کیا جائے۔ میرے نام سے یہ وعدہ مرزا الٰہی بخش کے ذریعے ایک روز قبل بیگم زینت محل اور ان کے والد (احمد قلی خاں) سے بھی کیا جا چکا تھا اور گرفتاری والے دن مولوی رجب علی نے دوبارہ یہی وعدہ (میری طرف سے) بادشاہ سے کیا۔ بعدازاں بادشاہ کے اصرار پر مجھے بھی بزبانِ خود اُن الفاظ کو دہرانا پڑا۔" (بہادر شاہ ظفر، ص ۲۱۱)

سزا کی تجویزیں

۱۳/ اکتوبر ۱۸۵۷ء: میں اسے نہایت بدقسمتی سمجھتا ہوں کہ شاہِ دہلی کے ساتھ شرائط طے کی گئیں۔ وہ سرسری سزا کا مستحق تھا، بالکل ایسے ہی جیسے اس کے بیٹوں اور پوتے کو درست طور پر دی گئی (یعنی گرفتاری کے فوراً بعد شہزادے دہلی لائے گئے اور ایک خاص مقام پر پہنچ کر کیپٹن ہڈسن نے ایک عظیم مجمع کے سامنے انہیں کسی قسم کی کارروائی کے بغیر گولی سے اُڑا دیا۔ [مرتب]) میں ایک لمحے کے لئے بھی اس امر پر شک کا اظہار نہیں کر سکتا کہ یہ شخص باغیوں کا نہایت چھٹا ہوا سرغنہ ہے اور مکمل طور پر موت کی سزا کا مستحق ہے، اور میں یقینی طور پر محسوس کرتا ہوں کہ اسے محل کی دیوار پر پھانسی دینا ہندوستان بھر میں بھرپور طور پر مؤثر ہوتا... اب کرنے کا بہترین کام یہ ہے کہ اسے ایک قلیل معاوضہ دے کر، جس سے کہ وہ زندگی کے سانس پورے کر سکے، بانگ کانگ بھیج دیا جائے۔

(سسل بیڈن بنام ولیم میور انٹیلی جنس ریکارڈز، جلد ۰۰، ص ۳۰۱)

۱۹/ جنوری ۱۹۵۸ء: دہلی سے آمدہ ذاتی خطوط بادشاہ کو قریب المرگ بتاتے ہیں۔ یہ حیران کن امر ہے کہ وہ اتنی دیر تک زندہ رہا ہے۔ بیچارے ٹامسن اور بوڑھے مٹکاف نے کتنی بار خیال کیا کہ وہ سدھار رہا ہے۔ آپ کے خط سے یہ معلوم کر کے بہت اطمینان ہوا کہ اس کے معاملے میں بلاامتیاز انصاف کا ارادہ ہے۔ کم قصوروار باغیوں کے لئے جزائر انڈیمان (کالا پانی) موزوں ترین مقام ہوگا۔

(ولیم میور بنام سسل بیڈن انٹیلی جنس ریکارڈز، جلد اوّل، ص ۳۵۲)

شہزادوں کا انجام

ذاتی مراسلہ ہڈسن بنام برادر (۲۲ ستمبر): کل دن بھر کی سخت مشقت کے باعث میں بالکل اس قابل نہ تھا کہ خط لکھ سکوں۔ یہ میری خوش قسمتی تھی کہ میں نے بادشاہ اور اس کی چہیتی بیگم کو گرفتار کرلیا۔ آج مزید خوش قسمتی یہ ہوئی کہ میں نے بادشاہ کے دو بیٹوں (مرزا مغل اور خضر سلطان) اور ایک پوتے مردود ابو بکر کو پکڑا اور ہلاک کر ڈالا۔ یہ وہ پاجی تھے جنہوں نے ہماری عورتوں اور بچوں کے قتلِ عام کا حکم دیا اور سامنے کھڑے ہو کر اس غلیظ بربریت کا تماشا دیکھتے رہے تھے۔ ان کی لاشیں اس وقت اسی جگہ پر پڑی ہیں جہاں ان بد قسمت خواتین کی لاشوں کو کھلے عام ڈالا گیا تھا۔ میں بہت تھک گیا ہوں مگر اپنے آج کے دھندے پر بہت مطمئن ہوں۔

(Twelve Years of a Soldier's Life in India, p.297)

میں صبح سویرے ہی ایک سو منتخب آدمیوں کو لے کر شہنشاہ ہمایوں کے مقبرے کی جانب چلا جہاں ان بدمعاشوں نے پناہ لے رکھی تھی۔ میں نے مقبرے تک جانے کی رسائی یا وہاں سے کسی کے بچ نکلنے کی کاٹ کا منصوبہ بنایا اور پھر شاہی خاندان کے ایک کم مرتبہ رکن (جسے اس کی جاں بخشی کے وعدہ پر خرید لیا گیا تھا) اور یک چشم مولوی رجب علی کو یہ بتانے کے لئے اندر بھیجا کہ میں شہزادوں کو سزا دینے کے لئے گرفتار کرنے آیا ہوں اور میرا عزم ہے کہ انہیں زندہ یا مردہ گرفتار کروں۔ دو گھنٹوں کے لفظی نزاع اور شدید تشویش کی کیفیت کے بعد وہ سامنے آئے اور پوچھا کہ کیا گورنمنٹ نے ان کی جاں بخشی کا وعدہ کیا ہے؟ اس پر میں نے جواب دیا کہ ''ہرگز نہیں'' اور انہیں ایک گارڈ کی حفاظت میں مقبرے سے شہر کی جانب روانہ کر دیا۔ پھر میں باقی سواروں کے ساتھ مقبرے میں گیا اور دیکھا کہ وہاں اندازاً چھ یا سات ہزار ملازمین کا ہجوم تھا جو محل اور شہر کی گرد سے آلود نیچے لٹکائے مقبرے کی دیواروں کے ساتھ ایک قطار میں بنے ہوئے حجروں میں پناہ لئے ہوئے تھے۔ میں نے ان پر ایک نظر ڈالی۔ وہاں کسی چیز کی ضرورت نہ تھی، سوائے عزم اور حوصلہ کے۔ پس میں نے حاکمانہ لہجے میں انہیں حکم دیا کہ وہ اپنے ہتھیار وغیرہ فوری طور پر میرے حوالے کر دیں۔ انہوں نے فوراً ہی اس کی تعمیل کی جس کی مجھے اتنی آسانی کے ساتھ امید نہ تھی اور دو گھنٹوں سے بھی کم عرصے میں وہ بیشمار خفیہ جگہوں سے تقریباً پانچ سو تلواریں، اور اس سے

زیادہ بارودی ہتھیاروں کے علاوہ گھوڑے، بیل اور ڈھکے ہوئے چھکڑے، جنہیں رَتھ کہا جاتا ہے اور جو محل کی عورتیں اور خواجہ سرا استعمال کرتے ہیں، سب کچھ سامنے لے آئے۔ میں نے اسلحہ اور جانوروں کو درمیان میں مجتمع کیا اور وہاں پر ایک مسلح گارڈ کھڑی کر دی۔ پھر میں وہاں سے اپنے قیدیوں کی نگرانی کے لئے چلا جو کہ گارڈ کے ساتھ دہلی کی جانب گئے تھے۔ میں عین وقت پر پہنچا کیونکہ وہاں ایک بڑا ہجوم گارڈ کے مقابلے میں مجتمع تھا۔ میں گھوڑا سرپٹ دوڑاتا ہوا ان کے درمیان جا پہنچا اور ہجوم سے مخاطب ہو کر چند الفاظ کہے کہ یہ وہ قصاب ہیں جنہوں نے بے یار و مددگار عورتوں اور بچوں کو بے رحمی کے ساتھ قتل کیا اور یہ کہ گورنمنٹ نے اب ان کی سزا تجویز کی ہے۔ میں نے اپنے ایک آدمی سے قرابین پکڑی اور سوچتے سمجھتے ہوئے انہیں ایک ایک کر کے گولی سے اُڑا دیا۔ پھر میں نے حکم دیا کہ لاشیں شہر لے جائی جائیں اور کوتوالی کے بالمقابل اس چبوترے پر ڈال دی جائیں جہاں اب بھی ان کے شکار بے گناہ انسانوں کے خون کی نشاندہی واضح طور پر کی جاسکتی ہے۔ لاشیں آج صبح تک کوتوالی کے سامنے پڑی تھیں مگر بعد میں حفظانِ صحت کی وجوہات کے باعث ہٹا دی گئیں۔ اس طرح میں نے چوبیس گھنٹوں میں تاتاری تیمور کے خاندان کے اہم ترین ارکان کو ٹھکانے لگا دیا۔ میں ظالم نہیں ہوں لیکن اعتراف کرتا ہوں کہ اس خطۂ ارض کو ان ذلیل اشخاص سے نجات دلانے کے موقع پر میں واقعی خوش ہوا۔

Twelve Years of a Soldier's Life in India, p.300-302)

شاہی خاندان کے دیگر افراد کا حشر

۲۸ ستمبر: بادشاہ اور اس کے خاندان کے چند لوگ بشمول مرزا بختاور شاہ اور مرزا مہندو اور جیون بخت حراست میں ہیں۔ (سانڈرس انٹیلی جنس رپورٹز، جلد ۱، ص ۲۱۹)

۳ اکتوبر: بریگیڈیر شاورز نے بادشاہ کے دو اور فرزند مرزا مہندو اور بختاور شاہ بھیجے ہیں۔ مجھے یاد نہیں کہ میں نے ان کے نام کسی بھی باغیانہ کارروائیوں میں نمایاں طور پر سنے ہوں۔ ان کے خلاف ملٹری کمیشن میں مقدمہ چلایا جائے گا۔ (ولیم میور انٹیلی جنس رپورٹز، جلد اول، ص ۱۶۲)

۶ اکتوبر: بادشاہ کے دو فرزندوں مرزا بختاور شاہ اور مہندو پر ملٹری کمیشن میں مقدمہ چلا ہے جس کی سماعت آج دوپہر مکمل ہوئی ہے اور فیصلہ محفوظ کر لیا گیا ہے البتہ اس کا اس وقت تک اعلان

نہیں کیا جائے گا جب تک جنرل پینی اس کی منظوری نہ دے دیں۔

(سانڈرس......انٹیلی جنس ریکارڈز، جلد دوم، ص ۲۹۱)

۱۲/اکتوبر: فوجی عدالت نے بادشاہ کے دو فرزندوں مرزا بختاور شاہ اور مرزا مہندو کو مجرم قرار دے دیا ہے اور گولی سے اُڑا دینے کی سزا کا اعلان کیا ہے جس پر تیرہ تاریخ کی صبح کو عملدرآمد ہوگا۔

(سانڈرس......انٹیلی جنس ریکارڈز، جلد اوّل، ص ۱۹۹)

۱۴/اکتوبر: دہلی سے گوالیار کا بوڑھا خبر نگار لکھتا ہے کہ بادشاہ کے دو فرزندوں کو، جن پر مقدمہ چل رہا تھا، گولی ماردی گئی ہے اور ان کی لاشیں کوتوالی پر لٹک رہی ہیں۔ تیسرے پر مقدمہ جاری ہے۔ (ولیم میور......انٹیلی جنس ریکارڈز، جلد اوّل، ص ۱۹۶)

۱۹/نومبر: چوبیس شہزادوں اور سلاطین کو کل صبح دہلی میں پھانسی دے دی گئی۔ ان میں بادشاہ کے دو برادرِ نسبتی، دو داماد اور باقی بھتیجے/ بھانجے تھے۔

(ولیم میور......انٹیلی جنس ریکارڈز، جلد اوّل، ص ۲۷۳)

باب دوم

ناکامی کے بنیادی عوامل

افراتفری اور لاقانونیت

بدنظمی اور لوٹ مار

۱۱ رمئی: دو صوبیدار، جنہیں کپتان ڈگلس کی موجودگی میں بادشاہ کی خدمت میں باریاب ہونے کی اجازت مل گئی تھی، دوبارہ ان بے شمار سپاہیوں کے نمائندگان کی حیثیت سے باریاب ہوئے جو محل کے قرب وجوار میں جمع تھے۔ انہوں نے باضابطہ طور پر بادشاہ کے حضور میں افواج کی خدمات پیش کیں۔ انہیں ہدایت کی گئی کہ وہ اپنے متعلق حکیم احسن اللہ خاں سے احکام حاصل کریں، چنانچہ انہوں نے ان کو تلاش کروا کے فوج کا پیغام سنادیا۔ کہا جاتا ہے کہ حکیم احسن اللہ خاں بہت پریشانی میں تھے کہ کیا جواب دیں۔ ان کا خیال تھا کہ شورش چلتی پھرتی چھاؤں ہے جو چند دن سے زائد قائم نہ رہے گی۔ انہوں نے جواب دیا، ''تم انگریزی حکومت میں عرصۂ دراز سے رہتے رہتے باقاعدہ تنخواہ کے عادی ہو گئے ہو۔ بادشاہ کے پاس کوئی خزانہ نہیں ہے، وہ تمہاری تنخواہ کہاں سے دیں گے؟'' افسروں نے جواب دیا، ''ہم تمام سلطنت کی مال گزاری آپ کے خزانہ میں لا کر داخل کریں گے۔'' حکیم احسن اللہ خاں نے پھر ان فوجوں کی فہرست طلب کی جنہوں نے بغاوت کر دی تھی۔ شاہی محل کے منتظم کو بھی طلب کیا گیا۔ اس کے بعد چند مقتول افسروں کی خبر محل میں پہنچی اور معاً سواروں کی ایک نئی پلٹن بھی آ گئی اور دیوانِ خاص کے صحن میں خیمہ زن ہوئی۔ بہت سے آدمی زبردستی بادشاہ کے حضور میں پہنچ گئے جو اس وقت دیوانِ خاص میں جلوہ فرما تھے۔ حکیم احسن اللہ خاں نے بادشاہ کی خدمت میں باریابی حاصل کی اور ان کے مشورے سے آگرہ کے لفٹنٹ گورنر کے نام ایک چٹھی سانڈنی سوار کے ہاتھ بھیجی گئی۔ محل کا صحن ابتری، گھبراہٹ اور باہمی تنازعات کا بدترین نظارہ پیش کر رہا تھا۔ فوج میں ڈسپلن پیدا کرنے کی غرض سے حکیم احسن اللہ خاں نے شاہزادگان کو مختلف رجمنٹوں کی کمان لینے کا حکم دیا۔

(غدر دہلی کا روزنامچہ، ص ۹۹ـ۱۰۰)

میرٹھ سے آئی ہوئی سواروں کی رجمنٹ اور پیادہ رجمنٹ، دہلی کی تینوں رجمنٹوں کے ساتھ بادشاہ کے پاس پہنچیں اور ان کی سرپرستی و منتظمی کی ملتجی ہوئیں اور بادشاہ سے ان کی حکومت تمام قلمرو ہند میں قائم کرنے کا وعدہ کیا۔ بادشاہ نے جواب دیا کہ ان کی دلی آرزو یہی ہے، اور ان پر لطف و کرم فرمایا۔ پھر سلیم گڑھ میں رہنے کا حکم فرمایا اور ظاہر کیا کہ تمہاری بدولت تمام بازار اور دکانیں بند ہوگئی ہیں، پس فوراً لوٹ مار بند ہونی چاہیے۔ (چنی لال...... ص ۱۲۲)

۱۲ رمئی: آج صبح کو پلٹنوں کے تمام دیسی افسر، جو کل پہنچ گئے تھے، مجتمع ہوئے اور بادشاہ کی خدمت میں باریابی چاہی جو منظور ہوئی۔ انہوں نے نذریں پیش کیں اور اپنی وفاداری کا یقین دلایا۔ حکیم احسن اللہ نے نج کے طور پر بادشاہ کو متنبہ کر دیا کہ ان پر کسی قسم کا اعتماد نہیں کیا جا سکتا اور یہ اندیشہ ظاہر کیا کہ جونہی وہ کافی تعداد میں جمع ہو جائیں گے تو شہر کی عام لوٹ مار شروع ہو جائے گی۔ بعد میں حکیم احسن اللہ نے شہر کے عمائدین سے مشورہ کیا...... اس کے بعد ان سے خواہش ظاہر کی کہ شہر میں امن و امان قائم رکھنے اور سپاہیوں کے لئے خوراک کا انتظام کرنے کی غرض سے ایک ایگزیکٹو کونسل مرتب کریں...... کونسل کوئی خاص فیصلہ کئے بغیر برخاست ہوگئی اور صرف اتنا طے کیا کہ فوج کے لئے کھانے کا انتظام کیا جائے تا کہ وہ لوٹ مار نہ کر سکے...... شہر کا تمام کاروبار بالکل بند تھا، اس لئے کہ جو دکان کھلتی تھی، اس کا سامان لوٹ لیا جاتا تھا۔ (جیون لال، ص ۱۰۱-۱۰۲)

پیدل سپاہی زبردستی تمام شہر کے حلوائیوں کی دکانوں پر جا پڑے اور دکانوں میں کچھ بھی نہ چھوڑا۔ بادشاہ یہ خبر سن کر بہت متاثر ہوئے اور منیر الدین خاں سابق پولیس افسر پہاڑ گنج کو حاکم شہر مقرر کیا اور ایک پیدل رجمنٹ ہمراہ دے کر چیف پولیس اسٹیشن پر روانہ کیا اور تاکید کی کہ فوراً جاتے ہی قتل و خونریزی بند کی جائے...... پیدل اور سواروں نے کوچہ ناگر سیٹھ کو لوٹنے کا قصد کیا مگر باشندوں نے مکانات کے دروازے بند کر لئے اور اندر سے سپاہیوں پر پتھر اور اینٹ برسائے جس سے سپاہ پسپا ہو کر واپس چلی گئی...... بادشاہ نے مرزا مغل کو شہر کے قتل و غارت کو فرو کرنے کا حکم دیا۔ مرزا مغل ہاتھی پر سوار ہو کر چیف پولیس اسٹیشن پہنچے اور اعلان کیا کہ جو شخص لوٹ مار کرتا ہوا پایا جائے گا، اس کی ناک اور کان کاٹے جائیں گے اور اگر دکاندار اپنی دکانیں نہ کھولیں گے اور سپاہیوں کو سامان دینے سے انکار کریں گے تو جرمانہ اور قید کے مستوجب ہوں گے۔ (چنی لال...... ص ۱۲۳-۱۲۴)

تیسرے پہر محل میں سپاہی بھر گئے اور وہ چلا چلا کر یہ شکایت کر رہے تھے کہ اناج کی تمام دکانیں بند پڑی ہیں اور وفادار سپاہی بھوکوں مر رہے ہیں۔ سپاہیوں نے بادشاہ سے مطالبہ کیا کہ آپ فوج لے کر

شہر کے بازاروں میں گشت لگائیں اور اہلِ شہر کے خدشات کو زائل کر کے ان سے دکانیں کھولنے کے لئے کہیں۔ بادشاہ نے اسے تسلیم کر لیا اور ہاتھی پر سوار ہو کر جلوس کے ساتھ بازاروں میں گشت لگایا۔ انہوں نے بہ نفسِ نفیس حکم دے کر چند دکانیں کھلوائیں لیکن عام طور پر دکانداروں نے ان کی ایک نہ سنی۔

جب بادشاہ محل میں واپس آئے ہیں تو دیکھا کہ دیوانِ خاص کا صحن سواروں سے کھچا کھچ بھرا ہوا ہے۔ انہوں نے بادشاہ کو دیکھتے ہی چلّانا شروع کیا اور شکایت کی کہ دہلی کے باغی دہلی کی کلکٹری کے خزانہ میں، جسے انہوں نے لوٹا تھا، میرٹھ کے باغیوں کو حصہ دار بنانا نہیں چاہتے بلکہ اسے اپنے ہی پاس رکھنا چاہتے ہیں۔ بادشاہ نے مختلف قسم کے مشوروں سے پریشان ہو کر شاہزادوں کو، جو مختلف پلٹنوں کے کمانڈر مقرر کر دیئے گئے تھے، حکم دیا کہ وہ ہر باغی کو شہر سے نکال دیں، مختلف پلٹنوں کو الگ الگ مقام پر متعین کر دیں اور صرف ایک پلٹن شہر کی حفاظت کے لئے چھوڑ دیں اور دوسری محل کے بالمقابل قلعہ اور دریا کے بیچ میں متعین کر دیں۔ بادشاہ نے ان صوبیداروں سے، جو موجود تھے، کہا کہ دیوانِ خاص اب تک خاص شاہی گھرانے کے لئے مخصوص رہا ہے اور مسلّح آدمی کبھی بھی یہاں بزور داخل نہیں ہوئے۔

ہر مکان سے بادشاہ کے نام پریشان کن عریضے آتے تھے۔ کبھی تو مقتول یورپینوں کے ملازمین کی طرف سے آتے تھے اور کبھی بنیوں کی جانب سے، جن کی دکانیں لوٹ لی گئی تھیں، اور کبھی معزز اشخاص کے پاس سے، جن کے مکانوں کے اندر سپاہی زبردستی داخل ہو گئے تھے۔ یہ سب بادشاہ سے فوری دادرسی کے طالب تھے۔ لوٹ مار اور غارت گری کو، جو شہر میں عام ہوتی جاتی تھی، روکنے کے لئے بھی بادشاہ سے مرافعات کئے گئے۔

بادشاہ نے فارسی روبکاری کے ذریعے، جس کی زبان نہایت فصیح و بلیغ تھی، صوبیداروں کو بتایا کہ موجودہ صورتِ حالات نہایت ناخوشگوار ہے، بالخصوص ایک مسلمان بادشاہ کے عہد حکومت کے کسی طرح شایانِ شان نہیں ہو سکتا، وہ بادشاہ جس کا زمانہ دنیا کی تاریخ میں نہایت زرّیں ہے اور جس کے آگے تمام بادشاہ سرِخم تسلیم کئے ہوئے ہیں، اور ساتھ ہی ان پر زور دیا کہ کسی نہ کسی طرح موجودہ صورتِ حالات کا خاتمہ کر دینا چاہیے۔ شام کے قریب چند ہندوستانی افسر حاضر ہوئے اور انہوں نے راشن نہ ملنے کی شکایت کی۔ صبح کے حکم کی شاندار زبان اور اس کی فصاحت و بلاغت کی، جس سے بادشاہ کی شان کا پورے طور پر اظہار ہو سکتا تھا، کچھ پروا نہ کی گئی بلکہ انہوں نے گستاخانہ اور بے ادبانہ الفاظ سے بادشاہ کو خطاب کیا...... بادشاہ نے ان کے طرزِ عمل سے کبیدہ خاطر ہو کر اور ساتھ ہی یہ سمجھ کر کہ مجھ میں ان کی گستاخی کو روکنے کی کوئی قوت موجود نہیں ہے، انہوں نے اپنے ملازمین کے روبرو اپنی

قسمت کا شکوہ کرنا شروع کر دیا۔ محل کے دروازوں پر پھر لوگوں نے چیخنا چلانا شروع کر دیا اور ان کے مطالبہ پر وہ دوبارہ جلوس کے ساتھ شہر میں سے گزرے اور دکانداروں کو اپنی اپنی دکانیں کھولنے اور اپنا کاروبار جاری رکھنے کا حکم دیا۔

آج سارا دن بادشاہ پریشان خاطر رہے اور یہ دیکھ کر کہ وہ مجمع کے ہاتھ میں محض کٹھ پتلی بنے ہوئے ہیں، بہت ہی رنجیدہ تھے حالانکہ یہی مجمع پہلے ان کے احکام بجالانے کے لئے ہمیشہ تیار رہتا تھا مگر شہر کی لوٹ مار کے بعد وہ اس قدر سرکش ہو گیا تھا کہ بادشاہ کا مذاق اڑانے اور اس کی بے حرمتی کرنے سے بھی اسے شرم نہ آتی تھی۔ (جیون لال، ص ۱۰۲۔۱۰۴)

۱۳ رمئی: نہر کے ایک افسر نرائن داس کے مکان پر تقریباً دوسو باغیوں اور بدمعاشوں نے حملہ کیا اور تمام سامان وغیرہ لوٹ کر لے گئے۔ ایک انگریز بھی، جو اس مکان میں چھپا ہوا تھا، قتل کر دیا گیا۔ (جیون لال، ص ۱۰۶)

۱۴ رمئی: دیسی افسروں نے پھر فوجوں کے راشن کے لئے مطالبہ کیا اور کہا کہ فوجوں کو لوٹ مار سے نہیں روکا جا سکتا۔ حکیم احسن اللہ خاں اور نواب محبوب علی خاں کو اناج کا فوری بندوبست کرنے کا حکم ملا تا کہ شہر لوٹ مار سے محفوظ رہے۔ (جیون لال، ص ۱۰۸)

گوجروں نے مسٹر فریزر کے مکان کا تمام فرنیچر لوٹ لیا اور کمشنری اور لفٹنٹ گورنر کی ایجنسی کے تمام کاغذات کو دھجیاں دھجیاں کر ڈالا۔ (چنی لال..... ص ۱۲۸)

۱۵ رمئی: خبر ملی کہ باغی شہر کے باشندوں سے بہ جبر روپیہ وصول کر رہے ہیں اور یہ بھی کہ دوسو باغی کچھ روپیہ لوٹنے کے بعد اپنے گھروں کو لوٹ کر جا رہے تھے کہ راستے میں گوجروں نے ان پر حملہ کر دیا اور سارا روپیہ چھین لیا...... سکھی چند کے بیٹے گردھاری لال کے مکان کے گرد اگرد گھیرا ڈال دیا گیا۔ شہر کے مہاجنوں سے کہا گیا کہ سپاہیوں کے لئے رسد مہیا کرو۔ چند قابلِ عزت آدمیوں کو گرفتار کر کے ان سے بوجھ اٹھوایا گیا تا کہ وہ روپیہ ادا کریں...... شہر کے شرفا نے رضا کاروں کی ایک فوج اپنی حفاظت کے لئے مرتب کی تا کہ ان کا جان و مال غارت گری سے بچا رہے۔ (جیون لال، ص ۱۰۹)

خبر پہنچی کہ پیدل اور سوار سپاہی سڑکوں پر ننگی تلواریں لئے گشت کرتے پھرتے ہیں اور خوف کے مارے کوئی دکان نہیں کھولی گئی ہے۔ حکم ہوا کہ سوا قلعہ کے پھاٹکوں کے اور کہیں بھی کوئی شخص برہنہ تلوار لے کر نہ نکلے۔ (چنی لال..... ص ۱۳۰)

سواروں اور پیدلوں نے...... پیرزادہ شاہ نظام الدین کو اس الزام میں گرفتار کر لیا کہ ان کے

مکان میں دو انگریز لیڈیاں روپوش ہیں۔ شاہ نظام الدین نے دریافت کیا کہ تمہیں کس نے خبر دی ہے تو سپاہیوں نے کسی شخص کو لا کھڑا کیا جو رام پور کا رہنے والا تھا اور جس نے کہا کہ میں نے صرف اڑتی ہوئی خبر سنی ہے۔ شاہ نظام الدین نے سواروں سے کہا کہ اگر کوئی انگریز لیڈی برآمد ہو جائے تو تمہیں میرا تمام مال لوٹ لینے کی اجازت ہے، اور اگر تم اس تہمت کے در پردہ صرف لوٹنے کی غرض سے آئے ہو تو اس کا تمہیں اختیار ہے، میں تمہارے فعل کا مزاحم نہیں ہوں۔ یہ سن کر سوار خاموش ہو رہے۔

(چنی لال ..... ص ۱۳۰۔۱۳۱)

۱۶ رمئی: سہ پہر کو ایک سوار گرفتار کیا گیا جو عین لوٹ مار کی حالت میں پکڑا گیا تھا۔ اسے بادشاہ کی خدمت میں پیش کیا گیا جنہوں نے حکم دیا کہ چرایا ہوا مال اس سے واپس لے لیا جائے اور اسے تنبیہ دے کر چھوڑ دیا جائے۔

باغیوں کی ایک جماعت نے منشی موہن کے مکان پر حملہ کیا۔ وہ چاہتے تھے کہ اسے مار ڈالیں مگر حضرت میاں نظام الدین نے، جو شہر کے ایک درویش صفت بزرگ کے صاحبزادے تھے، یہ کہہ کر ان کی جان بچائی کہ منشی مسلمان ہے۔ بہت سے پڑوسیوں نے بھی یہی گواہی دی کہ وہ مسلمان ہے اور عیسائی نہیں ہے۔ (جیون لال ص ۱۱۰۔۱۱۱)

۱۷ رمئی: حکیم احسن اللہ خاں کو باریابی حاصل ہوئی اور انہوں نے عرض کیا کہ باغی پُر فریب اور خونی لوگ ہیں اور ان پر کسی قسم کا اعتماد نہیں کیا جا سکتا۔ بادشاہ نے بہت سے سپاہیوں کو بالا ئر خوب دھمکایا۔ (جیون لال ص ۱۱۲)

۱۸ رمئی: چند مہاجن محبوب علی خاں کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا کہ ہم افواج کے اخراجات برداشت کرنے کی مقدرت نہیں رکھتے، اس لئے کہ ہم بہت غریب ہو گئے ہیں، مگر انہیں آگاہ کر دیا گیا کہ اگر آپ لوگ سپاہیوں کے اخراجات کی کفالت نہ کریں گے تو بلاشبہ وہ آپ کو لوٹ لیں گے اور بجبر روپیہ چھین کر لے جائیں گے۔ (جیون لال ص ۱۱۳)

۲۰ رمئی: افسروں نے بیان کیا کہ ایک شخص، جو میگزین میں ملازم تھا، تانبے کی چھوٹی توپ چُرا لے گیا تھا، اسے پل پر گرفتار کیا گیا ہے۔ بادشاہ نے اسے توپ سے اُڑا دینے کی سزا مقرر کی۔

(چنی لال ص ۱۳۹)

۲۱ رمئی: تین سوار شہر میں گئے۔ ایک سپاہی نے ان میں سے ایک سے تلوار مانگی جس کی وجہ سے آپس میں تُو تُو میں میں ہونے لگی۔ سوار نے بڑھ کر سپاہی کو قتل کر ڈالا۔ سپاہی کے رفقا بادشاہ کی

خدمت میں حاضر ہوئے جنہوں نے اس کی فوری گرفتاری کے احکام نافذ کر دیئے۔ چنانچہ اسے توپ کے منہ سے باندھ دیا گیا تاکہ بالآخر اسے اڑا دیا جائے مگر بعد میں اسے معافی دے دی گئی۔ آج قلعہ سپاہیوں سے بھر گیا جو اپنی تنخواہ کے لئے چلا رہے تھے۔ (جیون لال، ص ۱۱۶)

۲۲ / مئی: آج کے دن سوبھا چند کایستھ کے مکان کو لوٹ لیا گیا۔ ان کے خلاف الزام یہ تھا کہ وہ انگریزوں سے ساز باز رکھتے ہیں اور انہیں شہر کی خبریں بھیجتے رہتے ہیں۔ (جیون لال، ص ۱۱۷)

۲۳ / مئی: سپاہیوں نے کنہیا لال حیدر آبادی کے مکان کو لوٹ لیا مگر لوٹنے سے پیشتر کنہیا لال کے ملازمین اور باغیوں میں خوب جنگ ہوتی رہی۔ آخر کار مرزا خضر سلطان کو بذریعہ رشوت اس بات پر آمادہ کیا گیا کہ وہ وہاں جائیں اور اس کی جان بچائیں۔ چنانچہ وہ وہاں گئے اور اس کی جان بچائی۔ گامی خاں بدمعاش کے متعلق آج حکم نافذ ہوا کہ اسے توپ سے اڑا دیا جائے مگر اس نے بھی رشوت دے کر اپنی جان بچائی۔ (جیون لال، ص ۱۱۸)

۲۰ / جون: پہاڑی دھیرج کی ایک جاٹنی نے محلہ بلی ماراں میں مکان لیا۔ سات سپاہی اسے لوٹنے کے لئے گئے مگر پڑوسی مسلح ہو کر نکل آئے اور سپاہیوں کا مقابلہ کیا جس میں چند سپاہی کام آئے۔ سپاہیوں نے کمک مل جانے پر دوبارہ حملہ کیا اور امید سنگھ اور رام سہائے مل کے مکانوں کو بھی لوٹ لیا۔ (جیون لال، ص ۱۴۲)

۲۲ / جون: تقریباً پچاس سپاہی جگل کشور کے مکان میں لوٹ کے ارادہ سے داخل ہوئے مگر مرزا مغل نے انہیں روک دیا۔ اس پر انہوں نے محلہ میر عاشق کو لوٹ لیا۔ (جیون لال، ص ۱۴۳)

۲۴ / جون: حکیم احسن اللہ خاں نے خبر دی کہ باغی شہر میں لوٹ مار کر رہے ہیں اور دیپ چاہ، پہاڑی محلہ اور تیلی واڑہ کو بالکل غیر آباد بنا دیا ہے۔ (جیون لال، ص ۱۴۴)

۲ / جولائی: بادشاہ نے حکم دیا کہ شہر کے باشندوں کو نہ لوٹا جائے۔ بادشاہ نے فرمایا کہ میرے احکام دینے کی ضرورت ہی کیا ہے، اس لئے کہ ان کی کبھی تعمیل نہیں کی جاتی اور نہ کوئی آدمی میرے پاس ایسا ہے جو ان پر عمل درآمد کرائے۔ (جیون لال، ص ۱۵۱)

شہر کے کوتوال کو اطلاع دے دی گئی کہ اگر شہر میں مزید لوٹ مار ہوئی تو تمہیں پھانسی پر چڑھا دیا جائے گا اور جو سپاہی لوٹتے ہوئے پکڑے جائیں، ان کو گرفتار کر لیا جائے۔ (ایضاً، ص ۱۵۲)

جنرل (بخت خاں) نے منادی کرا دی کہ تمام دکانداروں کو اپنے ہتھیار اپنے پاس رکھنے چاہئیں۔ جن اشخاص کے پاس ہتھیار نہ ہوں، وہ ہیڈ کوارٹرز سے طلب کر سکتے ہیں اور کسی حالت میں

مکانوں کو غیر مسلح حالت میں نہ چھوڑا جائے۔ جو سپاہی لوٹ مار کرتا ہوا پکڑا جائے گا، اس کے ہتھیار اس سے چھین لئے جائیں گے۔ (ایضاً، ص ۱۵۴)

۱۳ر جولائی: آج کے دن بادشاہ نے بخت خاں کے نام احکام جاری کئے کہ میرے ملازمین کو تنخواہ دینے کا انتظام کیا جائے۔ جنرل کو اختیار دیا گیا کہ لوٹنے والے اشخاص پر جرمانہ کرو اور مظلوم اشخاص کو تاوان دلاؤ۔ سول انتظام، پولیس اور مال گزاری کے انتظامات بھی انہی کے ہاتھ میں دے دیئے گئے۔ (جیون لال، ص ۱۵۵)

۱۴ر جولائی: سپاہیوں نے دریا کے کنارے والی میر مہدی کی دکان سے بانس، شہتیر اور ڈنڈے لوٹ لئے۔ جنرل بخت خاں نے احکام نافذ کئے کہ جو شخص لوٹ مار کرتا ہوا گرفتار ہوگا، اسے سخت سزا دی جائے گی۔ (جیون لال، ص ۱۶۹)

۲۵ر جولائی: گوردھن داس رئیس لقو گاڑی میں بیٹھ کر شہر سے باہر جا رہے تھے اور ان کے پاس اپنی حفاظت کے لئے کچھ کارتوس، بارود اور چھرّے تھے۔ دہلی دروازے کے گارڈ نے ان کی تلاشی لی اور اس بہانہ سے کہ وہ سامانِ جنگ اپنے ساتھ لے جا رہے ہیں، انہیں گرفتار کرلیا۔ اس پر چند سو سپاہی ان کے مکان پر گئے اور دھمکی دے کر تقریباً دو ہزار روپے ان سے وصول کئے۔ اس کشمکش میں ایک سپاہی بھی زخمی ہوگیا۔ (جیون لال، ص ۱۸۵۔۱۸۶)

تقریباً ایک ہزار سپاہیوں نے اور تقریباً اتنی ہی تعداد میں بدمعاشوں نے مل کر ایک محلے میں لوٹ مار شروع کر دی، گھروں کی دیواروں کو توڑ ڈالا اور فرش اکھاڑ پھینکے۔ اس لوٹ مار میں جھجر کے نواب کے دو نوکروں امنت پرشاد اور رائے مل کو سب سے زیادہ نقصان پہنچا۔ میں نے ان تمام واقعات کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ (غداروں کے خطوط، ص ۱۱۳)

۲۷ر جولائی: آولا پرشاد اور منشی رتنال نے دربار میں شرکت کی اور بادشاہ سے شکایت کی کہ سپاہیوں نے اس بہانہ سے کہ ہم نے انگریزوں کو پناہ دے رکھی ہے، ہمارے گھروں کو لوٹا اور ڈیڑھ لاکھ روپے کی مالیت کا سامان لے گئے۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ مرزا مغل اس شکایت کی تحقیقات کریں اور سپاہیوں سے سامان واپس لینے کا انتظام کریں۔

بخت گڑھ کے پولیس افسر کے پاس سے ضروری پیغام وصول ہوا جس کا مفہوم یہ تھا کہ دو ہزار آدمی شہر کو لوٹنے کی غرض سے جمع ہو رہے ہیں۔ جنرل محمد بخت خاں کو حکم دیا گیا کہ ان باغیوں کو منتشر کردیں۔

جنرل محمد بخت خاں نے فوج کی پریڈ کی اور سپاہیوں کو متنبہ کر دیا کہ وہ شہر کے باشندوں کو کسی قسم کی تکلیف نہ دیں اور نہ لوٹیں۔ اور جو لوگ اس حکم کے خلاف کریں گے، انہیں آئندہ فتح میں حصہ دار نہیں بنایا جائے گا۔ (جیون لال، ص ۱۸۷۔۱۸۸)

۷ر اگست: سفر مینا کے ایک صوبیدار نے...... متنبہ کیا کہ اگر فوج کو فی الفور تنخواہ نہ دی گئی تو وہ شہر میں لوٹ مار شروع کر دے گی۔ (جیون لال، ص ۲۰۶)

۱۳ر اگست: حسن علی خاں نے شکایت کی کہ اجمیری دروازے کے سپاہی ایک اونٹ، دو خنجروں اور کپڑوں کے دو جوڑوں کو چھین کر لے گئے ہیں، اور واپسی کا مطالبہ کیا۔ مرزا مغل کو حکم دیا گیا کہ یہ چیزیں واپس دلوائی جائیں...... سپاہیوں نے آج حسن علی خاں کا لوٹا ہوا مال واپس کر دیا۔

(جیون لال، ص ۲۱۵)

۱۷ر اگست: نصیر آباد کے توپچیوں نے بغیر تنخواہ کام کرنے سے انکار کر دیا ہے۔

(غداروں کے خطوط، ص ۱۳۸)

۱۸ر اگست: بادشاہ نے حکم دیا کہ ہر سوار کو اس کی تنخواہ کی پہلی قسط کے طور پر تین روپے چھ آنے اور پیادہ کو دو روپے ادا کر دیئے جائیں۔ (غداروں کے خطوط، ص ۱۴۰)

الیگزینڈر رجمنٹ مرزا مغل کو تنخواہ کی عدم ادائیگی کی بنا پر قتل کرنے گئی تھی۔ مرزا مغل ان سے ڈر کر روپوش ہو گئے اور بادشاہ کو اپنا استعفیٰ بھیج دیا۔ (غداروں کے خطوط، ص ۱۴۳)

۱۹ر اگست: بہت سے سپاہیوں نے الہ ناتھ کے مکان کو گھیر لیا اور ایک ہزار روپے طلب کئے اور دھمکی دی کہ اگر نہ دو گے تو ہم قتل کر ڈالیں گے۔ مرزا مغل جلدی سے ان کے مکان پر گئے اور ان کا سپاہیوں سے پیچھا چھڑایا۔ (جیون لال، ص ۲۲۲)

۲۱ر اگست: شہر میں بدانتظامی زوروں پر ہے۔ جنرل بخت خاں اور لال خاں کے اختیارات کی کوئی پروا نہیں کی جاتی اور دربار میں بادشاہ سلامت کی کھلے طور پر تحقیر کی جاتی ہے۔ مشترکہ خطرے کا احساس غالباً انہیں یکجا رکھے گا ورنہ کوئی نہیں جانتا کہ وہ بکھر جائیں۔

(انٹیلی جنس ریکارڈز، جلد اول، ص ۴۷۷)

۳ر ستمبر: سپاہیوں کے دماغوں پر ان کی تنخواہوں کا مسئلہ چھایا ہوا ہے اور اس کی وجہ سے دربار میں زبردست تکرار ہوتی ہے۔ ساہوکاروں سے وصول کی گئی رقوم کو شاہزادوں نے خرد برد کر لیا ہے۔ (انٹیلی جنس ریکارڈز، جلد اول، ص ۵۰۵)

۱۴ر ستمبر: جو فوج گوڑگاؤں بھیجی گئی تھی، اس نے قطب صاحب پہنچ کر چند دکانوں کو لوٹ لیا اور چھوٹے چھوٹے مہاجنوں کو گرفتار کر لیا۔ مہاجنوں نے بھاگ کر مندر میں پناہ لی۔ سپاہیوں نے اس تمام مال و اسباب کو بھی لوٹ لیا جو سر جان مٹکاف کے رشتہ داروں کا مؤخر الذکر کے مکان میں بند تھا اور جس کی حفاظت کے لئے بادشاہ کی طرف سے ایک جمعدار اور چند ملازمین مقرر تھے۔ سپاہیوں نے جمعدار کو تو قید کر لیا اور مال پر قبضہ جما لیا اور سب کو بادشاہ کی خدمت میں پیش کر دیا۔ بادشاہ اس واقعہ سے بہت ناراض ہوئے اور سپاہیوں کی رہائی کا حکم دیا۔ (جیون لال ص ۲۴۳)

شہر اور محل میں فوجوں کی تنخواہوں کی ادائیگی کے متعلق بہت ہنگامے ہوئے ہیں۔ بادشاہ اس قابل نہیں کہ وہ ایک روپیہ فی پیادہ اور دو روپے فی سوار سے زائد ادا کر سکے۔

(انٹیلی جنس ریکارڈز، جلد اول ص ۵۰۹)

سپاہیوں کی زیادتیوں پر شاہی فرمان

فقیری اختیار کرنے کے ارادے کا اظہار

بنام مرزا مغل: ''جانو کہ جب پیدل و سوار میرے پاس آئے تھے تو میں نے خود اپنی زبان سے ان سے کہہ دیا تھا کہ میرے پاس خزانہ یا مال نہیں ہے جس سے میں ان کی مدد کروں۔ انہوں نے میرا یہ بیان سن کر سرِ تسلیم خم کیا اور میرے لئے اپنی جانوں کو قربان کر دینے پر آمادگی ظاہر کی اور ماتحتی اور فرمانبرداری کو منظور کیا۔ اس پر انہیں اوّل ہدایت کی گئی تھی کہ میگزین اور خزانے کی اشیا مہیا کریں جس سے انہیں اور مجھے فائدہ پہنچے۔ اس کے بعد انہوں نے دیوان خاص کے کمروں اور دیوان عام، مہتاب باغ و دیگر جگہ سکونت اختیار کر لی اور جیسا جی چاہا، کیا۔ ان کے آرام اور نافہمی کی وجہ سے ملازمان سلطنت کو بھی انہیں کہنے سے روکا گیا۔ دوسرے یہ کہ اگر چہ اس معاملے میں ان سے کوئی معاہدہ نہیں ہوا تھا، روپیہ قرض لیا گیا تا کہ ہر پیدل و سوار کو روزانہ الاؤنس دیا جایا کرے۔ مکرر فرمان جاری کئے گئے کہ شہر میں لوٹ مار اور دارو گیر نہ کی جائے مگر کچھ فائدہ نہ ہوا۔ اگر چہ دس روز گزر چکے ہیں لیکن وہی خرابیاں اب تک موجود ہیں۔ پیدل و سواروں کی رجمنٹیں دیوان خاص و دیوان عام سے نکل گئیں کیونکہ شہر سے باہر رہنے کے انہیں سخت احکام پہنچے تھے۔ اور فوجی آدمیوں کو، خواہ پیدل ہوں یا سوار، شہر کے باشندوں پر ظلم کرنے کی سخت ممانعت

تھی، تاہم ایک پیدل رجمنٹ نے دہلی دروازے، دوسری نے لاہوری، تیسری نے اجمیری دروازوں کی فصیل کے اندر اقامت اختیار کی ہے اور کئی بازاروں کو تباہ و برباد کر دیا ہے۔ وہ باشندوں کے مکانوں میں اس بہانے سے کہ انہوں نے انگریزوں کو اپنے یہاں چھپا رکھا ہے، گھس جاتی ہیں اور لوٹ لیتی ہیں۔ وہ قفل اور دکانوں کے دروازے توڑ ڈالتی ہیں اور بے باکانہ دکانوں سے مال لے جاتی ہیں اور جبراً سواروں کے گھوڑے کھول لے جاتی ہیں۔ وہ ایسی زیادتیاں کرتی ہیں کہ تمام شہروں میں، جو بدون فوجی دخل کے تصرف میں لائے گئے ہوں، ایسی غارت گری نہ ہوئی ہوگی۔ چنگیز خاں اور نادر شاہ بادشاہوں نے بھی ایسے شہروں کو پناہ دی ہے جو بے لڑے بھڑے قبضے میں آ گئے ہوں۔ علاوہ ازیں فوجی آدمی شاہی ملازموں کو اور شہر کے باشندوں کو ڈراتے دھمکاتے ہیں...... پیدل سپاہیوں کو فراش خانے سے نکل جانے کے مکرر احکام دیئے گئے اور سواروں کو باغ خالی کر دینے کے لئے کہا گیا لیکن انہوں نے اب تک خالی نہیں کیا۔ یہ وہ مقامات ہیں جہاں نہ نادر شاہ، نہ احمد شاہ اور نہ برطانوی گورنر جنرل ہند کبھی گھوڑوں پر چڑھ کر گئے ہیں۔ پہلے فوجوں نے درخواست کی کہ شہزادوں کو مختلف عہدوں پر مامور کیا جائے اور اقرار کیا کہ وہ ان کے احکامات بجالائیں گی۔ یہ کر دیا گیا۔ پھر انہوں نے خواہش کی کہ شہزادوں کو خلعاتِ فاخرہ عطا کئے جائیں تاکہ ان کے عہدے مستقل ہو جائیں اور تمام قیدی قتل کر ڈالے جائیں، اس پر بھی راضی ہو گیا اور اسی روز مہرِ خاص ثبت کیا ہوا ایک اعلان عوام میں مشتہر کیا گیا کہ شہر میں عدالت قائم کی گئی ہے اور سپاہیوں کو ظلم و تشدد سے ہاتھ روکنے کی ہدایت کی گئی مگر اس کا کچھ بھی اثر نہ ہوا۔ ان تمام باتوں کو علیحدہ رکھ کر یہ خیال کرنا چاہیے کہ جب گورنمنٹ برطانیہ کے مشہور و اعلیٰ افسران قلعہ دیکھنے آتے تھے تو دیوانِ عام کے دروازے پر گھوڑوں پر سے اتر پڑتے تھے اور وہاں سے پیدل آتے تھے مگر یہ سپاہ گھوڑوں پر بیٹھی دیوانِ خاص کے کمرے تک گستاخانہ چلی آتی ہے۔ وردی اور پگڑیوں کے سوا اس کا لباس ایسا ہوتا ہے جو آدابِ شاہی سے بالکل بعید ہے۔ افسرانِ فوج بھی دربار میں بجائے عماموں کے ٹوپیاں پہن کر اور تلواریں باندھ کر ہنوز بے پرواہی سے چلے آتے ہیں۔ برطانوی حکومت کے دوران میں اس کے کسی ماتحت نے ایسا برتاؤ نہ کیا تھا۔ اور گو انہوں نے خود اشیاء میگزین و روپیہ، جو خزانے میں تھا، برباد کر دیا مگر اب روزمرّہ الاؤنس طلب کرتے ہیں، اور سب سے بڑھ کر یہ ہے کہ روزانہ الاؤنس ان لوگوں کے لئے بھی لیتے ہیں جو حاضر نہیں ہیں۔ اس کے علاوہ ظلم و زبردستی سے شہری دکانوں سے بغیر دام ادا کئے جبراً مال لے جاتے ہیں اور ہر قسم کی زیادتیاں روا رکھتے ہیں۔

بیرونِ شہر کی چیزوں کی حالت بہت غور طلب ہے۔ فوجیں شہر کے باہر جا کر امن قائم نہیں کرتیں

جس کی وجہ سے سینکڑوں بندگانِ خدا قتل کر دیئے گئے اور ہزاروں کا مال لٹ گیا۔ ملک کے سول انتظامات بسبب قلت فوجِ شاہی کے، جو تمام صوبجات میں مال گزاری آمدنی کے وصول کرنے والے ہوں اور تھانیدار مقرر کیے گئے ہوں، قائم نہیں رہ سکتے۔ ان معاملات کی وجہ سے ظاہر ہے کہ دیہات سے رسد فراہم نہیں کی جا سکتی اور مال گزاری وصول نہیں ہو سکتی۔ معاملات کے اس حالت میں رہنے سے کوئی فائدہ نہیں بلکہ ملک و شہر کی ویرانی کا خطرہ ہے۔ جو کچھ ذکر کیا گیا، اس کے علاوہ سپاہی شاہی ملازموں کو بھی دباتے ہیں اور جب روزانہ الاؤنس طلب کرتے ہیں یا بارود وغیرہ مانگتے ہیں تو ان پر اقتدار جمانا چاہتے ہیں۔ شاہی ملازم کچھ نہیں کہتے بلکہ عاجزی وانکساری کرتے رہتے ہیں اور ہر طرح انہیں خوش رکھنا چاہتے ہیں۔ ایسی حالت میں کیونکر یقین کیا جائے کہ یہ لوگ دلی خیر خواہِ سلطنت ہیں یا یہ کہ وہ حکامِ بالا دست کے زیرِ اقتدار رہنے پر رضا مند ہیں۔ یہ بھی خیال رہے کہ خزانے میں بالکل روپیہ نہیں ہے اور شہر کے سوداگروں کو لوٹ کر بالکل تباہ کر دیا گیا ہے۔ وہ اب اس قابل نہیں رہے کہ قرض دے سکیں، پھر کیونکر روزانہ الاؤنس دیئے جا سکتے ہیں؟ جب ان کی ضروریات پوری نہ ہو سکیں گی، دیہات سے رسد وغیرہ بند ہو جائے گی تو پھر کیا حالت ہوگی؟ ان سپاہیوں کی مضحکہ انگیز کارروائی تو یہ ہے کہ وہ خود انقلاب پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور حکومت کی رخنہ اندازی کا الزام شاہی ملازموں کے سر تھوپتے ہیں۔ مختصر یہ کہ جب سپاہ ایسے سرکشانہ کام کر رہی ہے تو صاف ظاہر ہے کہ وہ کسی طرح حکومت کے فائدے کو ملحوظِ خاطر نہیں رکھتی اور یہ ظاہر ہے کہ اس حکومت کی بربادی صاف عیاں ہے۔ مجبوراً تھک کر ہم نے آخر کار اپنی بقیہ عمر یادِ الٰہی میں بسر کرنے کی ٹھان لی ہے اور خطاب شہنشاہی کو، جو تفکرات ومشکلات سے لبریز ہے، موجودہ خطرات و بے قراریوں سے تنگ آ کر تہیہ کر لیا ہے کہ ترک کر دیں اور کفنی پہن کر پہلے خواجہ صاحب کی درگاہ پر جا کر مقیم ہوں اور پھر ضروری انتظام کر کے وہاں سے مکہ مکرمہ روانہ ہو جائیں۔

خیال کرنا چاہیے کہ جب فوجیں آئیں تو اہل شہر نے اور شاہی ملازموں نے ان کی مزاحمت نہیں کی اور نہ ان سے دشمنی کا اظہار کیا اور اس لحاظ سے وہ اہل شہر اس قابل نہیں ہیں کہ ان کا جان و مال تلف ہو۔ آئے دن کے ظلم و تعدی مابدولت کے لئے موجب ندامت ہیں کیونکہ بحیثیت بادشاہ کے ہم پر ان کی تکالیف کی جوابدہی عائد ہے اور اس قتل و غارت کا گناہ ہم پر ہوتا ہے۔ ان کی تعریف اس میں ہے کہ رعیت کی پرورش کریں، سلطنت کی بنیاد مستحکم کریں اور ملازمانِ سلطنت سے صلح و آشتی سے پیش آئیں۔ پس فرزند مابدولت، تم تمام افسران فوج پیدل و رسالے کو جمع کرو اور کہو کہ اگر وہ سلطنت کی ملازمت کرنا

چاہتے ہیں تو ایک فارم پر، جو بھیج دیا جائے گا، اقرار نامہ لکھ دیں۔ ان کی خوشی اور اطمینان کی خاطر ہم بھی ایک تحریری دستاویز دیں گے۔ وہ فوراً ان کارروائیوں کے انسداد کی سعی کریں اور رجمنٹ پیدل و سواروں کے خیمے آج ہی شہر سے باہر نصب کیے جائیں۔ ہر سپاہی کو، جس پر لوٹ مار کا جرم عائد ہوگا، واجبی سزا ملے گی تاکہ دوسروں کو ایسی مفسدہ پردازی کا حوصلہ نہ ہو۔ اور جب کبھی فرمانِ شاہی ملک میں امن و امان قائم کرنے کی غرض سے جاری کیا جائے، سب کو اس کی تعمیل کرنا واجب ہوگی۔ اور اسلحۂ جنگ و سامان خوراک کا بدون معقول سبب کے مطالبہ نہ کیا جائے گا اور ضد نہ کی جائے گی۔ تم انہیں یہ بھی سمجھا دو کہ اگر وہ متذکرہ بالا باتوں پر عمل درآمد نہ کریں گے تو ہم سکون و اطمینان کی خاطر فقیری اختیار کر کے خواجہ صاحب کی درگاہ پر چلے جائیں گے، وہ اطمینان سے قلعہ اور شہر کے اور ملک کے مالک بنے رہیں کیونکہ شاہانِ سلف میں سے کوئی ایسا نہیں گزرا جس نے ظلم کو امن سمجھا ہو۔ تم فوج کو سوالات کے جواب دینے کے لئے جمع کرو۔ تمہیں ہدایت کی جاتی ہے کہ ایک درخواست، جس پر تمام افسروں کی مہریں ثبت ہوں، لے کر ما بدولت کے حضور میں پیش کرو۔ تمہیں یہ بھی ہدایت کی جاتی ہے کہ اسے خفیف یا معمولی بات نہ سمجھنا کیونکہ ضعیف العمری اور نقاہت کی وجہ سے ہم ایسے گراں بار تردات کو برداشت نہیں کر سکتے۔ کسی قوم پر حکومت اور کسی فوج کا انتظام بچوں کا کھیل نہیں ہے۔''

(غدر کے فرمان، ص ۱۳۵ تا ۱۴۰)

بادشاہی چھوڑ کر مکے مدینے جانے کی تیاری

بنام والی جھجر (۵ زجون): خادمانِ خاص موردِ الطاف عنایت شیر بارگاہ شاہی وقار الملک محمد عبدالرحمٰن خاں بہادر صفدر جنگ! نوازشہائے خود بدولت برسد۔

جانو کہ متعدد ناخوشگوار واقعات گزرنے سے اور زیادہ عمر و کمزوریٔ جسم کی وجہ سے ہم کاروبارِ سلطنت و ملک میں اب دخل نہیں دے سکتے۔ ہماری خواہش باقی نہیں رہی ہے، سوائے اس کے کہ ایسے کام کریں جو خدا اور مخلوق کی خوشنودی کا باعث ہوں اور بقیہ عمر یادِ الٰہی میں گزار دیں۔ پس موجودہ رنج و مصائب کی وجہ سے ہمارا مصمم ارادہ ہو گیا ہے کہ فقیرانہ لباس پہن کر مع تمام خاندانِ تیموریہ کے ہجرت کر جائیں۔ پہلے خواجہ قطب الدین رحمۃ اللہ علیہ کی درگاہ شریف پر حاضر ہوں اور وہاں تمام ضروری انتظامِ سفر کر کے مقاماتِ متبرکہ مکہ و مدینہ زادہما اللہ شرفاً و تعظیماً روانہ ہو جائیں کیونکہ اس دنیائے فانی کا کوئی اعتبار نہیں۔ تم غلامِ خاص ہو، اس لئے لکھا جاتا ہے کہ فوراً ہماری جناب میں حاضر ہو اور مع اپنے

ہمراہیوں اور رفیقوں کے، جن پر تمہیں اعتمادِ کلی ہو، جس طرح ممکن ہو ہم تک پہنچو۔ تمام اسبابِ شاہی کو یہاں لاؤ اور پھر اگر چاہو تو ہمارے ساتھ مقاماتِ متبرّکہ کو چلو۔ مزید براں ایسی وزنی اشیا، جنہیں شہزادے یہاں تک نہ لاسکیں، اپنی جائے سکونت ہی میں چھوڑ دی جائیں اور اُن کی حفاظت کے لئے تم اپنے کچھ خدمتگار متعیّن کر دو، اور ہماری ذات کی حفاظت کے لئے سپاہیوں کی کافی تعداد مقرر کی جائے، تاوقتیکہ ہم بیت اللہ روانہ ہو جائیں۔ انصرام ضروری کے بعد تم اپنی جاگیر پر چلے جانا۔ ایسا کرنے سے تم ہماری خوشنودی حاصل کرو گے اور تمام عالم میں تمہاری شہرت ہو جائے گی۔ چونکہ تم ہمارے خاص خیرخواہوں میں سے ہو اور ایسے وقت میں جبکہ تمام ملاقاتیوں نے ساتھ چھوڑ دیا تھا، تم نے دیرینہ تعلقات کو پیشِ نظر رکھ کر وہ خدمات انجام دیں جو کوئی نہیں دے سکتا، لہٰذا جتنی عجلت اس معاملے میں ہو سکے، بہت مناسب وضروری ہے۔ ہماری مہربانیوں کا یقین رکھو۔ یہاں پر سواری وغیرہ کا انتظام نہیں ہے، چار پانچ سو گاڑیاں اور پانچ چھ سو اونٹ ضرور ہمراہ لاؤ۔ (غدر کے فرمان، ص ۴۸۔۴۹)

قانون شکنی فرو کرنے کی ہدایت

بنام مرزا مغل ومرزا خیر سلطان (۲۷ رجون): ''جانو کہ تمہاری درخواست موصول ہوئی جس میں ذکر تھا کہ چار پانچ بدچلن لوگوں نے، جو کمپنی کے پیادے معلوم ہوتے ہیں، شہر میں اودھم مچا رکھی ہے اور اب وہ دیہات میں گئے ہیں اور استدعا کی گئی ہے کہ ایسی کارروائیوں کا فوراً انسداد کیا جائے اور انہیں گرفتار کیا جائے۔ تعجب خیز امر ہے کہ صرف چار یا پانچ جرائم پیشہ لوگوں نے شہر بھر میں اودھم مچا رکھی ہو اور لوگوں کو لوٹتے پھرتے ہوں اور صرف ان کی گرفتاری پر قیامِ حکومت منحصر ہو۔ فوج کے آنے اور شہر میں قیام پذیر ہونے کو ابھی کچھ عرصہ بھی نہیں گزرا ہے کہ یہ ظلم شروع ہو گئے۔ اہل قصبات کی درخواستوں میں بھی چند سپاہیوں کی زیادتیاں مذکور ہیں، وہ بھی غالباً یہی ہوں گے۔ میرے فرزندو! تمہیں چاہیے کہ فوجی قوت سے کام لے کر ایسی قانون شکنی کو فرو کرو۔ غور کرنے سے یہ بالکل بعید القیاس معلوم ہوتا ہے کہ فوج کے ہوتے ہوئے شہر میں ایسی دست اندازیاں ہوں۔ پس اے فرزندو! ایسے لوگوں کو ہماری جناب میں بھیجو جو ان شریر النفس لوگوں سے واقف ہوں تاکہ ہمارے سوار و پیادے ان کے ہمراہ روانہ کئے جائیں۔ اور چیف پولیس افسر شہر کو فرمان بھیجا جائے کہ وہ بے پس و پیش ایسے لوگوں کو، جنہیں یہ واقف کار بتائیں، گرفتار کر کے ہمارے سامنے لائے۔ اگر جرم زنی یا غارت گری کا کوئی ثبوت ملا تو ان کے جرائم کی واجبی سزا دی جائے گی۔ مگر میرے فرزندو، تمہیں

ایسے طریقے بھی اختیار کرنے چاہئیں کہ فوج شہر میں لوٹ مار نہ کر سکے۔ بہرحال اگر اس قسم کا کوئی ثبوت مل گیا یا کوئی اٹھائی گیرا باشندگانِ شہر کے مکانوں کے گرد و پیش پایا گیا تو حکام اسے ایسی سزا دیں کہ آئندہ برائیاں وقوع پذیر میں نہ آئیں۔ ہماری عنایتوں کا یقین رکھو۔'' (غدر کے فرمان، ص ۱۲)

شکوہ و شکایت کا شاہی قرطاس ''الغیاث نامہ''

بنام افسرانِ فوج......(بادشاہ نے کہا:) ''میری رائے میں تیموری سلطنت کے آخری ایام آ پہنچے ہیں، اگرچہ یہ بھی ممکن ہے کہ میرے تخت اور بادشاہت کے عروج کا وقت آ گیا ہو۔ سچی بات یہ ہے کہ جیسا آرام اور سکون مجھے پہلے حاصل تھا اور میں پریشانی سے قطعی نہیں گھبراتا تھا، اب اس بڑھاپے میں فوجوں کے کثیر تعداد میں اجتماع کے بعد ہر قسم کی بے آرامی اور بے سکونی مجھ پر غالب ہے۔ نہ صرف یہ کہ میں مسلسل ذہنی کرب میں مبتلا ہوں بلکہ میری زندگی کا بھی اب کوئی یقین نہیں کیونکہ مجھے تم لوگوں پر اعتماد نہیں ہے۔ اس وقت تک تمہارے آدمی لوٹ مار، قتل و غارت اور میرے شہر کے لوگوں کے ساتھ ہر قوم کے ظلم و ستم اور بدسلوکی میں مصروف ہیں۔ اس سبب سے میں نے ''الغیاث نامہ'' تحریر کیا ہے اور کل پورے دربار میں تمہارے تمام افسروں کے سامنے پڑھواؤں گا۔ اس سے شاید تمہیں لوگوں پر رحم آئے اور جس ظلم و ستم کے پہاڑ تلے وہ اب دبے ہوئے ہیں، وہ ختم ہو جائے۔''

بادشاہ کی گفتگو سن کر بخت خاں، محمد شفیع اور امداد علی نے قرآنِ مجید کا ایک نسخہ منگوایا اور اسے ہاتھ میں لے کر یہ قسم کھائی کہ اگر ہم تخت سے بے وفائی کریں یا جہاں پناہ سے قطع تعلق کریں تو اللہ تعالیٰ ہمیں برباد کرے۔ جہاں پناہ ہمارے بادشاہ ہیں۔ ہم قرآنِ مجید پر، جو کہ ہمارے دین و ایمان کی نشانی ہے، نہایت سنجیدگی کے ساتھ حلف اٹھاتے ہیں۔

بخت خاں اور بادشاہ سلامت کے درمیان متذکرہ بالا گفتگو کے دو روز بعد بادشاہ نے بہت بڑا دربار منعقد کیا جس میں اس کی خصوصی خواہش پر شہر کے تمام رئیس اور فوج کے افسران حاضر ہوئے۔ بادشاہ میدانِ عام میں مسند پر بیٹھا۔ اس نے ''الغیاث نامہ'' نکالا جو وہ کئی روز سے تیار کر رہا تھا۔ یہ بڑے صاف اور خوش خط انداز میں کم از کم ڈیڑھ فٹ لمبا اور تقریباً اتنا ہی چوڑا تھا۔ بادشاہ نے اسے حکیم احسن اللہ خاں کے حوالے کیا اور خواہش ظاہر کی کہ وہ اسے بآوازِ بلند پڑھیں۔ انہوں نے حکم کی تعمیل کی۔

اس کا مضمون یوں تھا:

''شاہِ دہلی محمد شاہ کے وزیر نظام الملک کے طلب کرنے پر جب نادر شاہ اصفہان سے دارالحکومت میں آیا تو حکم جاری کیا کہ لوگوں کا قتلِ عام کیا جائے اور لوٹ مار کی جائے۔ چند گھنٹوں کے بعد اس نے یہ سب کچھ روک دیا۔ پھر شاہ عالم بادشاہ کے دور میں غوث گڑھ کے نواب نجیب خاں کے پوتے غلام قادر خاں نے بادشاہ کی آنکھیں نکال دیں۔ اس نے تھوڑے سے وقت کے لئے شہر میں لوٹ مار کی اجازت دی اور پھر روہیلوں اور پٹھانوں کے اس تمام تشدد کو حکماً روک دیا۔''

''پھر فرخ سیر کی حکمرانی کے دوران جب سید برادران کے ایک امیر نواب حسین علی خاں نے بادشاہ کی گردن میں تعویذ ڈالنے کے بہانے اس کا گلا گھونٹ کر مار ڈالا تو تھوڑے سے عرصے کے لئے شہر میں لوٹ مار کی گئی۔ مزید برآں جب احمد شاہ درانی اصفہان سے آیا اور تین لاکھ کے قریب مرہٹہ سوار دکن سے پہنچے تو شہر میں قدم جمانے کے بعد لوٹ مار زیادہ دیر تک جاری نہ رہی۔''

''اگرچہ دنیا بھر میں شاہی سلسلے کی تبدیلی کے دوران حکمرانوں نے نمونہ قائم کرنے کے لئے یا دلوں میں خوف بٹھانے کی خاطر ایک محدود وقت کے لئے لوٹ مار اور کشت وخون کی اجازت دی بھی تو سنجیدگی کے ساتھ یہ خواہش ہر بار موجود رہی کہ جس قدر جلد ممکن ہو، اسے روک دیا جائے اور طمانیت اور امن وامان بحال کیا جائے لیکن یہاں پر یہ کیفیت نہیں رہی ہے۔ یہ بڑی حیرت واستعجاب کی بات ہے کہ، اگرچہ اب دو ماہ سے زائد عرصہ گزر چکا ہے، تم لوگ اب بھی قتل اور لوٹ مار کرتے ہو۔ اور اگرچہ تم نے اس لڑائی کا مقصد ''دین'' قرار دیا ہے اور مجھ سے اسلام کے فرمانروا کے طور پر اظہارِ عقیدت کے لئے آئے ہو لیکن تمہارے اندر رحم وکرم کا کوئی مادہ نہیں ہے۔ شہر کے ہر بازار میں لوٹ مار اور قتل وغارت ہو رہی ہے۔''

بادشاہ نے متذکرہ بالا موضوع پر ایک طویل تحریر تیار کر رکھی تھی جو مجتمع درباریوں کو تمام سنائی گئی۔ اسے سن کر سب نے اپنے سر شرم سے جھکا لئے اور چلے گئے مگر سپاہیوں نے لوٹ مار کا وہی سلسلہ یہاں تک جاری رکھا کہ جب ان میں سے ایک سپاہی ایک دکان پر سودا لینے کے لئے گیا تو بولا کہ مجھے ایک پیسے کی ایک سیر مٹھائی دو۔ اس پر غریب دکاندار نے کہا، ''آہ جی مہاراج، ایک پیسے کی ایک سیر مٹھائی!

جمعدار صاحب، اتنی زیادہ کے لئے تو کبھی کسی نے نہیں کہا۔ آپ کے راج میں ایسا ہونا نہایت نامناسب ہے۔'' اس پر سپاہی نے جواب کے لئے اپنی دستی بندوق اٹھائی اور غریب آدمی کو گولی ماردی۔ کسی نے یہ نہ پوچھا کہ کس نے یہ کام کیا ہے۔ کوئی بھی کسی شکایت کو نہیں سنتا تھا۔ اس وقت ہر سپاہی اپنے طور پر ایک بادشاہ تھا اور ہر سوار ایک وزیر۔ (کوتوال سید مبارک شاہ......Kotwal's Diary, p.61-64)

سپاہیوں کے طرزِ عمل پر بادشاہ کا غیر معمولی ردِّ عمل

زہر کھالینے کی دھمکی (۱۷ر جون): چند کھتریوں نے بادشاہ کی خدمت میں عریضہ پیش کیا جس میں سپاہیوں کے مظالم کا ذکر درج تھا اور بیان کیا گیا تھا کہ سپاہیوں نے شہر میں خام اجناس کے داخلہ کی ممانعت کر دی ہے۔ اس پر بادشاہ نے باغیوں کے سردار کو بلایا اور دھمکی دی کہ اگر فوجوں کے طرزِ عمل میں بہتری نہ ہوئی اور مظالم کا سدِّ باب نہ ہوا تو میں زہر کھالوں گا۔ سردار نے احکام کی فوری متابعت کا وعدہ کیا اور کہا کہ یہ شکایات دوبارہ سننے میں نہ آئیں گی۔ (جیون لال، ص ۱۴۰)

شاہی جواہرات کی حوالگی (۲۵ر اگست): افسروں کے وفود نے تنخواہ کے لئے مطالبات پیش کئے۔ بادشاہ حرم میں داخل ہوئے اور کچھ زیورات اور جواہرات لائے اور یہ کہہ کر انہیں افسروں کے حوالے کیا کہ ''اسے لے لو اور اپنی بھوک کو بھول جاؤ''، لیکن افسروں نے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ ''ہم شاہی جواہرات کو ہاتھ نہیں لگائیں گے، لیکن ہمیں یہ دیکھ کر اطمینان ہوتا ہے کہ آپ ہمیں قائم و برقرار رکھنے کے لئے اپنی جان اور مال دینے سے بھی دریغ نہیں کرتے۔'' (جیون لال، ص ۲۲۹)

شاہی مال و دولت فروخت کر دینے کی پیشکش (یکم ستمبر): افسروں نے بار بار بادشاہ سے تنخواہ کی ادائیگی کا انتظام کرنے کے لئے زور دیا اور دھمکی دی کہ اگر کچھ انتظام نہ ہوا تو ہم شہر کو لوٹ لیں گے۔ بادشاہ نے جواب دیا کہ ''لوٹنے کی ضرورت نہیں ہے، میں اپنے گھوڑوں، ہاتھیوں، چاندی اور سونے کے زیورات کو فروخت کر دوں گا اور فوج کو تنخواہ ادا کروں گا۔ اگر میں ایسا نہ کروں تو تم سب کے سب شہر چھوڑ کر چلے جاؤ، اس لئے کہ میں نے تم کو بلایا نہیں تھا، تم اپنی خوشی سے آئے تھے۔'' بادشاہ اٹھ کر اپنے دربارِ خاص میں تشریف لے گئے۔ افسر چھ بجے شام تک بیٹھے رہے اور نہایت جوش کی حالت میں حکیم عبدالحق، مرزا الٰہی بخش اور سعید علی خاں سے بحث و مباحثہ کرتے رہے۔ بالآخران کو یہ

پیغام دیا گیا کہ ان کی تنخواہ کی پہلی قسط کل ادا کر دی جائے گی اور باقی ماندہ حصہ بیگم زینت محل اپنی آمدنی میں سے پندرہ دن کے اندر اندر ادا کر دیں گی۔ اس کے بعد تین پلٹنیں، جو شہر کو لوٹنے کے کام پر مقرر کی گئی تھیں، اپنے کوارٹروں میں چلی گئیں اور افسر بھی تین پلٹنیں قلعہ کے دروازوں پر متعین کر کے چلے گئے۔ ان پلٹنوں کو حکم دیا گیا تھا کہ شہزادوں کو قلعہ میں نہ داخل ہونے دیں...... بیگم کو اندیشہ تھا کہ کہیں سپاہی محل کو نہ لوٹ لیں۔ انہوں نے بادشاہ کے پاس تین ہزار روپے کے جواہرات بھیجے اور ان سے کہا کہ انہیں سپاہیوں کو دے دیا جائے، مگر بادشاہ نے انکار کر دیا اور کہا کہ ''جب تک میں زندہ ہوں، مجھ پر ہی سارے مصائب پڑنے چاہئیں۔'' (جیون لال، ص ۲۳۸۔۲۳۹)

بادشاہ کی دربار میں آہ و فغاں کی کیفیت (۲ ستمبر): مجھے خبر ملی تھی کہ فوج کے کچھ افسر اپنی تنخواہ کا مطالبہ کرنے شاہی محل گئے ہیں۔ میں بھی وہاں پہنچا۔ یہاں پر عہدے کے تقریباً پانچ سو افسر دیوانِ خاص میں شہزادہ مغل، مرزا ابوبکر اور مرزا خضر سلطان کو گھیرے کھڑے تھے اور بآوازِ بلند کہہ رہے تھے کہ حکیم احسن اللہ خاں ان کی تنخواہوں کی ادائیگی میں مداخلت کر رہا ہے۔ وہ شاہزادوں کو قید کرنے اور حکیم احسن اللہ خاں کو قتل کرنے کی دھمکیاں دے رہے تھے اور کہہ رہے تھے کہ ان کی تنخواہیں نہ دی گئیں تو وہ شہر کو آپس میں تقسیم کر کے لوٹ مار شروع کر دیں گے۔ وہ اپنے مطالبات کو منوانے کے لئے کافی دیر شور مچاتے رہے۔ مرزا مغل نے اپنی جان بچانے کے لئے آخر مرزا الٰہی بخش کو بلا بھیجا۔ وہ ان کو دلاسا وغیرہ دے کر بادشاہ کے پاس لے گیا۔ بادشاہ نے کہا کہ اس کے پاس کوئی رقم نہیں ہے جو وہ ان کو دے سکے۔ اس پر فوج کے افسروں نے دھمکی دی کہ وہ شاہی خاندان کے تمام افراد کو قتل کر کے محل اور شہر کو لوٹ لیں گے۔ یہ سن کر بادشاہ اپنے تخت سے اٹھ کھڑا ہوا اور اپنے تخت کی گدی ان افسروں کے سامنے پھینک کر حکم دیا کہ شاہی محل کے تمام نوادرات اور شاہی خاندان کی بیگمات کے زیور اُن کے حوالے کئے جائیں۔ اس کے بعد وہ کعبہ کی طرف رخ کر کے رونے لگا اور کہا کہ اسے اپنے گناہوں کی سزا مل رہی ہے، اگر اسے بھی انگریزوں کے ساتھ قتل کر دیا جاتا تو اس کی اتنی بے عزتی نہ ہوتی۔ بادشاہ کو اس طرح زور شور سے روتے دیکھ کر بیگمات اور وہاں پر موجود درباریوں کے بھی آنسو نکل آئے۔ فوج کے افسر اپنی لاچاری اور غربت کے باوجود یہ دیکھ کر بہت شرمندہ ہوئے۔ اسی دوران مرزا مغل چالیس ہزار روپے لے آئے اور افسروں سے درخواست کی کہ وہ رقم اپنی تنخواہ کی ایک قسط کے طور پر لے لیں۔ بعد میں شہر کے معززین کو جب یہ اطلاع ملی تو وہ سب محل میں جمع ہو گئے اور بادشاہ سے ڈیڑھ لاکھ روپیہ جمع کرنے کا وعدہ کیا۔ (تراب علی غداروں کے خطوط، ص ۱۷۰۔۱۷۱)

چاندی کے شاہی ظروف افسروں کے حوالے (۴ر ستمبر): محمد بخت خاں بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور دیر تک ان سے نج میں بات چیت کرتے رہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ نصیر آباد کی فوج نے رات کو بادشاہ کو تنخواہ کے متعلق سخت رنج پہنچایا جس پر بادشاہ نے اپنے تمام چاندی کے ظروف ان کے حوالے کر دیئے اور کہا کہ ''انہیں بیچ کر جو کچھ قیمت آئے، اسے آپس میں تقسیم کر لو۔'' اس پر بھی افسر غیر مطمئن تھے۔ (جیون لال، ص ۲۴۲)

ہر لمحے موت کا منتظر بادشاہ (۶ر ستمبر): گوالیار کے سوار اور بریلی کی فوج کے کچھ افسر آج دربار میں حاضر ہوئے اور گستاخانہ انداز میں اپنی تنخواہ کا مطالبہ کرنے لگے۔ بادشاہ سلامت نے جواب دیا کہ جس دن سے تم لوگ یہاں آئے ہو، میں سر پر کفن باندھے بیٹھا ہوں اور ہر لحہ اپنی موت کا انتظار کر رہا ہوں۔ بہتر ہوگا کہ تم ہی مجھے مار ڈالو۔ (تراب علی...... غداروں کے خطوط، ص ۱۷۷)

جیون لال ڈائری نویس کی گرفتاری کی کہانی

اس کی اپنی زبانی

روپیہ کی طلبی پر بھاگ دوڑ

یکم اگست: بادشاہ کے فرستادہ افسر منشی سلطان سنگھ کے پاس گئے اور ان سے پچاس ہزار روپے طلب کئے۔ اس کے بعد میرے پاس آئے اور پچیس ہزار روپے مانگے۔ باقیوں سے معمولی معمولی رقمیں حاصل کی گئیں۔ وہ بہت بے صبرے تھے اور ان کا طرزِ عمل بھی گستاخانہ تھا، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آپس میں تکرار ہوگئی۔ بالآخر سنت لال نے انہیں چلے جانے کے لئے کہا۔ انہوں ہی نے ہماری بھی سفارش حیدر حسن خاں (کمانڈر توپ خانہ) سے کی۔ ہم نے حکیم احسن اللہ خاں، لالہ بھولا ناتھ اور دوسرے اشخاص سے بہت منت سماجت کی۔ بادشاہ نے جواب دیا کہ معاملہ جنرل محمد بخت خاں کے ہاتھ میں ہے اور میں مداخلت کرنے سے معذور ہوں لیکن رہائی حاصل کرنے کی غرض سے ضروری ہے کہ کچھ روپیہ ادا کیا جائے۔ لالہ شام لال (وکیل ولی عہد) نے ہماری طرف سے بہت کوشش کی۔ مرزا الٰہی بخش نے یقین دلایا کہ ان کے پاس روپیہ بالکل نہیں رہا، اس لئے ان سے روپیہ حاصل کرنے کی کوشش بیکار ہے۔ (ص ۱۹۶)

۲ر اگست: میرے نام ایک طویل حکم بھیجا گیا جس میں تاکید کی گئی تھی کہ پچاس ہزار روپیہ لے کر حاضر ہو جاؤ۔ اس پر بے ساختہ میری زبان سے یہ شعر نکل گیا۔

خدایا بچا اس مصیبت سے مجھ کو
کہ تو میری حالت سے آگاہ ہے

احمد مرزا نے شہزادوں کو بھی مجھ سے بدظن کر دیا اور میرے مکان پر دن رات پہرہ رہنے لگا۔ حیدر حسن خاں نے پیدل سپاہی اور سوار مجھے دق کرنے کے لئے بھیجے۔ بالآخر سنت لال ان سب کو محل میں لے گئے۔ (ص ۱۹۸)

مرزا مغل کے الزامات

۳ر اگست: مرزا مغل لال سنت لال کی اجازت لے کر میرے پاس تشریف لائے۔ میں نے انہیں اپنے حالات بتا دیئے اور کہا کہ میرے پاس روپیہ کہاں؟ میری تنخواہ معمولی ضروریاتِ زندگی کے پورا کرنے میں صَرف ہو جاتی ہے۔ میں نے تمام زندگی محنت و ایمانداری کے ساتھ کام کیا ہے اور دولت جمع نہیں کی۔ جب تک مجھے تنخواہ نہ ملے گی، میرے پاس روپیہ نہیں آئے گا۔ بادشاہ کو تمام اختیارات حاصل ہیں، جو چاہیں کر سکتے ہیں۔ مرزا نے مجھ پر الزام لگایا کہ تم انگریزوں کے پاس خبریں بھیجتے ہو اور برہمنوں سے انگریزی راج کے اس سرِنو قیام کی دعائیں منگواتے ہو اور بادشاہ کی شکست کے امیدوار رہتے ہو اور سپاہیوں کو "باغی" کے نام سے یاد کرتے ہو۔ انہوں نے کہا کہ "میں صرف اتنا کر سکتا ہوں کہ مطلوبہ رقم میں کسی قدر کمی کر دوں۔" (ص ۱۹۹)

انگریزوں کی متوقع آمد کا سن کر مسرت کی کیفیت

۴ر اگست: لالہ گوپی ناتھ کی وساطت سے میں نے نواب حسین علی خاں بہادر سے درخواست کی کہ وہ احمد مرزا سے کہہ دیں کہ مجھ پر سختی بند کر دی جائے۔ حیدر حسن خاں افسر توپ خانہ نے پھر روپیہ کی ادائیگی کا تقاضا کیا۔ اب کی دفعہ اردلی سوار بھی آیا تھا۔ جواب سنت لال نے دیا۔ بدری مصر میرے پاس آیا اور کہا کہ سر جان، مٹکاف چند سواروں کے ساتھ تکورہ میں باغیوں کی سرکوبی کر رہے ہیں اور انہیں آپ کی تکلیف دہ حالت اور دیگر وفادار شہریوں کی تکالیف کا بے حد رنج ہے۔ انہوں نے یہ کہلا بھیجا ہے کہ گھبراؤ نہیں، اس لئے کہ انگریز عنقریب دہلی پر قبضہ کر لیں گے۔ اس خبر سے جو خوشی مجھے

حاصل ہوئی، وہ اس تازگی کے مترادف تھی جو باغ میں بارش کے چھینٹے کے بعد پیدا ہوتی ہے۔ چونکہ سپاہی جو روپیہ لینے کی غرض سے آیا کرتے تھے، سخت دق کرتے تھے اس لئے لالہ جیون چند اور دوسرے رشتہ داروں نے میرا ساتھ چھوڑ دیا اور مصلحت اسی میں سمجھی کہ مجھ سے کنارہ کش ہو جائیں۔ حکیم غلام نقشبند خاں مجھ سے ملنے کے لئے آئے، مجھے تسلی دی اور کہا کہ تمہاری طرف سے حکیم احسن اللہ خاں کو سمجھا دوں گا۔ (ص ۲۰۲)

گرفتار کر کے کوتوالی پہنچا دیا گیا

۷/اگست: نذر علی، جو پہلے سائمن فریزر کی ملازمت میں تھے اور اب تھانہ کے منتظم تھے، مبارک شاہ کوتوال کی چٹھی لے کر مجھے گرفتار کرنے کے لئے آئے۔ ان کے ساتھ سو سپاہی ننگی تلواریں لئے ہوئے تھے۔ چونکہ دروازہ سقوں کے لئے کھول دیا گیا تھا، اس لئے دروازہ کو کھلا پاتے ہی وہ نہایت تیزی کے ساتھ داخل ہو گئے۔ گھر کی مستورات بیٹھی ہوئی مہاراج لال کی تیمارداری میں مصروف تھیں جن کی بذریعہ آپریشن پتھری نکالی گئی تھی اور جو بے حد کرب و تکلیف کی حالت میں پڑے تھے۔ سپاہیوں کو دیکھتے ہی وہ جان بچانے کے خیال سے اِدھر اُدھر بھاگیں اور زیورات اور پاندان اپنے ساتھ لیتی گئیں۔ مجھے گرفتار کر لیا گیا اور پالکی میں بٹھا دیا گیا اور ننگی تلواروں کے گارڈ کی حفاظت میں مجھے کوتوالی پہنچا دیا گیا۔ مبارک شاہ سے وہیں ملاقات ہوئی۔ انہوں نے بہت احترام سے مجھے بٹھایا۔ پہلے وہ چنگی کے افسر تھے اور پھر بادشاہ کی ملازمت میں منسلک ہو گئے۔ انہوں نے مجھ سے کہا کہ تمہارے وسوسے اور اندیشے بے بنیاد ہیں اور کہا کہ ڈرو نہیں، اس لئے کہ میں خود بھی انگریزوں کا ملازم ہوں۔ اس کے بعد انہوں نے میری گرفتاری کے متعلق مرزا خضر کا دستخطی خط دکھایا۔ (ص ۲۰۸)

میرے علاوہ منشی سلطان سنگھ، چھنن لال اور سنت لال کی گرفتاری بھی عمل میں آئی۔ ہمیں دھوکے میں رکھنے کی خاطر حکم میں یہ الفاظ تھے کہ ہمیں مشورے کی غرض سے طلب کیا جا رہا ہے۔ پھر مجھے اور منشی سلطان کو مرزا مغل کے روبرو پیش کیا گیا۔ پہنچتے ہی ایک صوبیدار مجھے خنجر سے یہ کہہ کر ہلاک کرنا چاہتا تھا کہ ''یہی وہ شخص ہے جو انگریزوں کو خبریں بھیجتا ہے۔'' مجھے مجمع نے (اور درحقیقت خدا نے) بچا لیا اور کہا کہ انہیں روپیہ لینے کی غرض سے بلایا گیا ہے۔ اس سے مجھے ایک گونہ اطمینان ہوا۔ بعد ازاں مجھے ادھر مرزا مغل کی پیشی میں لے گئے۔ وہاں میں نے عجیب و غریب قطع کے آدمیوں کی کثیر جماعت دیکھی...... لالہ سالگ رام (خزانچی)، راجی داس گوڑ والہ، لالہ گردھر لال، زور آور چند اور تقریباً پچیس

دیگر مہاجن بھی گرفتار شدہ حالت میں وہاں بیٹھے تھے۔ مجھے بھی ان کے ساتھ قطار میں بیٹھنے کا حکم ملا۔ میرے دوست لالہ گھان لال، لالہ ناشی لال، لالہ سنت لال میری رہائی کی کوشش کرنے کی غرض سے وہاں آئے۔ تھوڑی دیر بعد مرزا احمد جان مرزا مغل کے پاس گئے اور ان کے کان میں کچھ کہا، جس پر مرزا مغل نے لالہ سنت لال کو بلایا اور نہایت شفقت و نرمی سے فرمایا کہ اس سے پانچ ہزار روپے لئے جائیں گے جسے فی الفور ادا کرنا چاہیے ورنہ اسے قید کر دیا جائے گا۔ دوسروں سے بھی اسی طرح روپوں کا مطالبہ کیا گیا اور بالآخر ہم غریب منشیوں کو دھمکایا گیا اور توپوں کو ہمارے کندھوں پر رکھ کر چھوڑا گیا مگر ہم خدا کے کرم سے نہایت ثابت قدم رہے۔ (ص ۲۰۸۔۲۰۹)

مرزا الٰہی بخش کی کوششوں سے رہائی

ہم نے ارادہ کر لیا تھا کہ ہم مرنا پسند کریں گے اور ان باغیوں کی دھمکیوں کی کچھ پروا نہ کریں گے۔ ہمیں انجام کی کچھ خبر نہ تھی۔ باغیوں نے صبح سے لے کر چار بجے سہ پہر تک مشورہ کیا۔ اسی حالت میں مرزا الٰہی بخش بھی خلافِ توقع حضرت خضر کی طرح آ براجے، بعینہٖ جس طرح سے کہ سوکھے ہوئے پتوں میں جان ڈالنے کے لئے ابرِ رحمت یکا یک برس جاتا ہے۔ انہوں نے مجھے دلاسا دیا اور مرزا مغل سے درخواست کی کہ نج کی ملاقات کے لئے وقت دیا جائے۔ میرا گمان ہے کہ انہوں نے دوران ملاقات میں ہمارے متعلق یہی دلائل استعمال کئے ہوں گے کہ یہ غریب محرر ہیں اور صرف اپنی آمدنی پر گزران کرتے ہیں، اور یہ کہ انگریزی راج ابھی تک ختم نہیں ہوا۔ ممکن ہے کہ انگریز شہر پر دوبارہ قبضہ کر لیں، اور جب آپ انگریزوں کے ہاتھ میں اسیر ہو جائیں گے تو ممکن ہے کہ یہ غریب کلرک اس وقت آپ کے لئے مفید ثابت ہوں۔ مرزا مغل نے جواب دیا کہ یہ انگریزوں کو خبریں بھیجتا ہے اور ان کی کامیابی کے لئے دست بدعا رہتا ہے۔ مرزا الٰہی بخش نے کہا کہ یہ اُن کے وفادار ہیں جن کا نمک انہوں نے کھایا ہے۔ احمد مرزا نے کہا کہ ان سے کثیر رقم وصول کرنی چاہیے یا ان کے مکانات پر قبضہ کر لینا چاہیے۔ غالباً مشورہ دینے والے کو یہ امید ہوگی کہ قتل کر دیے جانے پر میرا مکان اسے مل جائے گا۔ یہ گفتگو شام تک ہوتی رہی۔ جو زیورات سپاہیوں نے میرے مکان سے ضبط کئے تھے، انہیں مرزا مغل کی خدمت میں پیش کیا گیا اور تولنے کے بعد ان کی مالیت کا اندازہ دو ہزار روپے کیا گیا۔ حکم ہوا کہ یہ رقم اس مطالبہ میں سے منہا کر دی جائے جو مجھ سے کیا جا رہا تھا۔ اس کے بعد پستول منگا لئے اور ہمیں ڈرانے کے لئے بندوقیں بھی منگوائی گئیں لیکن یہ دیکھ کر کہ میرا ارادہ مستقل ہے اور مرزا الٰہی بخش میری

مدد پر ہیں، مجھے بالآخران کے ساتھ جانے کی اجازت دے دی گئی۔ اچھے مرزا صاحب کمال تلطف اور مہربانی کے ساتھ سیدھے میرے مکان پر گئے اور مجھے مشورہ دیا کہ مکان تبدیل کرلو اور کہیں چھپ جاؤ ورنہ باغی پھر تمہارا پتہ ڈھونڈ نکالیں گے۔ انہوں نے مجھ سے کہا کہ میں تمہارا ضامن ہوں اور انشاء اللہ باغی تمہارا بال بیکا نہ کرسکیں گے۔ اس طرح سے خدا تعالیٰ نے اپنا فضل کر کے میری جان بچالی۔

(ص ۲۰۹۔۲۱۰)

مرزا الٰہی بخش کا اخلاص!

مرزا الٰہی بخش نے اس آڑے وقت میں جو ہمدردی مجھ سے کی، اس کا معاوضہ مجھ سے ادا نہیں ہو سکتا اور نہ مناسب الفاظ میں ان کا شکریہ ہی ادا کرسکتا ہوں۔ صرف زبان سے ان کا شکریہ ادا کرنے کی کوشش کرسکتا ہوں۔ مجھے بعد میں معلوم ہوا کہ میرے گرفتار ہو جانے پر لالہ شام لال نے مرزا الٰہی بخش کو لکھا تھا کہ اب امداد کا وقت ہے، اس لئے کہ وہ انگریزی ملازم ہیں اور آپ بھی انگریزوں کے بہی خواہ ہیں۔ مرزا کے صاحبزادے کا آج صبح انتقال ہو گیا تھا اور وہ جلدی سے تجہیز و تکفین کر کے میری مدد کرنے کے لئے آ گئے۔ ان سے بڑھ کر سچا دوست کبھی میسر نہیں آ سکتا۔ (ص ۲۱۰)

۸؍اگست: مجھ پر اور منشی سلطان سنگھ پر بقایا دو ہزار روپے کے ادائیگی کے لئے پھر بے حد زور ڈالا گیا لیکن ہم نے ایک پیسہ بھی نہ دیا۔ (ص ۲۱۱)

مالی مشکلات

سپاہیوں کی خوراک اور تنخواہوں کا مسئلہ

بادشاہ کی دوٹوک باتیں

۲۰/جولائی: چند سواروں نے ملازمت کی خواہش ظاہر کی مگر بادشاہ نے کہا کہ میرے پاس تمہیں تنخواہ دینے کے لئے روپیہ موجود نہیں ہے۔ چند غیر مسلح سپاہیوں نے بندوقیں مانگیں۔ بادشاہ نے جواب دیا کہ میرے پاس اسلحہ محفوظ نہیں ہے۔ (جیون لال، ص ۱۷۶)

۲۱/جولائی: جھانسی کی فوج کا ایک رسالدار بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور شکایت کی کہ مجھے اپنی خدمات کے معاوضے میں نہ تو تنخواہ ملی اور نہ انعام۔ بادشاہ نے جواب دیا کہ جھانسی کی فوج نے تین لاکھ روپیہ غصب کر لیا ہے اور اس میں سے ایک پائی بھی شاہی خزانے کو موصول نہیں ہوئی۔ بادشاہ نے پھر کہا کہ میں تنخواہ اور انعام کہاں سے دے سکتا ہوں؟

ٹونک سے چھ سو مجاہد آئے اور آج بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوئے۔ انہوں نے اطلاع دی کہ ابھی دو ہزار مجاہد اور آنے والے ہیں۔ بادشاہ نے جواب دیا کہ میرے پاس تم لوگوں کو دینے کے لئے روپیہ نہیں ہے۔ (جیون لال، ص ۱۷۸۔۱۷۹)

۳۰/جولائی: چند جہادیوں نے بادشاہ سے عرض کیا کہ ہمارے پاس کھانے کو پیسہ نہیں ہے اور ہم بھوکے مر رہے ہیں۔ بادشاہ نے جواب دیا کہ خزانہ خالی ہے۔ (جیون لال، ص ۱۹۲)

۳۱/جولائی: میر فیاض علی نے معروضہ پیش کیا کہ جہادی بھوکے مر رہے ہیں۔ بادشاہ نے جواب دیا کہ انہیں کھلانے کے لئے میرے پاس روپیہ نہیں رہا۔ فیاض نے کہا کہ شہر والوں کو حکم دیجئے کہ وہ ان کے کھانے کا بندوبست کریں۔ بادشاہ نے اس تجویز کو پسند کیا۔ (جیون لال، ص ۱۹۴)

۳/اگست: گوالیار کی فوجوں کے پاس سے عریضہ موصول ہوا جس میں تحریر تھا کہ دو ہزار

سپاہی دہلی آنے کے لئے تیار بیٹھے ہیں اور صرف شاہی احکام کے منتظر ہیں۔ انہوں نے جواب دیا کہ شاہی خزانہ بالکل خالی ہے۔ (جیون لال، ص ۱۹۸۔۱۹۹)

۴ اگست: گوالیار سے بادشاہ کی خدمت میں یہ پیغام وصول ہوا کہ ہم سب آپ کی خدمت میں حاضر ہونے کے لئے تیار بیٹھے ہیں۔ بادشاہ نے نہایت بے صبری کے ساتھ جواب دیا کہ انہیں لکھ دو کہ ان کی امداد کے لئے میرے پاس روپیہ موجود نہیں ہے۔ میرے پاس یہاں ساٹھ ہزار سپاہی ہیں اور ابھی تک انہوں نے مٹی کا ڈھیلا بھی انگریزوں سے واپس نہیں لیا۔ (جیون لال، ص ۲۰۱)

پشاور سے کسی آخوند کا خط آیا ہے۔ ابھی تک اس کے اندراج کا پتہ نہیں چل سکا۔ اس خط کا جواب بھیج دیا گیا ہے جس میں لکھا ہے کہ انہیں چاہیے کہ جو کرنا ہو کریں لیکن دہلی کا رخ نہ کریں کیونکہ یہاں پیسہ ختم ہو چکا ہے اور فوج خودسر ہو گئی ہے۔ (غداروں کے خطوط، ص ۱۱۸)

۲۰ اگست: فوج بادشاہ سے روزانہ تنخواہ کا مطالبہ کرتی ہے۔ بادشاہ جواب دیتا ہے کہ اس کے پاس کوئی خزانہ نہیں ہے۔ اس نے انہیں دہلی آنے کی دعوت نہیں دی تھی، نہ ہی وہ یہ چاہتا ہے کہ باغی فوج دہلی میں رہے۔ اس کو اپنے اخراجات کے لئے جو وظیفہ ملتا تھا، وہ بھی ختم ہو گیا ہے اور انہی کی وجہ سے انگریز بھی اس کے دشمن ہو گئے ہیں۔ باغی کافی دل شکستہ ہیں اور بادشاہ کو شہر اور محل لوٹنے کی دھمکیاں دیتے رہتے ہیں۔ (غداروں کے خطوط، ص ۱۴۶)

۲۱ اگست: آج جمعہ کے دن بادشاہ سلامت نے ان گھوڑوں اور ہاتھیوں کا معائنہ کیا جو بخت خاں بلب گڑھ سے لایا ہے...... ان کے معائنہ کا مقصد یہ تھا کہ بخت خاں نے ان کی دیکھ بھال کے لئے رقم مانگی تھی۔ بادشاہ سلامت بہت ناراض ہوئے اور بخت خاں سے کہا کہ جب تم اپنی فوج یہاں لے کر آئے تھے تو تم نے کہا تھا کہ تم تمام اخراجات کے لئے رقم نہ مانگو گے، اب اپنے آپ کو جھوٹا کیوں کہتے ہو؟ وہ یہ سن کر خاموش ہو گیا۔ (غداروں کے خطوط، ص ۱۴۸)

> (یہاں بادشاہ کا بخت خاں کی جس بات کا ذکر ہے، جیون لال نے ۲ رجولائی کے روزنامچے میں اس کا ذکر یوں کیا ہے، ''بخت خاں نے اطلاع دی کہ شہر کے باہر میں حسب ذیل فوج کے ساتھ لڑنے کے لئے تیار ہوں...... فوج کو چھ مہینے کی پیشگی تنخواہ دے دی گئی۔ محمد بخت خاں نے کہا کہ میرے پاس چار لاکھ روپے موجود ہیں اور کہا کہ میں اب بادشاہ کو مزید امداد حاصل کرنے کی غرض سے تکلیف نہ دوں گا اور اگر میری فوجیں کامیاب ہوئیں تو میں زائد روپیہ خزانہ میں داخل کر دوں گا۔'' [ص ۱۵۳])

۳؍ستمبر: اطلاع ملی کہ سپاہی تاج محل بیگم کو زینت محل بیگم کی جگہ مقرر کرنا چاہتے ہیں اور مؤخر الذکر کو وہ اس وقت تک قید میں رکھنا چاہتے ہیں جب تک کہ ان کی تنخواہ نہ مل جائے۔

(جیون لال، ص ۲۴۱)

۶؍ستمبر: جنرل محمد بخت خان نے شکایت پیش کی کہ بادشاہ کے ملازمین اور دوسری فوجوں کی تنخواہیں وغیرہ ادا کر دی گئی ہیں مگر بریلی کی فوج کو، جو اَب تک لڑائی میں پیش پیش رہی ہے، کچھ بھی نہیں ملا اور اس کی وجہ سے میرے سپاہی دل برداشتہ ہو گئے ہیں۔ بادشاہ نے جواب دیا کہ میں اب تک ایک لاکھ روپیہ تقسیم کرا چکا ہوں۔ خزانہ خالی پڑا ہے۔ خود تمہارے ہاتھوں کتنے لاکھ روپے تقسیم ہو چکے ہیں، تم نے اپنے آدمیوں میں کچھ روپے کیوں تقسیم نہ کر دیئے؟

لکھنؤ سے دو پیدل فوجوں کے پاس سے اطلاع موصول ہوئی کہ وہ دہلی آ رہی ہیں۔ بادشاہ نے جواب میں لکھ بھیجا کہ آ جاؤ اگر آنا چاہتے ہو، لیکن اگر آنا نہیں چاہتے تو کہیں اور چلے جاؤ۔

(جیون لال، ص ۲۴۶)

۷؍ستمبر: جنرل بخت خاں اپنے دس افسروں کے وفد کے ساتھ حاضر ہوئے تاکہ بادشاہ کو اس امر کی اطلاع کر دی جائے کہ جس دن سے میری فوج دہلی میں داخل ہوئی ہے، اسے تنخواہ کا ایک پیسہ بھی نہیں ملا، اور یہ کہ آدمی اب بہت دل برداشتہ ہو گئے ہیں اور اپنے اپنے گھروں کو واپس جانا چاہتے ہیں۔ بادشاہ نے جواب دیا کہ اگر وہ جانا چاہتے ہیں تو جا سکتے ہیں۔ (جیون لال، ص ۲۴۷)

تنخواہوں کی عدم ادائیگی پر فرار کے واقعات

۱۵؍مئی: خبر ملی کہ باغی شہر کے باشندوں سے بجبر روپیہ وصول کر رہے ہیں اور یہ بھی کہ دو سو باغی کچھ روپیہ لوٹنے کے بعد اپنے گھروں کو لوٹ کر جا رہے تھے کہ راستے میں گوجروں نے ان پر حملہ کر دیا اور سارا روپیہ چھین لیا۔ (جیون لال، ص ۱۰۹)

۲۲؍مئی: بادشاہ کو اطلاع دی گئی کہ...... بہت سے باغی، جو روپیہ لے کر بھاگ گئے تھے، انہیں گوجروں نے راستہ میں لوٹ لیا اور وہ صرف اپنی جانیں بچا کر شہر میں واپس آ گئے ہیں۔ شام کی پریڈ میں دو سو سپاہیوں کی کمی تھی۔ (جیون لال، ص ۱۱۷)

۳۱ر مئی: کہا جاتا ہے کہ تقریباً ایک ہزار سپاہی اپنی وردیاں پھینک کر فقیروں کے بھیس میں اپنے اپنے گھر چل دیئے۔ (جیون لال، ص ۱۲۶)

یکم جون: راجہ بلب گڑھ کی چٹھی موصول ہوئی جس میں لکھا تھا کہ میں نے گیارہ سپاہیوں کو گرفتار کر رکھا ہے جو فوج سے بھاگ کر اپنے گھروں کو واپس جا رہے تھے اور یہ کہ ان کے پاس سے دو ہزار روپے کی مالیت کی اشرفیاں برآمد ہوئی ہیں۔ قید کے احکام کی تصدیق کر دی گئی۔

(جیون لال، ص ۱۲۷)

۱۸ر جون: فوج کے تقریباً ایک سو سپاہی بھاگ گئے تھے۔ ان میں سے تقریباً پچیس کو بعد میں گرفتار کر لیا گیا۔ دوسرے باغیوں نے گرفتار شدہ سپاہیوں کو لوٹ لیا۔ (غداروں کے خطوط، ص ۸۸)

۳ر جولائی: باغی فوج کے پندرہ سپاہی پندرہ سو روپے لے کر فرار ہو گئے تھے لیکن فوج کے دوسرے سپاہی انہیں دہلی دروازے کے قریب سے گرفتار کر کے واپس لے آئے۔

(غداروں کے خطوط، ص ۹۶)

۱۹ر جولائی: آٹھ نو تلنگے، جو بھاگ گئے تھے، غازی الدین نگر کے چوکیدار نے ایک سوار کے حوالے کر دیئے۔ پچیس اشرفی ایک کے پاس اور بیس اشرفی دوسرے کے پاس سے نکلے۔ وہ سوار تلنگوں کو دہلی لے آیا۔ (غداروں کے خطوط، ص ۱۰۵)

۳ر اگست: آج شام بادشاہ نے تمام افسروں کو دربارِ عام میں مدعو کیا اور اُن کے روبرو حسب ذیل تقریر کی:

> ''جو خزانہ تم میرے پاس لائے تھے، وہ سب ختم ہو گیا۔ شاہی خزانہ اب خالی پڑا ہوا ہے اور اس میں ایک پیسہ بھی باقی نہیں رہا۔ میں سنتا ہوں کہ دن بدن سپاہی اپنے اپنے گھروں کو جا رہے ہیں۔ مجھے اب فتح کی کوئی امید دکھائی نہیں دیتی۔ میری خواہش ہے کہ تم لوگ سب کے سب شہر چھوڑ کر کسی مرکزی مقام پر چلے جاؤ۔ اگر تم نہ جاؤ گے تو جو کارروائیاں مناسب ہوں گی، انہیں میں عمل میں لاؤں گا۔''

(جیون لال، ص ۱۹۷۔۱۹۸)

۴ر اگست: چودھویں بے قاعدہ رجمنٹ کے پچاس سوار اپنا بوریا بستر باندھ کر چلے گئے ہیں۔ میں نے چار چار پانچ پانچ کی ٹولیوں کو دہلی سے بھاگتے دیکھا ہے۔ آٹھویں بے قاعدہ رجمنٹ کے تقریباً اسّی سپاہی اس طرح بھاگنے میں کامیاب ہو گئے ہیں۔ (سیدو ہرکارہ...... غداروں کے خطوط، ص ۱۱۷)

۱۷ر اگست: چھٹی سے واپس آنے والے سواروں نے اپنی تنخواہ کا مطالبہ کیا تھا۔ جب تنخواہ نہ ملی تو ان میں سے دو سو سوار اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے۔ (گوری شنکر...... غداروں کے خطوط، ص ۱۲۱)

۱۵ر اگست: آج تین سو سپاہی تنخواہ ملنے سے مایوس ہو کر اور بغاوت کے نتائج سے دل برداشتہ ہو کر بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنے ہتھیار اور بندوقیں پیش کر دیں اور کلکتہ دروازہ سے گزر کر اپنے اپنے گھر چلے گئے۔ (جیون لال، ص ۲۱۷)

۱۶ر اگست: کل بارہ ماشکی، جو ہانسی جانے والی فوج کے ساتھ گئے تھے، واپس آ گئے۔ انہوں نے بتایا کہ ان کے ساتھ جانے والی فوج کے بے شمار سوار جونہی اپنے گاؤں کے پاس پہنچتے ہیں، فوج سے فرار ہو کر اپنے اپنے گھروں کو چلے جاتے ہیں۔ اس طرح سمپلہ پہنچتے پہنچتے اس فوج کے چار سو سوار بھاگ چکے تھے۔ (غداروں کے خطوط، ص ۱۳۱)

کل تقریباً دو سو سپاہیوں نے فقیروں کا بھیس بدل کر بھاگنے کی کوشش کی تھی مگر یہ لوگ پل پر پکڑے گئے اور انہیں واپس لایا گیا۔ بادشاہ سلامت نے خود ان کے بیان لئے۔ انہوں نے کہا کہ ایک تو ان کے پاس کوئی رقم نہیں، دوسرے ان کے گھر تباہ ہو رہے تھے، اس لئے انہوں نے اپنے گھر جانے کا ارادہ کیا تھا۔ ان سے ان کے ہتھیار لے لئے گئے اور انہیں گھروں کو جانے کی اجازت دے دی گئی۔ بادشاہ نے بھرے دربار میں کہا کہ نہ تو اس نے فوج کو جمع کیا اور نہ ہی ان کے تتر بتر ہونے کو روکے گا۔

آج ہفتے کے روز میں نیچے کیمپ میں گیا جہاں میں نے فوجیوں کو بہت افسردہ پایا۔ ان کی نہ کوئی تنظیم ہے اور نہ ہی کوئی کسی کا حکم مانتا ہے۔ سپاہیوں کے پاس روپے پیسے کی کمی ہے اور وہ اعلانیہ کہتے ہیں کہ اگر ان کو تنخواہ نہ ملی تو وہ فوج کو چھوڑ جائیں گے۔ آج تقریباً سو سپاہی اور بھاگ گئے۔ ہر روز اسی طرح ان کی کچھ نہ کچھ جماعتیں بھاگ جاتی ہیں۔ مرزا مغل ان کو روپے پیسے کا لالچ دے کر متحد رکھتے ہیں ورنہ بے شمار دوسرے فوجی ابھی تک جا چکے ہوتے۔ سدھارا سنگھ نے فوج کی تنخواہوں کے لئے مرزا مغل سے ڈیڑھ لاکھ روپے مانگے ہیں۔ (گوری شنکر غداروں کے خطوط، ص ۱۳۲-۱۳۳)

۲۱ر اگست: رجمنٹوں کے سوار بددل ہیں۔ ان میں سے تقریباً پچاس سپاہی بھاگ گئے ہیں۔ تلنگا انفنٹری کے بھی بہت سے سپاہی بھاگ گئے ہیں اور اس تعداد میں روز بروز اضافہ ہو رہا ہے...... ٹونک سے جو ایک ہزار غازی یہاں آئے تھے، اب صرف دو سو باقی ہیں، باقی سب بھاگ گئے ہیں۔ (گوری شنکر غداروں کے خطوط، ص ۱۴۷-۱۴۸)

۲۴ر اگست: باغیوں کی ایک رجمنٹ سلیم گڑھ سے بھاگنا چاہتی تھی۔ ان سے کہا گیا کہ اپنا

اسلحہ اور رقم چھوڑ کر جہاں جانا چاہیں، چلے جائیں۔ انہوں نے ایسا کرنے سے انکار کر دیا۔ یہ رجمنٹ ابھی تک یہیں ہے۔ سپاہی اپنی تنخواہ مانگ رہے ہیں۔ بادشاہ کے پاس رقم نہیں ہے...... پوربیہ فوج کے سپاہی فقیروں کا لباس پہن کر اور اپنے ہتھیار پھینک کر بھاگ جاتے ہیں۔

(میدا ہرکارہ...... غداروں کے خطوط، ص ۱۴۹۔۱۵۰)

۶ ر ستمبر: بریلی کی فوج تنخواہ نہ ملنے کی وجہ سے کافی ہنگامہ کر رہی ہے اور وہ اس کے لئے بغاوت کرنے کے لئے بھی تیار ہے۔ روپے پیسے کی قلت کی وجہ سے بہت سے سوار یہاں سے بھاگ رہے ہیں۔ (فتح محمد خاں...... غداروں کے خطوط، ص ۱۷۸)

۷ ر ستمبر: بھیم جی راؤ کل اپنے تین سو سواروں سمیت شہر سے بھاگ گیا۔ تنخواہ کی ادائیگی کے لئے کل پھر جھگڑا ہوا اور شہر کی فوجیں اپنے ہتھیار ڈال کر بیٹھ گئیں۔ ان سے وعدہ کیا گیا ہے کہ پانچ دن کے اندر ان کی تنخواہ ادا کر دی جائے گی۔ (گوری شنکر...... غداروں کے خطوط، ص ۱۸۲)

۱۰ ر ستمبر: سپاہی لوٹ مار کا سامان فروخت کرتے پھر رہے ہیں۔ ان میں سے بہت سے سپاہی بھاگنا چاہتے ہیں لیکن شہر کے تمام دروازے بند ہیں وران پر سخت پہرہ ہے جس کی وجہ سے یہ لوگ بھاگ نہیں سکتے۔ (گوری شنکر...... غداروں کے خطوط، ص ۱۸۴۔۱۸۵)

حصولِ زر اور ادائیگی کے مسائل

۱۸ ر مئی: نواب محبوب علی خاں نے راجی داس گودام والا، راجی داس اگروال، سالگ رام خزانچی وشل اس کے دیگر مہاجنوں کی ایک فہرست بنائی اور ملازموں کے ہاتھ سے ان کے پاس روانہ کی اور یہ لکھ دیا کہ چونکہ فوج کے روزانہ مصارف اڑھائی ہزار روپیہ ہیں، پس وہ سب مل کر پانچ لاکھ روپیہ فراہم کر کے مصارف فوج کی کفالت کریں۔ اس پر تمام سوداگر محبوب علی خاں کے پاس گئے اور کہا کہ غدر کے روز ان کا تمام سامان اور نقدی لوٹ لیا گیا ہے، اب وہ کہاں سے روپیہ لائیں؟ راجی داس نے کہا کہ اگر محبوب علی خاں دوسرے مہاجنوں سے لے لیں گے تو میں بھی بلا عذر دے دوں گا۔

(چنی لال...... ص ۱۳۶)

۲۱ ر مئی: بادشاہ کے بے حد اصرار سے جدید مقرر شدہ افسروں اور شہر کے مہاجنوں نے

افواج کی ادائیگی کے لئے ایک لاکھ روپے کا چندہ اکٹھا کیا۔ پنجابیوں اور دوسرے مسلمان سوداگروں سے، جنہیں سود لینے کی اجازت نہیں ہے، روپیہ جمع کرنے کے لئے نہیں کہا گیا۔ (جیون لال، ص ۱۱۶)

۲۴ رمئی: جالندھر سے جو فوجیں آئی تھیں، انہوں نے اس خزانہ کا کچھ حصہ تو آپس میں تقسیم کر لیا جسے وہ اپنے ساتھ لائے تھے اور باقی ماندہ حصہ یعنی اسّی ہزار روپے شاہی خزانہ میں داخل کر دیئے۔ (جیون لال، ص ۱۱۸)

۲۶ رمئی: رہتک کے شاہی خزانہ سے تقریباً ایک لاکھ روپیہ لایا گیا۔ (جیون لال، ص ۱۲۰)

۲۸ رمئی: بادشاہ کی خدمت میں ایک بیان پیش کیا گیا کہ رہتک کے خزانہ سے جو پونے دو لاکھ روپیہ آیا تھا، اس کی جانچ کی گئی تو بہت سی تھیلیوں میں سے صرف پیسے ہی برآمد ہوئے۔

(جیون لال، ص ۱۲۱)

۲ رجون: گردار سنگھ اور گردھاری لال مہاجن کے نام احکام نافذ ہوئے کہ شاہی خزانہ میں تین لاکھ روپے داخل کر دو ورنہ تمہیں سزا دی جائے گی اور تمہارے مال پر قبضہ کر لیا جائے گا۔ دونوں مہاجنوں نے مال کی ضبطی کو روکنے کے لئے دو لاکھ اور چند ہزار روپے دے دیئے۔

(جیون لال، ص ۱۲۸)

۴ رجون: بادشاہ کے احکام کے مطابق مہاجنوں کا ایک جلسہ ہوا جس میں ایک لاکھ روپیہ کا چندہ جمع ہوا اور دوسرے ایک لاکھ کے وعدے ہوئے جس کی نسبت یہ کہا گیا کہ چار دن کے اندر یہ رقم بھی جمع کر دی جائے گی۔ (جیون لال، ص ۱۳۰)

۲ رجولائی: مہاجنوں کو بیس لاکھ روپیہ قرض دینے کے لئے کہا گیا ہے لیکن وہ جواب دیتے ہیں کہ جب تک کوئی باقاعدہ حکومت قائم نہ ہو جائے اور کاروبار شروع نہ ہو، وہ اتنی بڑی رقم اکٹھی نہیں کر سکتے۔ انہوں نے اپنے گھروں کو رہن رکھ کر یہ رقم جمع کرنے کی پیشکش کی ہے۔

(جواہر سنگھ میکوران غداروں کے خطوط، ص ۹۵)

۳ رجولائی: راجہ احمد سنگھ کے بیٹے، حسن علی خاں اور دوسرے سردار بادشاہ کے دربار میں شریک ہوئے۔ شہر والوں کی طرف سے بادشاہ کی خدمت میں عرضی پیش کی گئی جس میں یہ شکایت درج تھی کہ جنرل بخت خاں نے ہمیں اپنے گھر پر بلایا اور طلبی کے سمن پولیس کی وساطت سے بھیجے جس سے ہمیں تکلیف پہنچی اور ہماری سخت توہین ہوئی۔ انہوں نے عرض کیا کہ حکم کو واپس لیا جائے اور وعدہ کیا کہ اگر ہماری ضرورت ہو اور ہمیں چٹھی کے ذریعہ بلایا جائے تو ہم بالضرور حاضر ہوں گے۔ جنرل سے

جواب طلب کیا گیا۔ انہوں نے کہا کہ میں نے شہر کے مہاجنوں کو طلب نہیں کیا تھا بلکہ پولیس کو ان کے پاس اس غرض سے بھیجا تھا کہ وہ اپنے تئیں مسلح رکھیں۔ (جیون لال، ص ۱۵۴)

۸ / جولائی: نام چند داس گوڑ والہ اور دوسرے دکانداروں نے سعادت خاں کو گرفتار کر کے بادشاہ کے حضور میں پیش کیا۔ اس نے چھ ہزار دو سو روپے کی نذر دے کر رہائی حاصل کی۔

(جیون لال، ص ۱۶۲)

فرمان بنام مرزا مغل: معلوم ہو کہ چونکہ تم ہمارے نورِ چشم ہو اور جانتے ہو کہ ہمارے خزانے میں روپیہ بہت کم رہ گیا ہے اور کسی علاقے سے فی الفور کچھ آمدنی وصول نہیں ہو سکتی اور جو قلیل رقم باقی ہے، وہ بھی بہت جلد ختم ہو جائے گی لہٰذا تمہیں ہدایت کی جاتی ہے کہ آج دن میں یا رات میں تمام افسرانِ رجمنٹ کو جمع کر و تا کہ وہ بتائیں کہ آئے دن کے مصارف پورے کرنے کے لئے کون سے فنڈ جاری کئے جا سکتے ہیں اور ضروریات کس طرح رفع کی جا سکتی ہیں۔ سپاہیوں کی اصطلاح میں ایسے مجمع کو کورٹ کہتے ہیں۔ اس میں بہت عجلت سے کام لو اور جو نتیجہ برآمد ہو، اسے ترقیِ خزانہ کے تحت قلمبند کراؤ اور ان لوگوں کی طرف سے ہمارے سامنے پیش کرو۔ قبل اس کے کہ خزانہ خالی ہو، اس کا انتظام کرنا چاہیے۔ ہمارے پاس کوئی پوشیدہ خزانہ نہیں ہے۔ سلطنت کا قرضہ بھی ابھی تک ادا نہیں ہو سکا، اس لئے ہمارے ملازموں کو بہت دِقت پیش آتی ہے۔ ہمارے خانگی مصارف کے لئے ایک لاکھ روپیہ گزشتہ ماہ میں تاجروں سے قرض مانگا گیا تھا تو وہ بھی پورا نہ مل سکا، پھر کیونکر دوسروں کے اخراجات پورے کئے جا سکتے ہیں؟ تم ہر ایک افسرِ فوج پر ان تمام باتوں کو بخوبی واضح کر دو اور کل ان کی رائیں ہمارے سامنے پیش کرنے میں تامّل نہ کرو۔ (غدر کے فرمان، ص ۶۷)

۱۰ / جولائی: نواب احمد ولی داد خاں نے درخواست پیش کی جس میں محاصل جمع کرنے کی غرض سے امداد طلب کی گئی تھی۔ محمد بخت خاں کو حکم دیا گیا کہ فی الفور فوجوں کو روانہ کر دیا جائے تا کہ جن آسامیوں نے لگان ادا نہیں کیا، انہیں سزا دی جائے۔ (جیون لال، ص ۱۶۴)

۱۱ / جولائی: ریواڑی کے راجہ کو حکم دیا گیا کہ وہ محاصل جمع کر کے خزانہ میں داخل کریں۔

(جیون لال، ص ۱۶۵)

۱۵ / جولائی: بادشاہ کو خبر دی گئی کہ جنرل بخت خاں نے مہاجن سالگ رام کو بلوایا تھا اور اس سے روپیہ طلب کیا تھا۔ مہاجن نے جواب دیا کہ میرے تمام کاغذات اور روپے کو لوٹ لیا گیا ہے اور میں بالکل تباہ و برباد ہو گیا ہوں۔ اسے جانے کی اجازت دے دی گئی مگر چند سپاہیوں کو اس کے مکان پر

تعینات کر دیا گیا۔ (جیون لال، ص ۱۷۲)

فرمان بنام مرزا مغل: جانو کہ فوج کی تنخواہ ادا کرنے کے لئے تاجرانِ شہر سے ہمیں فی الحال عارضی قرضہ لینے کی ضرورت ہے جو بشرح ایک روپیہ سینکڑہ ہو۔ بہتیرے سوداگروں نے، جن سے طلب کیا گیا تھا، ادا کر دیا ہے۔ بہتیروں نے ادا نہیں کیا جنہیں سپاہیوں نے گرفتار کر کے قلعہ میں خزانچی کے دفتر کے قریب شاہی پہرے میں داخل حوالات کر دیا ہے۔ ہم نے ابھی سنا ہے کہ ان کے متعلقین نے چند پیدل سپاہیوں سے مل کر ان کے چھڑا لے جانے کی تدبیر کی ہے۔ ابھی پیادوں کا ایک خفیہ شخص، جو لاہوری دروازے کے محافظین کا معلوم ہوتا ہے، شاہی پہرے میں داخل ہوا اور لکشمی کو دریافت کرنے لگا جس سے معلوم ہوا کہ وہ لکشمی رام کو نکال کر لے جانا چاہتا ہے۔ پہرے والے سپاہیوں اور افسروں نے اسے روکا تو وہ بہت بدزبانی سے پیش آیا۔ نیز انہیں گولی مار کر لڑکے کو نکال کر لے جانے کی دھمکی دی۔ افسروں کے بیانات سے یہ بھی یقین کیا جاتا ہے کہ وہ سہ پہر کو مع اٹھارہ بیس سپاہیوں کے لڑکے کو لے جانے کے لئے اور گارڈ سے لڑنے کے واسطے آئے گا۔ فرزند! تمہیں ہدایت کی جاتی ہے کہ اسی وقت حوالات کی حفاظت کے لئے معقول گارڈ روانہ کر دو تا کہ وہاں سے لڑکے کو نہ نکال کر لے جا سکے، اور ہدایت کر دو کہ کوئی شخص کسی قیدی کو رہا نہ کرے۔ زینہار، دیر نہ کرو کیونکہ اگر ایسی باتوں سے تغافل شعاری کی گئی تو ہمارے اقتدار کو صدمہ پہنچے گا۔ ہماری مہربانیوں کی توقع رکھو۔ (غدر کے فرمان، ص ۷۱)

۱۶ رجولائی: افسران جھانسی فوج حاضر ہوئے اور اپنی وفاداری کے اظہار میں تلواریں اور بندوقیں زمین پر ڈال دیں۔ بادشاہ نے شفقت فرمائی اور سر دست دو ہزار روپیہ خرچ کے لئے عنایت کیا۔ (چنی لال ... ص ۱۴۲)

۲۴ رجولائی: مرزا ابوبکر نے بادشاہ سے عرض کیا کہ اگر مجھے اختیارات دے دیئے جائیں اور دو ہزار سپاہی میرے ساتھ کر دیئے جائیں تو میں گوڑگاؤں کے قرب و جوار کے تمام دیہات سے لگان وصول کر کے لے آؤں گا۔ بادشاہ نے جواب دیا کہ میں غور کرنے کے بعد جواب دوں گا۔

......مرزا اکبر سلطان نے شہر کے تمام مالدار مہاجنوں کو طلب کیا اور ان سے آٹھ ہزار روپے وصول کئے۔ اس معاملے میں بیگم زینت محل، احسن اللہ خاں اور تمو دلال کا بہت زیادہ ہاتھ تھا۔

(جیون لال، ص ۱۸۳-۱۸۴)

۲۵ رجولائی: گنگارام ہرکارہ، حافظ عبدالحکیم اور جیون لال کو حکم دیا گیا کہ چند سواروں کو اپنے ساتھ لے جاؤ اور زمینداروں سے لگان وصول کر کے لاؤ۔

خبر ملی کہ گزشتہ چند دنوں سے ایک شخص سابق نواب جھجر کے ایجنٹ الب پرشاد کے یہاں ٹھہرا ہوا ہے۔اس کے پاس انگریزوں کی طرف سے لگان وصول کرنے کا مختار نامہ بھی موجود ہے اور وہ بیل گاڑی میں سوار ہو کر متھرا جا رہا ہے۔جب وہ دہلی دروازہ پہنچا تو گارڈ نے اس کی تلاشی لی اور مذکورہ بالا کاغذ مل گیا۔اس پر انہوں نے اس کی گاڑی چھین لی اور اسے خوب زدوکوب کیا۔

(جیون لال،ص ۱۸۴۔۱۸۵)

۲۸ر جولائی (شاہی فرمان بنام مرزا مغل): معلوم ہو کہ فوج کی روزانہ یا ماہانہ تنخواہ دینے اور میگزین کے ضروری مصارف اور اخراجات توپخانہ و بارود کے لئے خزانہ میں روپیہ بالکل نہیں ہے،اور بارود نہ ہوئی تو دشمن سے لڑنا دشوار ہو جائے گا،لہٰذا ضرورت ہے کہ فی الفور کہیں نہ کہیں سے بغیر سود کے قرضہ لیا جائے اور پنجابی سوداگروں اور انگریزوں کے مالدار نوکروں سے بھی روپیہ لے کر خزانے میں داخل کیا جائے۔ نیز یہ حکم دیا جاتا ہے کہ ہنڈیاں بنا کر ہمارے پاس بھیجو تا کہ ہماری مہرِ خاص اس پر ثبت کی جائے اور روپیہ وصول کرنے کے لئے انہیں تقسیم کیا جائے جس میں معاہدہ ہوگا کہ مال گزاری کی آمدنی وصول ہونے پر سب کا روپیہ ادا کر دیا جائے گا،قرض مذکور میں سے کچھ بھی باقی نہ رکھا جائے گا،سب ادا کر دیا جائے گا۔اس پر تمام لوگوں کو یقین دلا دو۔ ماسوا اس کے اگر وہ لوگ چندے کا بندوبست کریں گے تو علاوہ ان کا قرضہ ادا کرنے کے انہیں اپنے اپنے مرتبے اور لیاقت کے موافق ملازمت اور انعام بھی دیا جائے گا۔اگر کسی نے بندوبست کرنے سے گریز کیا اور کہنا نہ مانا بلکہ حیلے حوالے کرتا رہا تو فرزندِ ما بدولت،تمہیں اختیار دیا جاتا ہے کہ ان کو سخت سزائیں دو تا کہ ما بدولت و اقبال سے پھر سرتابی نہ کریں اور فوج،توپخانہ و بارود کے انتظام اور کاروبار میگزین میں کوئی خلل نہ واقع ہونے پائے اور تمام ضروریات روزمرہ ہوتی رہیں۔تم ایسے طریقے اختیار کرو کہ تین روز کے اندر اندر خزانہ روپے سے معمور ہو جائے۔اپنے کارندوں کے ذریعے سے بھی روپیہ وصول کر سکتے ہو،مگر ان سوداگروں کو،جنہوں نے گزشتہ وقت منیر الدولہ مرحوم کی معرفت قرض دیا تھا،یا وہ لوگ جن کے پاس مقررہ وقت پر ادائیگی کی دستاویزیں ہوں،نہ ستایا جائے۔ایسے تمام آدمیوں سے مطالبہ نہ کیا جائے تا کہ ہماری مہر کی ثبت شدہ دستاویزوں میں کچھ فرق نہ آئے جو ہم انہیں دے چکے ہیں اور اس طرح دوسروں کے لئے ناامیدی پیدا ہو جائے۔ہماری مہربانیوں کا یقین رکھو۔(غدر کے فرمان،ص ۲۷)

۲۹ر جولائی: فوج نے منی رام سیٹھ سے ایک لاکھ روپیہ نکلوالیا ہے۔

(غداروں کے خطوط،ص ۱۱۳)

رامجی مل مہاجن اور جیت مل مہاجن کو حکم دیا گیا کہ شاہی خزانہ میں پانچ لاکھ روپیہ داخل کریں اور عدمِ تعمیل کی صورت میں انہیں دھمکی دی گئی۔ (جیون لال،ص ۱۹۱)

۳۰ رجولائی: سہ پہر کو چار بجے رامجی مل مہاجن اور پٹیال سوداگر دربار میں حاضر ہوئے اور آداب بجالانے کے بعد رامجی مل نے اپنی پگڑی بادشاہ کے پاؤں پر رکھ دی اور عرض کیا کہ میں بالکل مفلس اور قلاش ہو گیا ہوں۔ میری دکان لکھنؤ میں تھی، اسے اور میرے مکان کو لوٹ لیا گیا ہے اور اب میرے پاس ایک کوڑی بھی نہیں کہ بادشاہ کی خدمت میں پیش کر سکوں۔ بادشاہ نے جواب میں فرمایا کہ میں تم سے روپیہ قرض مانگتا ہوں، میں ٹیکس کے طور پر نہیں لینا چاہتا۔ دیکھو میرے دوست، جوتی پرشاد نے انگریزوں کو تیس ہزار روپے قرض دیئے ہیں، اب تم کس بنا پر قرض دینے میں پس و پیش کرتے ہو؟ بادشاہ نے پٹیال سے کہا کہ تمہیں بالضرور پچاس ہزار روپے قرض دینے چاہئیں۔

(جیون لال،ص ۱۹۳)

۳۱ رجولائی: بادشاہ نے خواہش ظاہر فرمائی کہ نواب فرخ نگر اور راؤ تلارام کو روپیہ بھیجنے کی غرض سے چٹھیاں لکھی جائیں۔ (جیون لال، ۱۹۴)

۱۸ راگست: شہر کے تاجروں نے پندرہ ہزار روپے دیئے ہیں۔ شاہدرہ کے باشندوں کو بھی چندہ ادا کرنے کو کہا گیا ہے لیکن ان میں سے کسی نے ابھی تک کوئی رقم ادا نہیں کی۔

(غداروں کے خطوط،ص ۱۴۱)

۱۹ راگست: جنرل بخت خاں نے دیوی سنگھ اور سالگ رام مہاجنوں کو بلایا اور روپیہ ادا کرنے سے انکار کرنے پر انہیں قید میں ڈال دیا۔ مرزا سلطان نے دوسرے مہاجنوں سے پچیس ہزار روپے حاصل کئے اور انہیں جنرل کی خدمت میں بھیج دیا۔ (جیون لال،ص ۲۲۲)

۲۰ راگست: دس گھنٹے تک حالت قید میں رہنے کے بعد دیوی سنگھ اور سالگ رام نے ساٹھ ہزار روپے حاضر کر دیئے اور مخلصی حاصل کر لی۔

محمد میر خاں کے صاحبزادے بدھن نے آج جہادیوں میں دو ہزار روپے کی رقم تقسیم کی اور سرزنش کرتے ہوئے ان کو ہدایت کی کہ دشمن کو پیٹھ نہ دکھانا بلکہ آخر وقت تک لڑنا۔

(جیون لال،ص ۲۲۳۔۲۲۴)

۲۲ راگست: نواب میر محمد خاں کے صاحبزادے نے چند مہاجنوں کی طرف سے بادشاہ کی خدمت میں عرض کیا کہ سپاہی ان سے روپیہ وصول کر چکے ہیں اور اب پھر طلب کرنا چاہتے ہیں۔ بادشاہ

نے فرمایا کہ اگر سپاہی شہر سے باہر جا کر محض محاصلِ زمین وصول کرنے میں لگ جائیں تو میں ان کو تنخواہ دینے کے قابل ہوسکوں گا اور ساتھ ہی شہریوں کے جان و مال کی حفاظت بھی کرسکوں گا۔ مہاجنوں کی جانب سے کہا گیا کہ فوجوں کی تنخواہ لاکھوں تک پہنچتی ہے، ہمارے لئے ناممکن ہے کہ اس کی ادائیگی کے لئے روپیہ مہیا کرسکیں۔ بادشاہ نے ان کے نمائندوں سے فرمایا کہ مرزا مغل کے پاس جاؤ۔

(جیون لال، ص ۲۲۶)

۲۷راگست: بلدیو سنگھ مہاجن، جس نے فوج کی تنخواہ کے لئے روپیہ دینے کا وعدہ کیا تھا، بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور نذر پیش کی۔ مرزا خواص بھی موجود تھے اور بادشاہ نے ان کے جوشِ وفاداری کو دیکھ کر رسالہ کا کمانڈر مقرر کر دیا۔ (جیون لال، ص ۲۳۲)

۲۸راگست: عدالت کے احکام کے مطابق منشی آغا جان، منشی سعادت علی، رام سمن لال اور جہانگیر چند (مہاجن) قید خانہ میں ڈال دیئے گئے اور ان سے روپیہ طلب کیا گیا۔ مرزا خواص کے حکم سے ہر کامل مہاجن کو بھی اس وقت تک قید کر دیا گیا، جب تک کہ اس سے روپیہ وصول نہ ہو جائے۔

(جیون لال، ص ۲۳۴)

کورٹ (مشاورتی کونسل) نے کل حکم جاری کیا تھا کہ وہ لوگ، جنہوں نے انگریزوں کی سرپرستی میں دولت جمع کی تھی اور اب چندہ دینے سے انکار کر رہے ہیں، ان کو فوج کے حوالے کر دیا جائے تاکہ فوج ان کی جائداد کو لوٹ کر یہ چندہ وصول کر لے۔ (تراب علی...... غداروں کے خطوط، ص ۱۵۹)

۲۹راگست: مرزا مغل نے کل شہر کے کوتوال سے ملاقات کی تھی۔ اس میں اس نے فوجیوں کی تنگدستی اور غربت کا ذکر کرتے ہوئے کوتوال کو کہا تھا کہ شہر کے دکاندار اگر فوج کے لئے خوراک وغیرہ کا سامان مہیا کر دیں تو تنخواہ ملنے پر فوج اس کی ادائیگی کر دے گی۔ کوتوال نے شہر کے بنیوں کو ایسا کرنے کا حکم دیا تھا لیکن اس پر ابھی تک کسی نے کوئی عمل نہیں کیا۔ (گوری شنکر...... غداروں کے خطوط، ص ۱۶۰)

بادشاہ نے مرزا مغل کے نام حکم بھیجا کہ راجی داس سے مزید روپیہ نہ طلب کیا جائے، اس لئے کہ وہ اپنا حصہ ادا کر چکے ہیں۔

بادشاہ نے کمسریٹ (فوج کا محکمہ رسد رسانی) کے افسر اعلیٰ دولالی مل کو حکم بھیجا تھا کہ ہر سپاہی کو ایک سیر آٹا، پاؤ سیر گھی، ایک تولہ نمک اور ایک پیسہ نقد دے دیا جائے مگر افسر مذکور نے روپے کی کمی کا عذر کیا۔ (جیون لال، ۲۳۴۔۲۳۵)

لکھنؤ کے نواب مہندو خاں کا بیٹا...... ۲۹ر تاریخ کو ایک ہزار آدمیوں کے ساتھ دہلی میں آیا اور

اپنے ساتھ سوالاکھ روپیہ لایا۔ اس روز رام پور کے نواب کا ایک رشتہ مند یعقوب علی خاں کا بیٹا آدمیوں کی ایک جمعیت کے ساتھ پہنچا اور دس ہزار روپے بادشاہ سلامت کو پیش کئے۔

(انٹیلی جنس ریکارڈز، جلد اوّل، ص ۴۹۹)

۳۰ر اگست: کمسریٹ کے افسر اعلیٰ دولالی مل نے عرضی پیش کی کہ میں اب فوج کو راشن دینے سے قاصر ہوں۔

منشی سعادت علی اور منشی آغا خاں نے بیس ہزار روپے دے کر رہائی حاصل کر لی۔

مرزا خضر سلطان کو لگان جمع کرنے کی غرض سے چار سو سوار دے کر قطب صاحب بھیجا گیا۔

(جیون لال، ص ۲۳۶)

۳۱ر اگست: ملاہی لال متھر یدی تاجر نے اطلاع دی کہ اب مزید گندھک دستیاب نہیں ہو سکتی اور اس لئے بارود سازی کا کام بند کرنا پڑے گا...... مرزا خضر نے تمام تاجروں سے گندھک طلب کی اور ان سے کہہ دیا کہ یا تو گندھک دو، یا گندھک خریدنے کے لئے روپیہ دو۔ تاجروں نے جواب دیا کہ ہمارے پاس نہ گندھک ہے، نہ روپیہ۔ (جیون لال، ص ۲۳۷)

یکم ستمبر: منشی سلطان سنگھ کے مکان پر سپاہیوں کا گارڈ مقرر کر دیا گیا اور ان سے روپیہ طلب کیا گیا۔ (جیون لال، ۲۳۹)

۲ر ستمبر: منشی آغا جان اور وارث علی نے ۳۱ر اگست کو ایک ایک ہزار روپیہ دینے کا وعدہ کیا تھا لیکن ابھی تک انہوں نے یہ رقم ادا نہیں کی۔ باغیوں نے آخر کار تنگ آ کر سلاخیں گرم کر کے ان کے جسموں کو داغنے کی دھمکی دی، تب جا کر انہوں نے یہ رقم ادا کی۔ منشی آغا جان نے تو پھر بھی رقم دینے سے انکار کر دیا تھا مگر اس کے رشتہ داروں نے اس کی جان بچانے کے لئے یہ رقم ادا کر دی۔

(تراب علی غداروں کے خطوط، ص ۱۷۱)

دہلی کے شہریوں سے ایک لاکھ روپیہ چندہ جمع کیا جائے گا۔ اس مقصد کے لئے مسلمانوں کی ذمہ داری مفتی صدر الدین کو اور ہندوؤں کی ذمہ داری لالہ مکند لال کو دی گئی ہے۔ ان دونوں نے پندرہ دن کے اندر یہ رقم جمع کرنے کا وعدہ کیا ہے۔ انہیں پوری امید ہے کہ اس وقت تک انگریز دہلی فتح کر چکے ہوں گے۔ (فتح محمد خاں...... غداروں کے خطوط، ص ۱۷۲)

آج بھی سپاہیوں نے تنخواہ کا مطالبہ کیا۔ میر سعید علی کی تجویز کے مطابق فوج کو تنخواہ ادا کر دی گئی۔ ہر رسالدار کو بارہ روپیہ، صوبیدار کو چار روپے، سوار کو دو روپے، پیدل سپاہی کو ایک روپیہ کی شرح سے تنخواہ دی گئی۔ (جیون لال، ص ۲۴۰)

۳ر ستمبر: چند زمیندار بھی شریکِ دربار ہوئے اور لگان کے ساڑھے تین ہزار روپے داخل کیے۔ انہوں نے شکایت کی کہ سپاہیوں نے روپیہ کو راستہ میں لوٹنے کی کوشش کی تھی۔ بادشاہ ان کے طرزِ عمل سے خوش ہوئے اور اظہارِ خوشی کے طور پر انہیں پانچ پگڑیاں عنایت کیں۔

مرزا مغل، مرزا الٰہی بخش، حکیم عبدالحق خاں اور میر سعید علی خاں نے کانفرنس منعقد کی جس میں بہت دیر تک فوج کو تنخواہ دینے کے مسئلہ پر بحث ہوتی رہی۔ انہوں نے پولیس سے ٹیکس دینے والوں کی فہرست منگائی اور اسے بنیاد قرار دے کر فہرست مرتب کی جس کی رُو سے شہر کے باشندوں سے چار لاکھ روپے وصول ہو سکتے تھے۔

سپاہیوں نے سلطان سنگھ سے روپیہ حاصل کرنے کے مقصد سے ان کے مکان کو گھیر لیا۔

(جیون لال، ص ۲۴۱۔۲۴۲)

۴ر ستمبر: جنرل بخت خاں کے نام تحریری حکم بھیجا گیا جس میں ہدایت کی گئی تھی کہ فوج میں چھبیس ہزار روپیہ تقسیم کر دیا جائے۔ جنرل نے جواب دیا کہ میرے پاس روپیہ نہیں ہے اور مجھے فوج کی خوراک کے لئے روپے کی خود اس قدر ضرورت ہے کہ میں نے اپنے ہاتھی اور گھوڑے فروخت کر دیئے ہیں۔ (جیون لال، ص ۲۴۴)

۶ر ستمبر: فیصلہ کیا گیا ہے کہ اب تین قسم کے چندے ہوں گے۔ امیروں اور رئیسوں سے ایک ہزار روپے، ان سے کم درجہ لوگوں سے سو روپے لئے جائیں گے۔ چندہ ہر شخص سے لیا جائے گا اور اس میں مذہب یا ذات پات کی تمیز نہیں ہوگی۔ اس فیصلے کو کونسل نے کل اور آج منظور کر لیا تھا۔ اگر یہ سلسلہ جاری رہا تو ایک بہت بڑی رقم اکٹھی ہو جائے گی...... تولا رام نے ریواڑی سے ابھی تک رقم نہیں بھیجی۔ آج کونسل میں اس کا تذکرہ ہوا تھا۔ اس نے چھ لاکھ کی رقم اکٹھی کی ہے۔ اس نے اس رقم کو بھیجنے کے لئے تین ہزار تھیلے مانگے تھے۔ سات سو تھیلے اسے بھیجے جا چکے ہیں، بقیہ ابھی تک اسے نہیں ملے۔

(گوری شنکر...... غداروں کے خطوط، ص ۱۷۶)

راجی مل گوڑ والا اور دوسرے ساہوکاروں سے رقم طلب کی گئی ہے۔ انہوں نے مندرجہ ذیل شرطوں پر یہ رقم قرض دینے کا وعدہ کیا ہے:

۱۔ اس تمام رقم کا حساب کتاب ان کے پاس رہے گا۔

۲۔ جو رقم طلب کی گئی ہے، بعد میں اس میں کوئی تبدیلی یا اضافہ نہیں ہوگا۔

۳۔ اس رقم کا حساب کتاب اور ادائیگی ایک سال کے بعد ہوگی۔

(فتح محمد خاں...... غداروں کے خطوط، ص ۱۷۸)

۷ر ستمبر: حکیم عبدالحق، میر سعید علی خاں، مولوی فضل حق، بدرالدین خاں اور دیگر تمام امراء اور رؤسا شریکِ دربار ہوئے۔ پولیس نے کہہ سن کر ہر ایک جوہری کو بھی شریک ہونے کے لئے بھیج دیا تھا۔ ان کو اطلاع ملی کہ شہر کے آدمیوں کو فوجوں کی تنخواہ کے لئے آٹھ لاکھ روپے کی رقم فی الفور جمع کر دینی چاہیے۔ سوداگروں نے جواب دیا کہ لوٹ مار اور زبردستی جو رقوم حاصل کر لی گئی ہیں، ان کی وجہ سے اور تجارت بند ہونے کے باعث مطلوبہ رقم کا جمع کرنا ناممکن ہے۔ احکام نافذ کرنے کے بعد بادشاہ نے مرزا مغل کو ہدایت کی کہ روپیہ جمع کرنے میں نہایت دانشمندی کام میں لائیں اور یہ کہ منادی کے ذریعہ شہر والوں کو شاہی احکام کی اطلاع دے دیں۔

میر سعید علی خاں، دیوان مکند لال، بدرالدین خاں، حکیم عبدالحق (بمع صاحبزادگان) اور نواب قلی خاں آج فوجی عدالت کے حکم سے گرفتار کر لئے گئے اور انہیں محل کے گارڈ کے کمرے میں اس وقت تک قید رکھا جائے گا جب تک کہ فوج کی تنخواہ کے لئے روپیہ حاصل نہ ہو جائے۔ انہوں نے کہا کہ ہم روپیہ کا انتظام کر رہے ہیں۔ (جیون لال، ص ۲۴۷۔۲۴۸)

۸ر ستمبر: بادشاہ نے فوجی عدالت طلب کی اور اسے حکم دیا کہ جن اشخاص کو اس نے قید کیا ہے، انہیں رہا کر دیا جائے۔ جب انہوں نے اس امر کا اقرار کر لیا کہ شہر کے باشندوں سے خود عائد کردہ ٹیکس جمع کر دیں گے تو انہیں رہائی دے دی گئی۔

پولیس نے ہر دکاندار اور کرایہ دار سے تین مہینے کا کرایہ وصول کرنا شروع کر دیا تاکہ اس ترکیب سے فوج کی تنخواہ کے لئے روپیہ جمع کر لیا جائے۔ (جیون لال، ص ۲۴۸۔۲۴۹)

۹ر ستمبر: نواب بریلی کے ایجنٹ بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بیان کیا کہ میں لگان وغیرہ امور کی دیکھ بھال کرنے کی غرض سے بریلی جانا چاہتا تھا تاکہ روپیہ جمع کر کے شاہی خزانہ میں بھیج دوں لیکن کلکتہ دروازہ کے گارڈ نے جانے نہیں دیا۔ بادشاہ نے غور کرنے کے بعد طے کیا کہ ایجنٹ کو شہر سے جانے کی اجازت دے دی جائے لیکن گارڈ نے شاہی احکام کی تعمیل سے انکار کر دیا۔

(جیون لال، ص ۲۵۰)

۱۱ر ستمبر: کماؤں کے دوندے خاں کا پوتا یہاں آیا ہوا ہے۔ وہ ہیرے جواہرات اور سونے کے ایک سو مہرے اور ایک لاکھ روپیہ کا ڈرافٹ ساتھ لایا تھا۔ شہر کے مہاجنوں نے اس ڈرافٹ کے عوض رقم دینے سے انکار کر دیا ہے۔ (گوری شنکر غداروں کے خطوط، ص ۱۹۲)

شہزادوں کے خلاف شکایات

۲ر جولائی: محمد بخت نے بادشاہ سے کہہ دیا کہ اگر کسی شہزادے نے شہر کو لوٹنے کی کوشش کی تو میں اس کی ناک اور کان کٹوا دوں گا۔ بادشاہ نے جواب دیا کہ تمہیں پورے اختیارات حاصل ہیں، جو بہتر سمجھو کرو۔ (جیون لال، ص ۱۵۲)

۴ر جولائی: مرزا خضر سلطان بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور شکایت کی کہ شہزادے شہر کی آبادی کو سخت تکلیف دے رہے ہیں۔ (جیون لال، ص ۱۵۶)

(عرضی بنام بادشاہ): مؤدبانہ التماس ہے کہ کچھ عرصے سے مرزا ابوبکر صاحب شہزادی فرخندہ زمانی کے مکان میں، جو بہرام خاں کے تراہے پر ہے، فاسد ارادوں سے جایا کرتے ہیں (غلام کا مکان بھی شہر کے اِس حصے میں ہے) اور تمام سیہ کاریوں کے مرتکب ہوتے ہیں جو مے نوشی کے لازمی نتائج ہیں۔ کل دوپہر کے وقت وہ موافق معمول آئے اور تمام دن شہزادی مذکورہ کے مکان میں اسپرٹ دار شرابیں پیتے اور ناچ مجرا دیکھتے سنتے رہے۔ غروبِ آفتاب کے ڈیڑھ گھنٹہ بعد وہ جانے کے لئے آمادہ ہوئے لیکن اتفاقاً سڑک کے دروازے کی کنجی چوکیدار ہی کے ہمراہ تھی اور وہ فی الفور نہ آسکا جس سے مرزا کو دیر ہوگئی۔ مرزا بہت گھبراہٹ اور جلدی میں تھے اور اُنہوں نے غلام پر، جو اپنے کچھ دوستوں کے ہمراہ ڈیوڑھی پر بیٹھا باتیں کر رہا تھا، اپنی پستول کا فیر کیا۔ حضور کا غلام خاموش رہا اور نشانہ خطا کر گیا۔ لیکن مرزا نے پھر بدکلامی شروع کی اور چاہتے تھے کہ غلام کے مکان میں گھُس کر تمام مال و اسباب لُوٹ کر لے جائیں لیکن فدوی نے فوراً اندر سے کنڈی لگا لی۔ مرزا نے حضور کے غلام کو مار ڈالنے میں کچھ کسر نہ اٹھا رکھی تھی مگر خیر ہوئی کہ نشانہ خطا کر گیا۔ انہوں نے تو پستول سے فیر کر ہی دیا تھا مگر غلام کی چند روز اور زندگی تھی جو بال بال بچ گیا۔ جب دروازہ بند کر لیا گیا تو مرزا نے تلوار کھینچ لی اور اُس پر پے در پے کئی وار کیئے۔ اس کے سوا اپنے نوکروں کو حکم دیا کہ مختلف سمتوں سے در و دیوار پر پتھر برسائیں۔ پھر یہ حکم دیا کہ توپ خانہ، پیدل و سوار اُس مکان کو لُوٹ لیں اور اہلِ خانہ کو تہ تیغ کریں۔ چوکیدار متعینہ فیض بازار موقع واردات پر پہنچا تو مرزا نے اسے بہت زور سے نیچے گرا دیا، اور احتمال تھا کہ مبادا اُس کا سر تن سے جدا نہ کر دیا ہو۔ ایسا تو نہیں ہوا لیکن مرزا نے اس کے سر اور پیٹھ پر مُکّے مار مار کر ادھ موا کر دیا، اور پھر ننگی تلوار

سے دروازے کو چُور چُور کر دیا جس پر لگاتار بندوقوں کے بھی فیر ہوتے رہے۔ پھر پیادہ سپاہیوں کو بازار میں منتشر کر دیا اور سواروں کو لُوٹ مار کا حکم دیا کہ راہروؤں پر گولیاں برسائیں۔ شہر کے اسسٹنٹ چیف پولیس افسر کے بھی ایک گولی لگی...... اس حصہ شہر کے باشندوں اور پولیس افسر کا کچھ بھی مال نہیں بچا۔ تمام سامان لُوٹ کر مرزا نے دروازہ توڑ ڈالا اور وہاں پہرہ بٹھا کر خود چل دیئے۔ اس بندہ زادہ پر قیامت برپا ہوگئی۔ حضورِ عالی کی نوازشوں پر بھروسہ کرتے ہوئے مجھے پورا پورا یقین ہے کہ انہیں پوری پوری سزا دی جائے گی، ورنہ کل آج سے کچھ دُور نہیں ہے جبکہ شاہجہاں مرزا ابوبکر، جو برائیوں کی طرف جھکے ہوئے ہیں، بالیقین توپیں، بندوقیں اور تلواریں لے کر آئیں گے اور اپنے جی کے حوصلے نکالیں گے، اور ہم بے یارومددگار لوگوں کا، خبر نہیں، کیا حشر ہو۔ (غدر کے فرمان، ص ۱۷ تا ۱۹)

۵ر جولائی: بادشاہ نے حکیم احسن اللہ خاں کو باریابی دی۔ بہادر شاہ کے بیٹے مرزا ابلاقی کی بیوہ فرخندہ زمانی بیگم بھی موجود تھیں۔ انہوں نے بیان کیا کہ گزشتہ رات ابوبکر نشہ کی حالت میں چند سوار لے کر میرے مکان پر آئے اور مجھے پکڑنا چاہا۔ انہوں نے بندوقوں اور پستولوں سے چند فیر بھی کئے اور محلہ کے کئی ایک آدمیوں کو خوب زدوکوب کیا۔ پولیس پہنچ گئی مگر ابوبکر نے کوتوال پر تلوار سے حملہ کر دیا اور اسے گرفتار کر کے تحویل میں رکھا۔ پھر اس کی بے عزتی کی اور بالآخر میرے مکان کو لوٹ لیا۔ بادشاہ اس واقعہ سے بہت ناخوش ہوئے اور شہزادہ کو تمام فوجی اعزاز سے محروم کر دیا۔ بادشاہ نے یہ بھی حکم دیا کہ کوئی شہزادہ دربار میں شریک نہ ہونے پائے۔ انہوں نے تمام سرداروں کے نام احکام بھیج دیئے کہ تمام شہزادگان عتاب میں ہیں اور اگر وہ لوٹتے ہوئے دیکھے جائیں تو ان سے معمولی آدمیوں کا سا سلوک کیا جائے۔ (جیون لال، ص ۱۵۷)

۶ر جولائی: بادشاہ نے مرزا عبداللہ اور دوسرے شہزادوں کو ان کی خراب روش پر سب کے سامنے سخت سرزنش کی اور انہیں حکم دیا کہ جتنا روپیہ تم نے مہاجنوں سے زبردستی وصول کیا ہے، وہ واپس کر دو ورنہ تمہارے وظیفے بند کر دیئے جائیں گے۔ (جیون لال، ص ۱۵۸)

۱۷ر اگست: جنرل بخت خاں نے بادشاہ سے شکایت کی کہ شہزادگان نے فوج کی تنخواہ کے لئے مہاجنوں اور دوسرے اشخاص سے بہت سا روپیہ جمع کر لیا ہے لیکن ابھی تک فوج کو ایک پیسہ بھی نہیں ملا۔ یہ سن کر بادشاہ نے مرزا خضر کو حکم دیا کہ جتنا روپیہ تم نے وصول کیا ہے، جنرل کے حوالے کر دو اور آئندہ جب روپیہ طلب کیا جائے تو اسے شہر والوں کی موجودگی میں جنرل کی تحویل میں دے دیا جائے۔ (جیون لال، ص ۲۱۹)

۱۸ راگست: مرزا خضر کو احکام بھیجے گئے کہ آئندہ سے روپیہ پیسہ کے معاملات سے تمہارا کوئی تعلق نہ ہوگا۔ مہاجنوں کو حکم دیا گیا کہ جنرل بخت خاں سے براہِ راست گفتگو کرو۔

(جیون لال، ص ۲۲۱)

۲۱ راگست: اب دہلی کی حالت یہ ہے کہ شہزادے شہریوں سے چندہ اکٹھا کرتے پھرتے ہیں جس میں سے کچھ وہ اپنے لئے رکھ لیتے ہیں اور کچھ فوج کو دے دیتے ہیں۔ بادشاہ سلامت نے انہیں چندے کی رقم خرد برد کرتے دیکھ کر تمام رقم کو بخت خاں کی تحویل میں دے دیا ہے اور ایک کمیٹی مقرر کر دی ہے جس میں نواب احمد قلی خاں اور دوسرے امرا اور فوجی افسر شامل ہیں۔ اب چندے کی رقم ہر شخص کی مالی حالت دیکھ کر مقرر کی جاتی ہے اور یہ رقم اس کمیٹی کی سفارش پر تقسیم کی جاتی ہے۔

(گوری شنکر...... غداروں کے خطوط، ص ۱۴۸)

۲۷ راگست: شہر کے سارے جوہری بادشاہ سے شکایت کرنے کے لئے آئے اور کہا کہ مرزا خضر سلطان ہم سے موقع بے موقع روپیہ اینٹھتے ہیں۔ بادشاہ نے وعدہ کیا کہ آئندہ تمہاری حفاظت کی جائے گی۔ (جیون لال، ص ۲۳۲)

۳۱ راگست: فوجی عدالت کے ممبروں نے مہاجنوں کو بلایا اور ان سے روپیہ مانگا۔ مہاجنوں نے جواب دیا کہ شہزادگان ہم سے تین لاکھ ستر ہزار روپے لے چکے ہیں اور اب ہم میں مزید روپیہ دینے کی طاقت نہیں رہی۔ جنگی کمیٹی اس جواب سے بہت ناخوش ہوئی اور اعلان کر دیا کہ آئندہ سے شہزادوں کو بالکل روپیہ نہ دیا جائے۔ (جیون لال، ص ۲۳۸)

یکم ستمبر: بادشاہ نے کل فرمان جاری کیا تھا کہ دہلی کے شہریوں کو چاہیے کہ وہ شہزادوں کو کوئی رقم نہ دیں اور جنگ کے لئے چندہ صرف جنگی کونسل کے نامزد اشخاص کو ہی دیا جائے۔

(گوری شنکر...... غداروں کے خطوط، ص ۱۶۹)

بادشاہ نے دربارِ عام منعقد کیا۔ احسن اللہ خاں، مرزا امین الدین خاں، مرزا ضیاء الدین خاں اور پانچ سو اور افسر اور اُمرا شریکِ دربار ہوئے۔ اوّل الذکر حضرات نے شکایات پیش کیں کہ مرزا مغل اور مرزا خضر نے شہر کے باشندوں سے کئی لاکھ روپیہ حاصل کر لیا ہے اور اس میں سے فوج کو کچھ بھی نہیں دیا، اور بادشاہ سے عرض کیا کہ ان دونوں سے کچھ روپیہ واپس دلایا جائے ورنہ ہم انہیں پکڑ کر قید کر دیں گے۔ بادشاہ نے شہزادوں کو بلا کر صورتِ حالات سے مطلع کر دیا۔ انہوں نے جواب دیا کہ ہم نے صرف چالیس ہزار روپیہ وصول کیا ہے اور یہ بالکل غلط ہے کہ ہم نے تین لاکھ روپے حاصل کئے ہیں۔

اس پر آپس میں تکرار بڑھی۔ (جیون لال، ص ۲۳۸)

۹ رستمبر: بادشاہ نے ان شہزادوں کو گرفتار کرنے کا حکم دیا جنھوں نے سپاہیوں کی تنخواہ کے نام سے روپیہ جمع کر کے خرد برد کر لیا۔ (جیون لال، ص ۲۴۹)

شہزادوں کا کردار علامہ فضل حق خیر آبادی کی نظر میں

......اس نا تجربہ کار سردار (بادشاہ) نے اپنے بعض ناعاقبت اندیش، سفیہ، خائن اور بزدل اولاد کو امیرِ لشکر بنا دیا۔ یہ لوگ دیانتدار عقلمندوں سے متنفر تھے۔ انہیں نہ تو میدانِ کارزار ہی سے کبھی واسطہ پڑا تھا اور نہ کبھی شمشیر زنی اور نیزہ بازی کا ہی موقع ہوا تھا۔ انہوں نے بازاری لوگوں کو اپنا ہم نشین و جلیس بنا لیا۔ اس طرح یہ نا آزمودہ کار آرام طلبی، اسرافِ بیجا اور فسق و فجور میں مبتلا ہو گئے۔ وہ تنگدست ہو چکے تھے، پھر مالدار ہو گئے۔ جب مالدار ہو گئے تو عیش پرستیوں میں پڑ گئے۔ لوگوں سے لشکروں کے ساز و سامان کے بہانے سے کافی مقدار میں مال جمع کرتے تھے اور اس میں سے ایک حبہ بھی کسی لشکری پر خرچ نہ کرتے تھے۔ جو کچھ وصول کرتے تھے، خود کھا جاتے تھے۔ یہاں تک بھی غنیمت تھا لیکن ان کو تو زنانِ فاحشہ و تباہ کار نے طلایہ کی قیادت اور کنیزوں کی شب باشی نے لشکروں کے ساتھ رات کو چلنے سے روک دیا اور آلاتِ عیش و طرب نے آرام طلبی میں ڈال کر مقدمۃ الجیش سے بھی پیچھے کر دیا۔ ان کے دلوں میں نامردی اور ذلیل اندیشہ بیٹھ گیا، اسی نے ان کو وسط لشکر میں ثابت قدمی سے روکا وہ رات سو کر اور دن بدمست ہو کر گزارتے، جب بیدار و ہشیار ہوتے تو غافل و حیران پھرتے۔

(باغی ہندوستان، ص ۲۵۸۔ ۲۶۰)

آپس میں نااتفاقی

پلٹنوں کی باہمی ناچاقی اور عدمِ تعاون

۲۸ رمئی: باغیوں کو تنخواہ کی ادائیگی کے بارے میں احکام جاری ہوئے۔ یہ کارروائی محبوب علی خاں کے اشارے سے عمل میں آئی تھی۔ جو پیشگی رقوم سپاہیوں کو دی جا چکی تھیں، وہ وضع کر لی گئیں۔ سوار کے لئے نو روپے اور پیدل سپاہی کی لئے سات روپے مقرر ہوئے۔ اس پر بے حد شور و غوغا بلند ہوا۔ سوار تیس روپے کے حساب سے تنخواہ طلب کرتے تھے اور پیشگی رقوم وضع نہیں کرنا چاہتے تھے۔ دہلی کی پلٹن کے صوبیداروں نے اپنی فوج کے لئے سات روپے ماہوار منظور کر لئے۔ اس پر دہلی کی باغی فوج اور میرٹھ کے سواروں میں تکرار ہوئی اور آپس میں خوب گالی گلوچ ہوئی۔ میرٹھ کے سواروں نے دہلی کی فوج پر یہ الزام عائد کیا کہ تم نے لوٹ مار کر کے کافی روپیہ پیدا کر لیا ہے حالانکہ ہم نے اپنے شریفانہ طرزِ عمل سے لوٹ مار سے کوئی فائدہ نہیں اٹھایا۔ انہوں نے نو روپے قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ پیدل فوج کے سپاہیوں نے جواب دیا کہ تم باغی ہو اور بہت خراب آدمی ہو۔ تم نے نہ صرف سب سے پہلے بغاوت کی اور ان افسروں کو، جن کا نمک تم نے کھایا تھا، مار ڈالا بلکہ دوسروں کو بھی بغاوت پر آمادہ کیا اور اب تم ہم سے جھگڑا کرنا چاہتے ہو۔ دہلی کے سپاہیوں نے کہا کہ ہم اپنے کئے پر پشیمان ہیں اور ہم سے یہ غلطی سرزد ہوئی کہ جب تم دہلی آئے تو ہم نے تمہیں توپ سے نہیں اڑا دیا۔ جذبات اس قدر مشتعل ہو گئے تھے کہ ایک دفعہ تو یہ معلوم ہوتا تھا کہ بس اب دونوں میں ٹھن جانے کی مگر بادشاہ کے ملازمین نے بیچ بچاؤ کرا دیا اور بہت دقت سے فریقین نے غصہ کو رفع کیا۔ محبوب علی خاں نے سواروں سے وعدہ کیا کہ تمہیں بیس روپے ماہوار دیئے جائیں گے۔ (غدر کی صبح و شام - جیون لال ص ۱۲۱-۱۲۲)

عرضی مرزا مغل بنام بادشاہ (۹ رجون): بحضور بادشاہ جہاں پناہ سلامت! حضور نے تابعدار کو باٹری کے ہمراہ جانے کا حکم دیا ہے اور تابعدار نے جنرل عبدالصمد خاں بہادر سے مشورہ کیا کہ

وہ بھی ہمراہ چلیں تو انہوں نے جواب دیا کہ پیدل کا کوئی بھروسہ نہیں، صرف رسالے پر اعتبار کیا جا سکتا ہے۔ ان کی رائے ہے کہ میں نہ جاؤں اور نہ وہ جائیں اور کہا کہ جب رئیس (نواب جھجر) کی فوجیں آ جائیں گی اور سپاہیوں کو بخوبی قواعد داں بنا لیا جائے گا، اس وقت میرا اوران کا باٹری میں جانا مناسب ہوگا۔ چونکہ حضور کا حکم ہے کہ جنرل مذکور کے خلافِ مشورہ کوئی کام نہ کروں، اس لئے میں نہیں جاتا۔ اس کی بابت اور بھی عرض کرنا ہے جو زبانی عرض کروں گا۔ اور حضور کا فرمان تھا کہ میر حیدر حسین کو توپ خانے میں شامل نہ ہونے دیا جائے ورنہ باعثِ خفگی حضور ہوگا۔ چنانچہ فدوی نے تو تعمیل کر دی تھی مگر سواروں نے نہ مانا اور میر حیدر حسین کو اپنے ہمراہ لے گئے۔

(حکم شاہی):......بموجب رائے عبدالصمد خاں عمل کرو۔

(غدر کے فرمان، ص ۸۹)

۶ر جولائی: ...... باغی فوج کے افسر بھی دربار میں موجود تھے۔ انہوں نے کہا کہ نہر ہینڈن کے پل کی حفاظت کے لئے ایک دستہ بھیجا گیا تھا لیکن رسد نہ ملنے اور سخت بارش ہونے کے باعث لوٹ آیا۔ اس بات کی بھی شکایات کی گئیں کہ جنرل نے اپنی فوج کے لئے تو رسد کا انتظام کر لیا ہے مگر باقی فوج کے لئے کچھ نہیں کیا۔ بادشاہ نے شکایت کرنے والے اشخاص کو جنرل کے پاس بھیج دیا۔

(جیون لال، ص ۱۵۸)

۷ر جولائی: اعلیٰ ذات کے چند سپاہیوں نے بادشاہ سے شکایت کی کہ جنرل ہماری ضروریات پوری نہیں کرتے۔ انہوں نے درخواست دی کہ ہمیں مرزا مغل کی فوج میں داخل کر دیا جائے اور جو روپیہ ہم اپنے ساتھ لائے تھے، وہ ہمیں واپس کر دیا جائے۔ بادشاہ نے وعدہ کیا کہ آئندہ سے تمہارا پورا پورا خیال رکھا جائے گا، چنانچہ اس بارے میں احکام جاری ہو گئے اور یہ بات معرضِ تحریر میں آ گئی کہ فوجوں کو ہر لحاظ سے قانع رکھنا چاہیے۔ (جیون لال، ص ۱۶۰)

۱۶ر جولائی: دہلی اور میرٹھ کی فوجوں نے بادشاہ سے شکایت کی ہے کہ انہوں نے اپنا خزانہ جمع کرا دیا ہے جبکہ روہیل کھنڈ کی فوج نے ابھی تک ایسا نہیں کیا ہے۔ بادشاہ سلامت کو چاہیے کہ وہ یا تو خود خزانہ لیں یا دوسرے باغیوں کو اس میں سے حصہ لینے کی اجازت دیں۔

(گوپال+شوکی وغیرہ......غداروں کے خطوط، ص ۱۰۰)

عرضی مرزا مغل بنام بادشاہ (۱۷ر جولائی): بحضور جہاں پناہ بادشاہ سلامت! نہایت ادب سے گذارش ہے کہ حضور پر پوری طرح روشن ہے کہ محمد بخت خاں کے آنے سے قبل کام نہایت

خوش اُسلوبی سے ہو رہا تھا مگر مذکورہ جنرل کے آتے ہی کئی انتظامات میں فرق آگیا ہے۔ آج فدوی نے غنیم پر حملہ کرنے کی نیت سے فوج کو مسلح کرا کر شہر سے باہر نکالا۔ دفعتہً مذکورہ جنرل آ گیا تو اس نے فوج کو بہت دیر تک ایک جگہ رو کے رکھا اور اہلِ فوج سے دریافت کیا کہ کس کے حکم سے نکلے ہو؟ پھر آخر کار انہیں واپس کر دیا اور کہا کہ بغیر میری اجازت کے کہیں نہ جانا۔ لہٰذا فدوی عرض پرداز ہے کہ اگر تمام فوجی معاملات کا اعلیٰ حضرت نے اسی کو مختار کر دیا ہے تو مجھے ایک حکم تحریر عنایت فرمایا جائے کہ میں کسی فوجی کام میں دخل نہ دیا کروں اور افسران کو سمجھا دوں کہ آئندہ سے وہ اس کے حکم کی تعمیل کیا کریں اور اسی کی ماتحتی میں کام کریں۔ اگر احکام تابعدار کے برخلاف ہوں گے تو تمام چھوٹے بڑے افسروں کے لئے باعثِ رنج ومحن ہوگا۔ اگر دوسری طرف غلام کے ذمہ تمام فوجی کاروبار ہوگا تو جنرل کو دخل نہ دینا چاہیے۔ اسے صرف اپنی رجمنٹ کا اختیار ہے۔ جو کام اس کی مرضی کے ہوں، وہ اس کی رجمنٹ سے ہی لئے جائیں۔ (غدر کے فرمان، ص ۹۹)

۱۹ر جولائی: بخت خاں جرنیل ومحمد شفیع رسالدار اور صوبیداروں نے بادشاہ کے پاس عرض کی کہ بریلی ومیرٹھ کی فوج حُبِ زر کے سبب لڑنے میں پہلو تہی کرتی ہے۔

(غداروں کے خطوط، ص ۱۰۳)

۲۲ر جولائی: بریلی فوج کے سپاہی ۵۴ ویں رجمنٹ کے سپاہیوں پر الزام لگا رہے ہیں کہ وہ اپنی ذمہ داری ادا کرنے میں لاپرواہی کر رہے ہیں اور آرام سے بیٹھے اپنی دولت گنتے رہتے ہیں۔

(غداروں کے خطوط، ص ۱۰۵)

۲۳ر جولائی: اریگولر فوج کی ایک رجمنٹ کل جنگ کے لئے گئی تھی لیکن کسی دوسری رجمنٹ نے آگے بڑھ کر اس کی مدد نہ کی۔ اس رجمنٹ کے دس سوار ہلاک اور ساٹھ زخمی ہوئے۔ رسالدار محمد حیات خان اور رسالدار فیض طلب خان بے حد ناراض ہیں اور کہہ رہے ہیں کہ اگر آئندہ یہی صورت حال رہی تو وہ محاذ پر جانے سے انکار کر دیں گے۔

(غداروں کے خطوط، ص ۱۰۷)

۲۵ر جولائی: بادشاہ بخت خاں سے سخت ناراض ہیں اور اس سے کہتے ہیں کہ یا تو شہر سے باہر جا کر لڑو یا مجھے اپنی مرضی کے مطابق شہر چھوڑ کر جانے دو۔ بخت خاں قسم کھا کر کہتا ہے کہ وہ تو محاذ پر لڑنے کو تیار ہے مگر فوج کے دوسرے افسر علی پور سے آگے بڑھ کر جنگ کرنے کو تیار نہیں ہیں۔

(اچھو+گوپال غداروں کے خطوط، ص ۱۰۸)

۲۹ر جولائی: (نیمچہ) فوج کے افسر آج دربار میں حاضر ہوئے تھے۔ فوج نہیں چاہتی کہ جنرل بخت خاں کو اس کا سپہ سالار مقرر کیا جائے۔ نیمچہ فوج خود کو دوسری فوجوں سے علیحدہ رکھے گی اور علی پور پہنچ کر مورچہ قائم کرے گی۔ الور کی فوج، جسے آگرہ میں شکست ہوئی تھی، ان میں شامل ہے۔

(غداروں کے خطوط، ص ۱۱۳)

۳۱ر جولائی: نیمچہ فوج کے جنرل غوث خاں اور سپہ سالار جنرل بخت خاں ایک دوسرے کے سخت مخالف ہیں۔ کل حملہ ملتوی کرنے کی سب سے بڑی وجہ ان کا اختلاف تھا۔ بادشاہ سلامت بخت خاں کی حمایت کرتے ہیں اور اب ان دونوں میں صلح کرانے میں مصروف ہیں۔

(غداروں کے خطوط، ص ۱۱۵)

۷ر اگست: جنرل بخت خاں اور جنرل سدھارا سنگھ کھلم کھلا ایک دوسرے کی مخالفت کرتے ہیں۔ فوج میں افواہ ہے کہ جنرل بخت خاں انگریزوں سے ساز باز کر رہا ہے۔

(گوری شنکر...... غداروں کے خطوط، ص ۱۲۱)

۴ تا ۸ر اگست: جنرل بخت خاں نے اپنی فوج کے ایک دستے کو لگان وصول کرنے کو بھیجا تھا جس پر فوج کے دوسرے جرنیل بے حد خفا ہیں اور کہتے ہیں کہ بادشاہ کے حکم کے مطابق اس کو چاہیے تھا کہ اس قسم کی کارروائی سے پہلے فوج کے دوسرے جرنیلوں سے مشورہ کرتا۔ اس کی وجہ سے اب کافی نااتفاقی پیدا ہوگئی ہے۔ (غداروں کے خطوط، ص ۱۲۲)

۸ر اگست: مرزا مغل اور جنرل بخت خاں آج کل ایک دوسرے کے جانی دشمن بنے ہوئے ہیں۔ آج دربار میں مرزا مغل نے سب کے سامنے جنرل بخت خاں کی شکایت کی۔ اس دشمنی کی سب سے بڑی وجہ جنرل بخت خاں کا سپہ سالار بننا ہے۔ اگر جنرل بخت خاں کا بریگیڈ تباہ بھی ہو رہا ہو تو مرزا مغل اس کی مدد کو نہیں آئیں گے۔ (غداروں کے خطوط، ص ۱۲۴)

۱۵ر اگست: جنرل بخت خاں کہتے ہیں کہ ان کو خوشی ہوتی اگر اس جنگ میں مرزا مغل کی تمام فوج ختم ہو جاتی کیونکہ ان کی وجہ سے اس کی اپنی فوج پست دل ہوگئی ہے۔

(غداروں کے خطوط، ص ۱۲۹)

۲۰ر اگست: کل بادشاہ نے دربار منعقد کیا۔ میرٹھ رجمنٹ نے بادشاہ سے پوچھا کہ بخت خاں اور لال خاں کو جنرل اور کرنل کے عہدے کیوں دیئے گئے ہیں جبکہ وہ نہ تو محاذ پر جا کر جنگ میں حصہ لیتے ہیں اور نہ ہی انہوں نے اپنا خزانہ بادشاہ کے حوالے کیا ہے۔ اس کے برعکس ہم نے اپنا خزانہ

بھی بادشاہ کی نذر کر دیا ہے اور محاذ پر بھی ہماری فوج نے سب سے زیادہ قربانی دی ہے۔ اس کے باوجود ہمیں نہ تو تنخواہ ملتی ہے اور نہ ہی ضرورت کا کوئی سامان۔ ہم شاہی قلعے اور شہر میں لوٹ مار کر کے کسی اور طرف نکل جائیں گے اور آپ ان جرنیلوں کرنیلوں کی مدد سے شہر کا دفاع کرتے رہیں۔ بادشاہ نے کہا کہ انہیں چاہیے، اس معاملے میں جلد بازی نہ کریں بلکہ پہاڑی اور دوسرے مورچوں کو فتح کرنے کی طرف توجہ دیں۔ سپاہیوں نے بادشاہ کی بات کو اہمیت نہ دی اور کافی بدتمیزی سے پیش آتے رہے۔ بخت خاں اور مرزا مغل ایک دوسرے کے جانی دشمن بنے ہوئے ہیں۔ سپاہی کسی کی نہیں سنتے۔ شاہی محل میں سینکڑوں منصوبے بنتے ہیں لیکن ان پر کوئی عمل نہیں کرتا۔ جو لوگ جنگ کے لئے جاتے ہیں، وہ باہر گھوم پھر کر واپس آ جاتے ہیں۔ (غداروں کے خطوط، ص ۱۴۶)

۲۱ راگست: بریلی بریگیڈ اور نیمچہ بریگیڈ آپس میں جھگڑ رہے ہیں کہ فوج کا ایک بریگیڈ محاذ پر جائے تو دوسرے بریگیڈ کو بھی اس کے ساتھ روانہ ہونا چاہیے۔ یہ جھگڑا ابھی ختم نہیں ہوا۔ بادشاہ سلامت نے نیمچہ فوج کے لئے پانچ سو روپیہ اور بریلی بریگیڈ کے لئے چھ سو روپیہ بھیجا ہے۔ یہ رقم ان دونوں نے آپس میں تقسیم کر لی ہے لیکن پھر بھی وہ لوگ خوش نہیں ہیں اور اپنی اپنی جگہ سے ہلنے سے انکار کر رہے ہیں...... فوج بخت خاں سے بہت ناراض ہے اور اس پر الزام لگایا جاتا ہے کہ وہ انگریز افسروں سے ملا ہوا ہے۔ اس نے ڈر کی وجہ سے اپنے خاندان اور سامان کو پچاس سواروں کے حفاظتی دستے کے ساتھ اپنے شہر بھیج دیا ہے۔ (گوری شنکر غداروں کے خطوط، ص ۱۴۷۔ ۱۴۸)

۲۳ راگست: سکھوں کو مختلف رجمنٹوں سے اکٹھا کر کے شہر کے دروازوں کی حفاظت پر مامور کیا گیا ہے لیکن اس حکم پر فوج کے دوسرے سپاہی خفا ہیں اور مرزا مغل کی وفاداری پر شک کیا جا رہا ہے۔ ان کے خیال میں مرزا مغل چاہتے ہیں کہ دہلی سے تمام فوجوں کو باہر بھیج کر جب شہر میں دشمن کا مقابلہ کرنے کے لئے فوج نہ ہو تو وہ خود انگریزوں سے جا ملیں اور انگریزی فوج ان کی غداری کی وجہ سے شہر میں داخل ہو جائے اور اس کے صلے میں ان کو دہلی کا بادشاہ مقرر کر دیا جائے۔ جب یہ افواہ پھیلی تو فوج نے شہر چھوڑ کر جانے سے انکار کر دیا اور اپنا اسلحہ اور سامان اتار کر دوبارہ اپنے خیمے نصب کرنے شروع کر دیئے اور دہلی سے باہر جانے کا ارادہ ترک کر دیا۔ مرزا مغل کے خلاف ان الزامات کی تفتیش کے لئے آج ایک تحقیقی کمیٹی کا اجلاس ہوا۔ فوج بخت خاں پر بھی شبہ کرتی ہے۔ بادشاہ خود بھی اس سے نفرت کرنے لگا ہے۔ فوج کو اب اس پر اعتماد نہیں رہا۔ (غداروں کے خطوط، ص ۱۵۰۔ ۱۵۱)

نیمچ کی فوج کے افسروں نے بخت خاں پر الزام عائد کیا کہ وہ انگریزوں سے ساز باز کر رہے ہیں

اور سپاہیوں کو اس وقت تک روک رہے ہیں، جب تک کہ انگریزوں کے پاس کافی کمک نہ پہنچ جائے۔ بادشاہ کو سمجھایا گیا کہ اس قسم کا حکم نافذ کر دیں کہ جنرل بخت خاں کو محل میں آنے کی اجازت نہ دی جائے۔ نیمچ کی فوج کے افسروں نے یہ تجویز پیش کی کہ بریلی کی فوج سے ہتھیار وغیرہ لے لئے جائیں اور کہا کہ ہم یہ کام کرنے کے لئے تیار ہیں...... جنرل محمد بخت خاں نے فوج کے تمام بڑے بڑے افسروں اور مرزا مغل کی موجودگی میں قرآن پر قسم کھائی کہ میں انگریزوں سے کسی قسم کا نامہ و پیام نہیں کر رہا ہوں۔ (جیون لال، ص ۲۲۷۔۲۲۸)

۲۸/اگست: بادشاہ جنرل بخت خاں سے سخت ناراض ہے اور اس کو نیمچ فوج کی بروقت مدد نہ کرنے پر اس فوج کی تباہی کا ذمہ دار قرار دیتا ہے۔ وہ اس کی شکل نہیں دیکھنا چاہتا اور اس کو برا بھلا بھی کہتا رہتا ہے۔ (گوری شنکر...... غداروں کے خطوط، ص ۱۵۸)

۲۹/اگست: بادشاہ سلامت نے بخت خاں کو مرزا مغل کی وساطت سے نجف گڑھ جانے کا حکم دیا تھا تا کہ وہاں پہنچ کر نیمچہ بریگیڈ کے دستے کی، جو انگریزی فوج کے محاصرہ میں ہے، مدد کر سکے۔ بخت خاں نے ایسا کرنے سے انکار کر دیا اور کہا کھ وہ بالکل خود مختار ہے، بادشاہ اسے کوئی حکم نہیں دے سکتا۔ (گوری شنکر...... غداروں کے خطوط، ص ۱۶۰)

جنرل محمد بخت خان کے پاس سے چٹھی موصول ہوئی جس میں لکھا تھا کہ لوگ بادشاہ کو لڑائی کے بارے میں جو مشورے دے رہے ہیں، وہ بالکل بیکار ہیں اور اس وجہ سے بادشاہ مجھ سے ناراض ہو گئے ہیں۔ خط کے آخر میں درج تھا کہ آئندہ سے میں صرف بریلی کے دستہ کی کمان سے سروکار رکھوں گا۔ بادشاہ نے جواب میں لکھ بھیجا کہ تمہارے طرزِ عمل پر کسی نے اظہارِ ناراضگی نہیں کیا اور میں تو تمام فوج کی کمان تمہارے ہاتھ میں رکھنے سے خوش ہوں۔ (جیون لال، ص ۲۳۵)

یکم ستمبر: آج بریلی بریگیڈ کے افسروں کا جلسہ ہوا تھا۔ اس کے بعد یہ لوگ بادشاہ سے ملنے گئے تھے۔ اس فوج کے ایک سوار نے مجھے بتایا ہے کہ انہوں نے بادشاہ سے مرزا مغل کی برطرفی کا مطالبہ کیا ہے۔ بادشاہ نے اگر یہ مطالبہ منظور نہ کیا تو وہ واپس بریلی چلے جائیں گے۔ اگر ان کو روکنے کی کوشش کی گئی تو وہ مرنے مارنے کے لئے تیار ہیں۔ (فتح محمد خاں...... غداروں کے خطوط، ص ۱۶۸)

عرضی مرزا مغل بنام بادشاہ: بحضور بادشاہ جہاں پناہ! حضور کو معلوم ہے کہ فوج اپنی ضروریات کے پورا نہ ہونے سے بہت عاجز آ گئی ہے اور بھوکی مرتی ہے۔ تابعدار نے اور سب نے حضور سے عرض کیا تھا کہ موجودہ دشواری دفع کرنے کے لئے کوئی تدبیر کی جائے۔ چنانچہ حضور نے قرض

اور چندہ وصول کرنے کا حکم جاری فرمایا تھا اور مہر شاہی کا مراسلہ بھی کمترین کو عطا کیا تھا۔ بموجب اس کے کمترین نے شہر کے پنجابیوں، سوداگروں وغیرہ سے روپیہ طلب کیا جن میں سے بعض نے قبول کیا اور لکھ کر دیا تھا کہ ہم ایک یا دو روز میں روپیہ ادا کر دیں گے، مگر بعد میں وہ فرار ہو گئے۔ میں نے ابھی سنا ہے کہ حضور نے محمد بخت خاں کو بھی ایک حکم دیا ہے کہ سوداگروں سے روپیہ طلب کرے اور وصول کر کے داخل (خزانہ) کرے۔ اس قسم کا معاملہ فوج میں نا اتفاقی اور ناراضی پھیلانے کا باعث ہوگا، لہٰذا وہ حکم محمد بخت خاں سے واپس منگوا لیا جائے۔ اور حضور اس معاملے میں دخل نہ دیں کیونکہ غلام نے روپے کا بندوبست کر لیا ہے۔ واجب سمجھ کر عرض کیا۔

(حکم شاہی): جانِ من! ایامِ جنگ و جدل میں احکامات کی تبدیلی وقار کو اور انتظام کو برباد کر دیتی ہے۔ ہم کو روپے کی ضرورت ہے۔ جس طرح اور جس جائز طریقے سے اس کا حصول ممکن ہو، حاصل کرنا چاہیے، خواہ تمہارے ذریعے سے ہو یا کسی اور کے۔ ان اختلافاتِ باہمی سے فوج پر بُرا اثر پڑتا ہے اور وہ بددل ہوتی جاتی ہے۔

(غدر کے فرمان، ص ۷۹۔۸۰)

ہندو مسلم نظریاتی چپقلش

جہاد کا رُخ

۱۹ر مئی: خبر پہنچی کہ علمائے دین نے تمام شہر کے مسلمان باشندگان کو جمع کر کے انگریزوں سے جہاد کرنے کی ترغیب دی اور کہا کہ کفار کو قتل کرنے سے اجرِ عظیم ملتا ہے۔ ہزاروں مسلمان ان کے علم کے نیچے جمع ہو گئے اور جب بادشاہ نے یہ خبر سنی تو ان لوگوں کو خبر بھیجی کہ جن سے تم جہاد کرنا چاہتے ہو، وہ سب مار ڈالے گئے، اور حکم روانہ کیا کہ علم سرنگوں کر دیا جائے۔ خود مولوی صدرالدین جامع مسجد گئے اور دیر تک عالموں سے بحث کرتے رہے اور جھنڈا بلند کرنے کو بے کار ثابت کیا۔ (چنی لال ... ص ۱۳۸۔۱۳۹)

۲۰ر مئی: مولوی محمد سعید نے باریابی چاہی اور بادشاہ سے عرض کیا کہ علم جہاد اس لئے بلند کیا گیا ہے کہ مسلمانوں کے خیالات کو ہندوؤں کے خلاف مشتعل کیا جائے۔ بادشاہ نے جواب دیا

کہ ایسا جہاد بالکل ناممکن ہے اور نہایت بڑی حماقت ہے، اس لئے کہ زیادہ تر باغی فوج کے آدمی ہندو ہی ہیں۔ مزید برآں اس کا نتیجہ باہمی خونریزی کی شکل میں نکلے گا اور بہت خراب نتائج پیدا کرے گا۔ یہ ظاہر کیا گیا کہ ہندو انگریزوں سے اتحاد کی جانب مائل ہو رہے ہیں اور انہیں مسلمانوں سے کوئی ہمدردی نہیں ہے اور ابھی سے وہ علیحدگی اختیار کرتے جاتے ہیں۔

ہندو افسروں کا وفد آج بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے شکایت کی کہ مسلمان ہندوؤں کے خلاف اعلانِ جنگ کر رہے ہیں۔ بادشاہ نے جواب دیا کہ جہاد تو صرف انگریزوں کے خلاف ہے، میں نے منع کر دیا ہے کہ ہندوؤں کے خلاف جہاد نہ کیا جائے۔ (جیون لال، ص ۱۱۵)

۲۱ رمئی: بادشاہ کی خدمت میں عرض کیا گیا کہ چونکہ کل ماہِ رمضان کا آخری دن ہے، لہٰذا ہندوؤں کے خلاف جہاد کا اعلان ہو جانا چاہیے۔ بادشاہ اور شاہی کونسل نے نہایت سختی سے مخالفت کی اور کہا کہ اکثر باغی ہندو ہیں اور پورے طور سے مسلح ہیں اور یہ کہ وہ بآسانی تمام مجاہدین کو تباہ و برباد کر دیں گے...... بادشاہ نے تمام شہر میں منادی کرادی کہ ہندوؤں اور مسلمانوں کو آپس میں لڑنا نہیں چاہیے۔ (جیون لال، ص ۱۱۶۔۱۱۷)

چھوت چھات

یکم جون: افواج کے استعمال کے لئے شکر کی کچھ مقدار بھیجی گئی تھی۔ وہاں ایک جھگڑا برپا ہو گیا، اس لئے کہ چند مسلمانوں نے رکابیوں کو ہاتھ لگا دیا تھا۔ ہندوؤں نے اس کا بدلہ یوں لیا کہ انہوں نے مٹھائی والی دکانوں کو لوٹ لیا۔ (جیون لال، ص ۱۲۷)

گاؤکشی پر فسادات کی سازش

۸ ر جولائی: پانچ قصاب ایک چارپائی پر انگریزی کیمپ کے لئے گوشت لے جاتے ہوئے گرفتار ہوئے۔ انہیں وہیں کے وہیں قتل کر دیا گیا۔ اس وحشیانہ کارروائی کی وجہ سے شہر میں بے انتہا بددلی پیدا ہوگئی۔ (جیون لال، ص ۱۶۲)

۹ ر جولائی: شہر کے قصابوں نے شکایت کی کہ ہماری قوم کے پانچ آدمیوں کو قتل کر دیا گیا ہے اور یہ کہ ہمیں حکم ملا ہے کہ اپنی دکانیں مت کھولو۔ مرزا مغل کو معاملے کی تحقیقات کا کام سپرد کر دیا گیا۔ منادی کر دی گئی کہ جو شخص گائے ذبح کرے گا، اسے توپ کے منہ سے اڑا دیا جائے گا اور یہ کہ اگر

کسی نے بکری ذبح کرنے پر اعتراض کیا تو اسے بھی سزا دی جائے گی۔ (جیون لال، ص ۱۶۳)

۲۸ رجولائی: بادشاہ نے حکم دیا کہ جنرل اور فوج کے افسران کے نام اس مضمون کی چٹھیاں بھیج دی جائیں کہ عید کے موقع پر شہر میں کوئی گائے ذبح نہ کی جائے اور تنبیہ کر دی گئی کہ اگر کسی مسلمان نے ایسا کیا تو اسے توپ کے منہ سے اُڑا دیا جائے گا، اور اگر کسی مسلمان نے گائے ذبح کرنے کی ترغیب دی تو اسے بھی قتل کر دیا جائے گا۔ حکیم احسن اللہ خاں نے اس حکم پر اظہارِ ناراضگی کیا اور کہا کہ میں مولویوں سے رجوع کروں گا۔ بادشاہ اس مخالفت سے سخت ناراض ہوئے، دربار برخاست کر دیا اور حرم میں چلے گئے۔ (جیون لال، ص ۱۸۹)

۲۹ رجولائی: آج شہر کے ہندوؤں نے پانچ قصابوں کو گائے ذبح کرنے پر ہلاک کر دیا۔ ہندوؤں اور مسلمانوں کے درمیان نااتفاقی بڑھتی جا رہی ہے۔ بادشاہ سلامت نے اس کی روک تھام کے لئے شہر میں گائے بلکہ بکرے کے گوشت کی فروخت کی بھی ممانعت کر دی ہے۔ کٹر قسم کے بعض مسلمان اس پر کافی خفا ہیں۔ انہوں نے عید کے دن سرِ عام گائے ذبح کرنے کا اعلان کر رکھا ہے۔ اگر ہندو سپاہیوں نے انہیں روکنے کی کوشش کی تو ان کا ارادہ ان کے خلاف جہاد کرنے کا ہے جس میں وہ یا تو ہندوؤں پر فتح حاصل کریں گے یا شہید ہو جائیں گے۔ ان کے لئے گائے کے ذبح کے مخالفوں کے خلاف جنگ کرنا اتنے ہی ثواب کا کام ہے جتنا فرنگیوں کے خلاف۔ یہ کہتے ہیں کہ ہمیں چاہیے کہ پہلے ہندوؤں سے نبٹ لیں، بعد میں انگریزوں سے بھی نبٹ لیں گے۔ یقینی بات ہے کہ عید کے دن یہاں خون خرابہ ہوگا۔ (رجب علی غداروں کے خطوط، ص ۱۱۲)

ٹونک کے غازیوں نے عید کو جامع مسجد کے سامنے گائیں ذبح کرنے کی دھمکی دی ہے۔
ہندوؤں اور مسلمانوں کے درمیان لڑائی جھگڑے کا وقوع قریب ہے۔

(انٹیلی جنس رپورٹ، جلد اول، ص ۲۳۹)

شقہ بنام مبارک شاہ کوتوال: معلوم ہوا کہ کل تمام شہر میں شقہ خاص کے مطابق یہ منادی کرا دی جائے کہ گائے کا ذبیحہ یا قربانی قطعی ممنوع قرار دے دی گئی ہے۔ شہر کے تمام دروازوں پر یہ بندوبست کر دیا جائے کہ کسی بھی جانب سے گائے یا بھینس فروخت کرنے والے آج سے لے کر عید سے تین روز بعد تک گائے یا بھینس شہر میں نہ لائیں۔ جن مسلمانوں نے گائیں پال رکھی ہیں، وہ اپنی گائیں کوتوالی میں بندھوا دیں۔ اگر کوئی شخص خفیہ طور پر یا اعلانیہ گائے کی قربانی کرے گا تو اسے موت کی سزا دی جائے۔ (بہادر شاہ ظفر، ص ۱۹۶)

ایک کمپنی، جو کوتوالی میں قیام پذیر تھی، اس کے سپاہیوں کو جمع کیا گیا اور کوتوال نے ان کی موجودگی میں مطلع کیا کہ اگر کسی نے شہر میں ایک بھی گائے یا بکری ذبح کی تو اسے موت کی سزا دی جائے گی۔ مزید برآں بخت خاں نے کوتوال اور نائب کوتوال کو ایک گارڈ مہیا کرنے کا حکم دیا اور چار منادی کرنے والے بھیجے کہ وہ شہر کی ہر گلی، محلے اور کوچے میں ڈھول بجا کر مندرجہ ذیل اعلان کی اشاعت کریں:

''خلق خدا کی، ملک بادشاہ سلامت کا اور حکم سربراہِ فوج بخت خاں کا۔ اگر کسی ادنیٰ یا اعلیٰ شخص نے گائے یا بھینس ذبح کی تو اسے موت کی سزا دی جائے گی۔''

(Kotwal's Diary, p.81)

مبارک شاہ کوتوال بنام مرزا مغل: مسمی عبدالرحمان ولد محمد پناہ، شیخ پیشہ ساکن چاہ سرخ، غلام محمد و ممن ولد عظیم اللہ ساکن قدم شریف کو...... حوالدار کمپنی اوّل نے، کہ تعینات موری دروازے کے ہے، بعلت گاؤکشی اس عبارت سے کہ انگریزوں سے سازش کر کے پانصد روپیہ لینا کر کے ہمارے گارڈ کے سامنے بمراد تنازعہ ہو جانے ہندو مسلمان میں کی، اس علت میں گرفتار کوتوالی ہوئے۔ (بہادر شاہ ظفر، ص ۱۹۶۔۱۹۷)

۲راگست: شہر میں عید خاموشی کے ساتھ گزر گئی۔ سارے فوجی دستے شہر سے باہر تھے۔ حال ہی میں پانچ قصابوں کو گائے ذبح کرنے پر ہلاک کر دیا تھا اور مسلمانوں نے بدلہ لینے کی جرأت نہیں کی۔ (انٹیلی جنس ریکارڈز، جلد اوّل، ص ۴۵۰)

۶راگست: دہلی سے دو تاریخ تک کے خطوط ملے ہیں۔ اس روز اتوار تھا، عیدالضحیٰ یا بقرعید پر ہنگامے متوقع تھے مگر گریٹ ہیڈ نے اس موضوع پر کچھ نہیں لکھا۔ اس نے یہ خط صبح کے اوقات میں تحریر کیا ہوگا۔ پس شہر میں اس روز مسلمانوں کے طریقۂ کار (گائے کی قربانی) سے بھڑکنے والے بُرے جذبات کے متعلق ابھی کچھ سننے میں آئے گا۔ (انٹیلی جنس ریکارڈز، جلد دوم، ص ۱۰۶)

۱۰راگست: گاؤکشی کے باعث پانچ قصابوں کی ہلاکت ہندو فریق کی قوت کی گواہی دیتی ہے...... عید کے موقع پر جماعت کے قائدین نے یہ انتظام کیا کہ ڈھیروں فوجی دستے شہر سے باہر تھے اور یہ انتظام اس لئے کیا گیا تھا کہ عید خاموشی کے ساتھ گزر جائے۔ (انٹیلی جنس ریکارڈز، جلد دوم، ص ۱۱۶)

۱۷راگست: میر ادہلی کا ایک دوست بیان کرتا ہے کہ بقرعید سے تین چار روز پیشتر باغیوں کا کمانڈر انچیف بخت خاں بادشاہ کے پاس گیا اور اسے کہا کہ آپ عید کے موقع پر گاؤ کے ذبیحہ کی ممانعت کر دیں۔ اس نے بادشاہ سلامت کو اس اقدام کے شرعی جواز کی حمایت میں توجیہات پیش کیں۔ بادشاہ

نے منظوری دے دی۔ اس تدبیر کے ساتھ ساتھ دوسری کارروائی، کہ عید سے دو روز قبل فوج کو شہر سے باہر بھیج دیا گیا، یہ موقع اس قدر خاموشی سے گزر جانے کا باعث ہوا۔ دہلی میں عید کے موقع پر گاؤکشی کا یہی مسئلہ زمانہ دراز سے ہندوؤں اور مسلمانوں کے درمیان لڑائی جھگڑے کی بنیاد رہا ہے۔

(انٹیلی جنس ریکارڈز، جلد دوم، ۱۲۵)

امیدوں کی پسپائی پر خبثِ باطن کا اظہار

۲ر اگست: بظاہر کل شہر میں زبردست فساد کے لئے ہماری امیدیں پوری نہیں ہوسکیں۔ کم از کم شہر کی خبروں کے متعلق موصول شدہ واحد اطلاع نامے میں اس قسم کا کوئی اشارہ نہیں...... بادشاہ نے نہ صرف گائے بلکہ بکری تک کی قربانی کی شہر میں ممانعت کر دی ہے اور اس بات پر اگر عمل کیا گیا تو یہ چیز یقیناً ہندوؤں کو مطمئن کر دینے کے لئے کافی ہے، چنانچہ بجائے اس کے کہ وہ لوگ آپس میں لڑتے، وہ سب ہمارے خلاف ایک متحدہ اور بھرپور حملہ کرنے کے لئے ایک ہو گئے ہیں تاکہ ہمیں برباد کر دیں اور صفحۂ زمین سے ہمارا نام و نشان بھی مٹا ڈالیں جبکہ ایسے انتظامات کئے گئے تھے کہ بادشاہ شام کی نماز ہمارے کیمپ میں ادا کرے۔ (کرنل کیتھ ینگ...... جنگِ آزادی [رضوی] ص ۱۶۲)

سازشیں، شبہات اور بدگمانیاں

۱۵ر مئی: سپاہیوں نے حکیم احسن اللہ خاں اور محبوب علی خاں کے احکام ماننے سے اس بنا پر انکار کر دیا کہ وہ انگریزوں سے نامہ و پیام رکھتے ہیں۔ انہوں نے اس سے انکار کیا اور آئندہ کے لئے قسم کھائی کہ ہم انگریزوں سے نامہ و پیام نہ کریں گے۔ (غدر کی صبح و شام، ص ۱۰۹)

۱۶ر مئی: پیادہ اور سوار سپاہی اپنے افسروں کو ساتھ لے کر دربار میں آئے اور ایک خط پیش کیا جس پر حکیم احسن اللہ خاں اور نواب محبوب علی خاں کی مہریں ثبت تھیں۔ پھر شکایت کی کہ ہم نے یہ خط دہلی دروازہ پر پکڑا ہے جسے حکیم صاحب اور نواب صاحب نے انگریزوں کو روانہ کیا تھا۔ اس میں لکھا ہے کہ انگریز لوگ فوراً چلے آئیں، ہم شہر میں داخل کرا دیں گے۔ اور زینت محل بھی انگریزوں سے ملی ہوئی ہیں، اس طرح پر کہ جواں بخت تخت نشین کرا دیا جائے گا۔ اس خط میں یہ بھی لکھا ہے کہ تمام فوج،

سپاہ کو تمہارے قبضہ میں کرادیا جائے گا۔ خط مذکورہ احسن اللہ خاں اور محبوب علی خاں کو بھی دکھایا گیا جسے دیکھ کر انہوں نے کہا کہ یہ جعلی ہے۔ پھر اپنی انگوٹھیاں اتار کر سپاہیوں کے آگے پھینک دیں اور کہا کہ یہ کاغذ اُن کا نہیں ہے اور اس کی ثبت شدہ مہریں جعلی ہیں، چنانچہ انہوں نے قسمیں بھی کھائیں کہ یہ کاغذ اُن کا نہیں ہے مگر سپاہیوں کو پھر بھی یقین نہیں آیا...... پھر پیدل اور سپاہیوں نے تلواریں کھینچ لیں اور حکیم احسن اللہ خاں کو گھیر لیا۔ انہیں پورا یقین تھا کہ وہ ضرور انگریزوں سے ملا ہوا ہے اور آپس میں کہنے لگے، ''یہی وجہ تھی کہ جو اس نے انگریز قیدیوں کو قتل ہونے سے بچانا چاہا تھا تاکہ جب انگریز آجائیں تو قیدیوں کو ان کے حوالے کر دیا جائے اور سپاہیوں کو قتل کرادے۔'' (چنی لال...... ص ۱۳۱-۱۳۲)

سپاہی غصے میں بھرے ہوئے محل میں گئے اور کہا کہ ہمارے ہاتھ ایک قاصد لگ گیا ہے جس کے پاس سے چٹھی برآمد ہوئی ہے جس میں باغیوں کو بُرا بھلا کہا گیا ہے۔ سپاہیوں نے حکیم احسن اللہ خاں اور نواب محبوب علی خاں کو قتل کرنے کی دھمکی دی اور کہا کہ زینت محل بیگم کو بادشاہ کی وفاداری کی ضمانت کے طور پر لئے جاتے ہیں...... (جیون لال، ص ۱۱۰)

۱۷ رمئی: بادشاہ ہوادار پر سوار ہو کر سلیم گڑھ تشریف لے گئے...... اور پھر سپاہیوں کو اپنے متفق الرائے ہونے کا یقین دلا کر اور انہیں زینت محل و احسن اللہ خاں اور محبوب علی خاں پر بدگمانی نہ کرنے اور اعتماد رکھنے کی نصیحت کر کے واپس آگئے۔ سپاہیوں کا دل بڑھانے کے لئے بادشاہ نے یہ بھی کہا کہ اگر وہ کسی انگریز کو گرفتار کر کے لائیں گے تو میں خود اپنے ہاتھ سے قتل کروں گا۔

(چنی لال...... ص ۱۳۳)

۲۷ رمئی: آج یہ بات معلوم ہوئی کہ دمدموں کی بعض توپوں میں میخیں ٹھونک دی گئی ہیں اور باقیوں میں پتھر، بجری اور کنکر بھر دیئے گئے ہیں۔ اس سے بہت جوش پھیل گیا کیونکہ اس سے لوگوں کو یقین ہو گیا کہ شہر میں انگریزوں کے چند زبردست دوست موجود ہیں۔ دو سو کے قریب مسلح سپاہی مسجد میں گئے اور وہاں جا کر شاہی ملازمین پر یہ الزام رکھا کہ وہی توپوں کو خراب کرتے ہیں۔ بادشاہ کے دستوں نے یہ جواب دیا کہ تمہارا الزام بالکل غلط ہے اور پھر کہا کہ تم کیسے سپاہی ہو کہ تم اپنی توپوں کی پوری طرح حفاظت نہیں کر سکتے! یہ شور و غوغا دو گھنٹے تک پڑا رہا۔ اس کے بعد کہیں جا کر سکون ہوا۔ مصر محمد لال نے (مرزا) ابوبکر پر بے وفائی کا الزام عائد کیا اور کہا کہ یہی توپوں کو بگاڑتا ہے۔ سہ پہر کو تین بجے کے قریب یہ اطلاع ملی کہ ایک حوالدار پر توپوں میں کنکر اور بجری بھر دینے کا شبہ کیا جا رہا ہے۔ اسے گرفتار کر کے ایک توپ سے باندھ کر چھوڑ دیا گیا۔ (جیون لال، ص ۱۲۰-۱۲۱)

۲۸ر مئی: بادشاہ کی خدمت میں شکایات پیش کی گئیں کہ کوئی نہ کوئی شہر میں ایسا ہے جو انگریزوں سے خط وکتابت رکھتا ہے۔ بادشاہ سے درخواست کی گئی کہ اس شخص کا کھوج لگانا چاہیے۔

(جیون لال، ص ۱۲۳)

۲۹ر مئی: ...... محل کے اناج خانے میں گولے بارود کی کچھ مقدار پائی گئی تھی جس کی نسبت یہ گمان کیا گیا تھا کہ وہ انگریزوں کو بھیجی جانے والی ہے۔ باغی بہت دیر تک غل مچاتے رہے۔ ان کا کہنا یہ تھا کہ بادشاہ کی بیگم زینت محل اور محمد حیدر علی خاں دونوں نے مل کر یہ کارروائی کی ہے۔ بعد میں ان کے غصہ کو فرو کر دیا گیا۔

تحقیقات کی گئی کہ کل کس آدمی کے حکم سے اناج کی گاڑیاں، جن میں گولہ بارود رکھا ہوا تھا، بھیجی گئی تھیں۔ شبہ مرزا ابوبکر پر تھا۔ (جیون لال، ص ۱۲۴)

۳۰ر مئی: دربار کے موقع پر مہاراجہ پٹیالہ کے وکیل میر حسن علی پر یہ الزام لگایا گیا کہ وہ انگریزوں سے خط وکتابت کرتے ہیں۔ (جیون لال، ص ۱۲۵)

۱۳ر جولائی: بادشاہ نے عبدالحق پر یہ الزام عائد کیا کہ انہوں نے انگریزوں کے پاس ایک بگھی، ایک چٹھی اور دس سوار بھیجے ہیں۔ حکیم احسن اللہ، جو دربار میں حکیم عبدالحق کی طرف سے الزام کا جواب دینے کے لئے موجود تھے، کہا کہ مجھے معلوم ہے کہ حکیم عبدالحق نے تین سال ہوئے، راجہ بلب گڑھ کی اطاعت کا جوا اُتار کر پھینک دیا تھا اور یہی وجہ ہے کہ راجہ صاحب انہیں سزا دینے کی غرض سے گرفتار کرانا چاہتے ہیں۔ احسن اللہ خاں نے یہ بھی کہا کہ مجھے یقین نہیں آتا کہ عبدالحق کا اس سازش سے کچھ تعلق ہو۔ (جیون لال، ص ۱۶۹)

۲۲ر جولائی: بادشاہ کسپورہ دروازہ سے دیوانِ عام میں داخل ہوئے۔ جنرل محمد بخت خاں بھی موجود تھے۔ انہوں نے شکایت کی کہ چند بدخواہ اشخاص یہ خبر پھیلا رہے ہیں کہ میں انگریزوں سے ساز باز رکھتا ہوں اور یہ کہ جب شاہی افواج انگریزوں پر حملہ کر رہی تھیں تو اس وقت میں [illegible] یا تھا اور فوجوں کو احکام دیئے بغیر لڑنے کے لئے چھوڑ گیا تھا۔ بادشاہ نے جواب دیا کہ مجھے تمہاری وفاداری پر کامل بھروسہ ہے اور افسوس ہے کہ تمہیں خواہ مخواہ تکلیف پہنچی۔ مجھے انگریزوں سے کوئی پرخاش نہیں ہے بلکہ میرا خیال یہ تھا کہ جو فوج میری حفاظت کے لئے دوڑ کر آئی ہے، اس کی وجہ سے میرا درجہ بلند ہو جائے گا۔ مرزا ابوبکر، مرزا رواس اور مرزا عبداللہ بھی دربار میں حاضر تھے۔ جنرل محمد بخت خاں اپنی جاء سے اٹھے اور بادشاہ کے پیچھے جا کر تھوڑی دیر سرگوشی کرتے رہے۔ شہزادگان نے اس کارروائی پر

اعتراض کیا کہ ہماری موجودگی میں بادشاہ کے کان میں کاناپوسی کرنا تہذیب و ادب کے خلاف ہے۔
جنرل نے معافی مانگی اور شہزادگان کی تعریف کی اور اس کے بعد معاملہ ختم ہو گیا۔

(جیون لال، ص ۱۸۰).

جیمز ہیوٹ: حکیم احسن اللہ خاں، ملکۂ اعلیٰ زینت محل اور بذاتِ خود بادشاہ پر سپاہیوں کا شک وشبہ بے بنیاد نہ تھا۔ اوّل الذکر کا بغاوت پر کوئی اعتقاد نہ تھا، دوسری کو اپنے فرزند جیون بخت کو تخت کا وارث بنانا مقصود تھا اور تیسرے، بہادر شاہ نے انگریزوں کو اشاروں کنایوں میں تجاویز دیں کہ اگر اس کی پنشن اور خطابات کو مکمل طور پر بحال کر دینے کا وعدہ کیا جائے تو وہ انہیں دہلی میں داخل ہونے میں مدد دے گا۔(Eye-witnesses....., p.38)

انگریزوں کے جاسوسوں کا عمل دخل

دشمن کے مبیّنہ مقامی رسد و خبر رساں

یکم جون: آج کے دن مہاراجہ پٹیالہ کے وکیل میر حسن علی کی بُری گت بنائی گئی اور انہیں بادشاہ کے سامنے پیش کیا گیا۔ ان پر یہ الزام تھا کہ وہ انگریزوں کے نامہ نگار ہیں۔ بادشاہ نے سپاہیوں سے کہہ دیا کہ ان کے ساتھ جو سلوک چاہیں، کریں۔ (جیون لال ص ۱۲۷)

۵ر جون: معلوم ہوا کہ علی پور کا تھانیدار انگریزوں کو رسد بھیجتا ہے۔ کوڑیا محلہ میں اس کے دو بھائیوں کو گرفتار کر لیا گیا۔ انہوں نے اپنی بے گناہی کا اظہار کیا اور کہا کہ ہم تو مدّت سے اپنے بھائی سے الگ ہو چکے ہیں اور اس سے کوئی سروکار نہیں رکھتے۔ پڑوسیوں کی گواہی پر ان دونوں کو رہا کر دیا گیا۔

(جیون لال ص ۱۳۱)

۸ر جون: پچاس سپاہی پیا مل مسواری کے مکان پر گئے اور ان پر انگریزوں کو رسد پہنچانے کا الزام عائد کیا اور دھمکی دی کہ ہم تمہیں قتل کر ڈالیں گے۔ انہوں نے پیا مل کے لڑکے کو گرفتار کر کے بادشاہ کے حضور میں پیش کر دیا۔ (جیون لال ص ۱۳۴)

۹ر جون: پیا مل آج بادشاہ سلامت کی خدمت میں حاضر ہوا اور پیا مل کے لڑکے کی رہائی کے بارے میں معروضہ پیش کیا اور کہا کہ اس کے والد نے باغی فوج کے لئے روزانہ راشن مہیا کیا ہے اور کوئی بات ایسی نہیں کی جس کی وجہ سے ان پر انگریزوں کی دوستی کا الزام قائم کیا جا سکے۔

(جیون لال ص ۱۳۴)

۱۲ر جون: پیارے لال کو زبردستی بادشاہ کے حضور میں لے گئے اور ان پر انگریزوں کو رسد بھیجنے کا الزام عائد کیا گیا۔ (جیون لال ص ۱۳۷)

۱۴ر جون: چھمن سنگھ کے بھائی بلدیو سنگھ، جو علی پور کے تھانیدار تھے، پکڑے ہوئے کوتوالی

میں لائے گئے۔ان پر انگریزوں سے ساز باز رکھنے کا الزام تھا۔انہیں نشانہ بندوق بنا دیا گیا اوران کی لاش کو درخت سے لٹکا دیا گیا۔

کابلی دروازہ کے تیرہ نانبائیوں کو انگریزوں سے سازش رکھنے کے الزام میں گھروں سے باہر نکالا گیا اور قتل کر دیا گیا۔(جیون لال،ص ۱۳۸)

۲۴ر جون: سپاہیوں کے سردار بادشاہ کے دربار میں حاضر ہوئے......انہوں نے شکایت کی کہ جب ہم (انگریزوں سے جھپٹ کے بعد) شہر کو لوٹ رہے تھے تو کالے خاں کا ایک گولہ ہمارے سپاہیوں پر آ گرا جس کی وجہ سے تین سپاہی سخت زخمی ہوئے۔کالے خاں کو گرفتار کر لیا گیا اور بادشاہ کے حضور میں پیش کیا گیا۔اس پر انگریزوں سے سازش کرنے کا الزام عائد کیا گیا۔(جیون لال،ص ۱۴۴)

۲۸ر جون: آج ایک شخص پکڑا گیا جو محل میں انگریزوں کے اشارہ سے سرنگ لگا رہا تھا۔ اسے سلیم گڑھ میں توپ کے منہ سے اُڑا دیا گیا تا کہ دوسروں کو عبرت ہو۔(جیون لال،ص ۱۴۷)

۳۰ر جون: ایک شخص کشمیری دروازہ کے قریب بیٹھا سرنگ کھود رہا تھا۔اسے گرفتار کر لیا گیا اور کوتوالی کے سامنے درخت پر سولی دے دی گئی۔بذریعہ اعلان منادی کر دی گئی کہ انگریزوں کے تمام ہوا خواہوں کے ساتھ یہی برتاؤ کیا جائے گا۔(جیون لال،ص ۱۴۹)

یکم جولائی: سیپرز اور مائنرز کا ایک جمعدار شاہی برج کے نیچے سرنگ بچھانے اور انگریزوں سے ساز باز کرنے پر ہلاک کر دیا گیا۔(میر محمد علی......غداروں کے خطوط،ص ۹۳)

۲۵ر جولائی: جھجر کے نواب کے وکیل کے رشتہ دار شوکی رائے اور کنہیا لال اور ناوک، یہ تینوں جاسوس اب جنرل بخت خاں کی ملازمت میں ہیں۔(اچھو+گوپال......غداروں کے خطوط،ص ۱۰۹)

۲۶ر جولائی: مرزا ابوبکر، مرزا عبداللہ اور مرزا خواص دربار میں حاضر ہوئے اور بادشاہ کو اطلاع دی کہ انگریزی کیمپ میں ہر رات کو ۱۲۶ سیر تیل جلایا جاتا ہے اور یہ ساری مقدار شہر ہی سے بھیجی جاتی ہے۔(جیون لال،ص ۱۸۷)

۸ر اگست: ابھی ابھی دو قاصد سترہ تاریخ کی ڈاک کے ساتھ آئے ہیں۔وہ نصیر آباد بریگیڈ کی گارڈ میں قید تھے۔کل بارود خانے کے دھماکے کے باعث بڑی افراتفری مچی اور وہ بچ نکلے۔ ایک اور سکھ قاصد، جو سنگین سے زخمی ہو گیا تھا، پیچھے رہ گیا اور اس کے خطوط پکڑے گئے۔اس کا ایک ساتھی برہمن رہا کر دیا گیا۔(انٹیلی جنس ریکارڈز، جلد اول،ص ۴۵۳)

۱۰ر اگست: ہمارا ایک جاسوس مرزا مغل کے گھر کے قریب پکڑا گیا۔ایک اور پر شبہ کیا جا رہا

ہے۔ان میں سے ایک کمر کے گرد پستول لٹکائے بڑی دلیری سے دربار میں آ کر بیٹھ گیا تھا۔دہلی کے صوبیدار نے اسے پہچان لیا۔دوسرے کو ۷۴ ویں رجمنٹ کے ایک سپاہی نے پہچان لیا۔پکڑے جانے والے جاسوس نے بتایا ہے کہ وہ مائنرز اور سپرز سے تعلق رکھتا ہے اور انگریزوں کی فوج سے بھاگ کر اپنے ہم وطنوں کی مدد کے لئے آیا ہے۔(غداروں کے خطوط،ص ۱۲۶)

۲۳راگست: آج چٹھی پکڑی گئی جس کی نسبت گمانِ غالب تھا کہ اسے دفتر کمشنر کے ریکارڈ کیپر نے تحریر کیا ہے اور جس میں انگریزوں کو اطلاعات بھیجی گئی تھیں۔اس واقعہ کی وجہ سے مان سنگھ محافظ کو گرفتار کر لیا گیا اور دیوانِ عام کے قریب گارڈ میں رکھ دیا گیا۔(جیون لال،ص ۲۲۸)

کل مرزا مغل کے ایک ملازم مان سنگھ کی پوری جائداد کو ضبط کر لیا گیا اور اس کا ''اخبار'' بھی بند کر دیا گیا۔معلوم نہیں کہ یہ لوگ اس کے ساتھ اب کیا سلوک کریں گے؟

(تراب علی غداروں کے خطوط،ص ۱۵۰)

۶رستمبر: آج ایک شخص مخبری کرتے ہوئے پکڑا گیا۔انہوں نے اس کے دانت توڑ ڈالے اور لب کاٹ دیئے اور مار مار کر وہ حالت کی کہ بیان سے باہر ہے۔ایک اور سپاہی بیٹریوں کے قریب جاسوسی کرتے ہوئے پکڑا گیا۔سپاہیوں نے مار مار کر اس کے ٹکڑے کر دیئے۔

(تراب علی غداروں کے خطوط،ص ۱۷۴)

۱۵رستمبر: پرسوں تراب علی کا ایک قاصد پکڑ لیا گیا تھا۔اسے بڑی مشکل سے دو سو روپے اور ضمانت دے کر رہا کرایا گیا۔تراب علی نے اب اسی لئے مجھے زبانی خبریں دینے کے لئے بھیجا ہے۔

(نوندابہ کارا غداروں کے خطوط،ص ۱۹۰)

جنرل بخت خاں پر شکوک پیدا کرنے کی سازشیں

۲۰راگست: جنرل گوری شنکر اور جنرل طالع یار خاں ایک سکھ قیدی کو گرفتار کر کے بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔اس سے کہا گیا کہ جو اطلاع دی ہے،اسے پھر دہراؤ۔اس نے کہا کہ جنرل بخت خاں انگریزوں سے خفیہ ساز باز رکھتے ہیں اور تجویز یہ کی گئی ہے کہ جب جنرل بخت خاں علی پور پر لڑانے کے لئے فوج لے جائیں،اس وقت انگریز دہلی پر حملہ کر دیں تاکہ ان کا مقابلہ نہ کیا جا سکے۔

بادشاہ نے سن کر کہا کہ یہ شخص جاسوس معلوم ہوتا ہے اور اس لئے بھیجا گیا ہے کہ فوج میں بددلی پیدا کر دے۔ اس سے پھر پوچھا گیا کہ وہاں کتنی پلٹنیں ہیں، کتنے عرصہ سے وہ وہاں مقیم ہیں اور ان کے جنرل کا کیا نام ہے؟ اس نے ان تمام سوالات کا جواب دیتے وقت کچھ جنون کی سی حالت اختیار کر لی اور کہا کہ میں تو مرزا مغل اور سعید علی خاں سے ملاقات کرنے کی غرض سے آیا ہوں۔ اس نے پھر ایک اشرفی بطور نذرانہ پیش کی اور کہا کہ میں نے لڑائی کے تمام اسرار ظاہر کر دیئے ہیں۔ بادشاہ نے اس کی حرکات دیکھ کر فرمایا کہ یہ آدمی بدمعاش معلوم ہوتا ہے۔ (جیون لال، ص ۲۲۳)

۲۳ راگست: میں نے بخت خاں کو ایک دوستانہ خط لکھا جسے مرزا مغل نے کھولا۔ یہ واقعہ کل دہلی میں پیش آیا۔ (آر۔ ایچ۔ ڈبلیو ڈنلپ ...... انٹیلی جنس ریکارڈز، جلد اول، ص ۴۸۸)

(مراسلہ محررہ ۳۱ راگست) مسٹر ڈنلپ کا کہنا ہے کہ انہوں نے بخت خاں کو ایک خط لکھا اور بادشاہ کے فرزند مرزا مغل نے اسے کھولا۔ اس کا کہنا ہے کہ یہ واقعہ بائیس تاریخ کو پیش آیا۔ میرے خیال میں اس سے مقصود یہ تھا کہ بخت خاں پر شک وشبہ پیدا کیا جائے۔

(انٹیلی جنس ریکارڈز، جلد دوم، ص ۱۵۴)

جنرل محمد بخت خاں نے فوج کے تمام بڑے بڑے افسروں اور مرزا مغل کی موجودگی میں قرآن پر قسم کھائی کہ میں انگریزوں کے ساتھ کسی قسم کا نامہ و پیام نہیں کر رہا ہوں۔

(جیون لال، ص ۲۲۸)

جاسوسوں کے مشورے اور معززین سے راہ ورسم

۱۸ رجون: میں انگریزوں کے ایک ہمدرد دوست سید حامد علی خاں سے ملنے گیا۔ سید حامد علی خاں نے مجھے بتایا کہ شہر کے تمام لوگ ان بلوائیوں سے نجات پانے کی دعا کر رہے ہیں۔ اس نے یہ بھی کہا کہ دہلی پر حملہ کے دوران وہ خود، ملکہ زینت محل اور اعظم علی خاں اپنی اپنی فوجوں کو لے کر باغی فوجوں کی مدد کے بہانے شہر سے باہر نکل آئیں گے اور موقع ملتے ہی انگریزی فوجوں سے آملیں گے اور باغی فوج یہ دیکھ کر فرار ہو جائے گی۔ (لطافت علی ...... غداروں کے خطوط، ص ۸۸)

۵ رجولائی: سرخ ڈاڑھی والا ایک آدمی، جس کا نام بہادر خاں ہے اور جو کچھ عرصہ پہلے

کسٹم کے محکمے میں کام کرتا تھا، انگریزی کیمپ میں جاتا ہے اور باغیوں کو خبریں لا کر دیتا ہے۔

(غداروں کے خطوط، ص ۹۷)

۱۹ / جولائی: جو گولہ وہاں کا یہاں آتا ہے، کچھ نقصان نہیں کرتا، قلعہ میں نہیں گرتا۔ اگر قدسیہ باغ میں توپ رکھ کر گولہ مارا جائے تو قلعہ میں پہنچے گا، اور اجمیری دروازے کا جو مورچہ ہے، آگے کیا جائے تو گولہ اچھا پڑے گا۔ اور شب خون مارنے کا بھی قصد کریں۔ (غداروں کے خطوط، ص ۱۰۴)

۲۸ / جولائی: (ایک جاسوس کا خط انگریز افسروں کے نام) اگر آپ رضامند ہوں تو میں اپنے بھائی کو معمولی تنخواہ کے عوض جنرل بخت خان کے دفتر میں ملازم کرانے کا بندوبست کردوں۔ اس طرح ہمیں ان کے منصوبوں کی صحیح اطلاعات ملتی رہیں گی، لیکن اس کے لئے مجھے آپ کی تحریری رضامندی درکار ہوگی......

آج جنگ کی مشاورتی کونسل کا اجلاس ہو رہا ہے۔ اس کی تفصیلات آج شام تک مجھے مل جائیں گی۔ اگر آپ آج رات اپنا کوئی آدمی بھیج دیں تو کل صبح تک یہ معلومات آپ تک پہنچ سکتی ہیں۔

(غداروں کے خطوط، ص ۱۱۱)

۲۹ / جولائی: میں نے بادشاہ سلامت کو مشورہ دیا تھا کہ ان کو چاہیے کہ خفیہ طور پر شہر کا دروازہ کھلوا کر انگریزی فوج کے شہر میں داخل ہونے کا بندوبست کریں۔ اس طرح ان کی جان تو شاید نہ بچ سکے لیکن اس احسان کے بدلے انگریز اُن کے ورثا سے اچھا سلوک کریں گے۔ بادشاہ سلامت تو راضی ہو جاتے لیکن حکیم احسن اللہ خاں نے دخل اندازی کر کے معاملہ خراب کر دیا۔

(رجب علی غداروں کے خطوط، ص ۱۱۲)

۳۱ / جولائی: کارتوسوں کی ٹوپیاں بنانے کے لئے کہا جا رہا ہے کہ بارود کے کارخانے کے ایک ملازم کلو مستری نے اعلیٰ نمونے کی ٹوپیاں تیار کی ہیں۔ اسی طرح شہر کے ایک داروغہ مظہر علی نے گولوں کے داغنے کا مسالہ تیار کرنے کے لئے اپنی خدمات پیش کی ہیں۔ ان بدمعاشوں کو رشوت دے کر اپنے ساتھ ملایا جا سکتا ہے لیکن آپ کی اجازت کے بغیر میں یہ قدم نہیں اٹھاؤں گا۔

(غداروں کے خطوط، ص ۱۱۴)

۱۰ / اگست: سردار شمشیر سنگھ، رنجور سنگھ، گورکھ سنگھ (وغیرہ) سرداروں نے بادشاہ سے پنجاب میں موجود انگریزی فوجوں پر حملہ کرنے کی اجازت مانگی ہے۔ بادشاہ نے آج ان کے خط کا جواب بھیج دیا ہے۔ مجھے یہ اطلاعات خود قاصد سے ملی ہیں۔ قاصد کو جو خط دیا گیا تھا، وہ اس سے گم ہو گیا

جواب خط مفتی صاحب اور مرزا صاحب کا نہیں آیا، میری عرضی کو محمول بر خود غرضی کیا اور اس کام کے انجام میں کم توجہ کیا، اس واسطے پھر سکھ لوگ متفرق ہو کر اپنی اپنی پلٹنوں میں داخل ہو گئے۔

(تراب علی...... غداروں کے خطوط، ص ۱۵۳)

۲۷ راگست: جنرل بخت خاں اپنی فوج کے ساتھ کل شام دہلی آیا۔ میں آج صبح اس کو دیکھنے کے لئے گیا تھا۔ (گوری شنکر...... غداروں کے خطوط، ص ۱۵۷)

۳۰ راگست: اگر آپ مرزا الٰہی بخش کو اس کے خط کا جواب دے دیں تو وہ اس مقصد کے لئے اپنا اثر و رسوخ استعمال کرے گا اور مولوی فضل حق اور دوسرے باغیوں کو شہر سے باہر نکال دے گا۔

(تراب علی...... غداروں کے خطوط، ص ۱۶۴)

۳۱ راگست: کل میں آپ سے رخصت ہو کر دہلی پہنچا تو یہاں پہنچتے ہی میں نے اطلاع دی تھی کہ باغی فوج رات کے وقت حملہ کرنے کی تیاری کر رہی ہے مگر رات کو دس بجے کے قریب فوجوں نے (جنھوں نے شام کو پریڈ کی تھی) اپنے ہتھیار اور سامان اتار ڈالا۔ آج صبح میں یہ معلوم کرنے کے لئے محل گیا کہ ان کے منصوبے میں تبدیلی کی کیا وجہ تھی۔ مرزا مغل کے سررشتہ دار جوالا ناتھ نے مجھے بتایا کہ فوج بادشاہ سلامت اور ان کے ذاتی دستے کو اپنے ساتھ لے جانا چاہتی تھی۔ بادشاہ نے ان دونوں باتوں پر عمل کرنے سے انکار کر دیا جس کی وجہ سے جنگی مجلس برخاست ہو گئی۔ شہر کے مسلمانوں نے بھی رات کو حملہ کرنے کے منصوبے میں نقص نکالنے شروع کر دیئے تھے۔ مجھے ڈر ہے کہ (میری پہلی اطلاع کی وجہ سے) انگریزی فوج کو کافی پریشانی اٹھانا پڑی ہوگی، لیکن حقیقت تو یہ ہے کہ باغیوں کے سب منصوبے اسی طرح ہوتے ہیں۔ کل جب میں واپس آیا تو میں نے بریلی بریگیڈ اور آرٹلری کو اپنی آنکھوں سے مسلح دیکھا تھا۔ نیو انفنٹری کی ۴۷ ویں رجمنٹ اجمیری دروازے کے قریب بالکل تیار کھڑی تھی۔ اب یہ اطلاع ملی ہے کہ یہ لوگ آج رات حملہ کریں گے۔ (تراب علی غداروں کے خطوط، ص ۱۶۲)

۲ رستمبر: شیخ برکت علی کے توسط سے میں نے گھاٹ کے داروغہ کو اپنی طرف کر لیا ہے۔ اس نے کشتی والوں کو ورغلانے کا وعدہ کیا ہے۔ (تراب علی غداروں کے خطوط، ص ۱۷۴)

آج شام چار بجے میں مرزا (الٰہی بخش) صاحب سے ملنے گیا تھا۔

(فتح محمد خاں غداروں کے خطوط، ص ۱۷۵)

آپ نے جو خط بھیجے تھے، وہ مل گئے ہیں اور ان کے مندرجات کی اطلاع دے دی گئی ہے۔ جب یہ خطوط ملے، اس وقت دربار معطل ہو چکا تھا اس لئے جو کچھ آپ نے مجھے لکھا، میں نے اس کی اس

وقت اطلاع کرنی مناسب نہ سمجھی کیونکہ میں چاہتا تھا کہ یہ اطلاع ایک دو اشخاص کی بجائے بھرے دربار میں ہر خاص و عام کو دوں۔ اگر میں نے یہ اطلاع صرف قلعے میں دی ہوتی تو اس کی زیادہ تشہیر نہ ہوتی۔ میں یہ اطلاع کل پیش کروں گا۔ (گوری شنکر......غداروں کے خطوط، ص ۱۷۶)

۷ ستمبر: آج شام دو بجے بادشاہ سلامت نے ایک حکم جاری کیا ہے جس کی شہر بھر میں منادی کی گئی ہے۔ اس میں کہا گیا ہے کہ ہر شخص کو، خواہ وہ مسلمان ہو یا ہندو، خواہ وہ شاہی ملازم ہو یا نہ ہو، خواہ وہ اس شہر کا باشندہ ہو یا نہ ہو، چاہیے کہ وہ محاذ پر دشمن کا مقابلہ کرے......حملہ آج رات یا کل کیا جائے گا۔ متذکرہ بالا فرمان کا اعلان اگرچہ کل نقارہ کے ساتھ شہر بھر میں کیا گیا تھا لیکن پھر بھی آپ کو چاہیے کہ آپ اس پر پوری طرح اعتبار نہ کریں اور نہ میری ارسال کردہ حملے کی تاریخ اور وقت پر۔ میں یہ سب کچھ آپ کو اس لئے لکھ رہا ہوں تاکہ آپ حسبِ معمول مجھ پر یہ الزام نہ لگائیں کہ میں جھوٹی خبریں بھیجتا رہتا ہوں۔ (تراب علی......غداروں کے خطوط، ص ۱۷۸، ۱۸۲)

۱۱ ستمبر: آپ سے ایک دو گزارشات کرنا چاہتا ہوں۔ اگر آپ شاہی خاندان کے لوگوں کو سزا دینا چاہتے ہیں تو بہتر ہوگا کہ آپ باغیوں کو شکست دینے کے بعد سب سے پہلے دہلی اور قلعہ کی عوام سے ان کے ہتھیار لے لیں۔ اس کے بعد جو چاہیں، کریں ورنہ شہریوں کی طرف سے کافی کشت و خون کا اندیشہ ہے۔ (تراب علی......غداروں کے خطوط، ص ۱۸۶)

۱۲ ستمبر: کل کی لڑائی میں دہلی کے شہری بھی شریک تھے۔ ان میں تھانیسر کے ایک گاؤں ہبری کا باشندہ مولوی نوازش علی بھی اپنے دو ہزار پیروکاروں سمیت شامل تھا۔ باغی فوج کے سپاہیوں نے جنگ میں لڑ کر شہید ہونے کا اقرار کیا ہے۔ (گوری شنکر......غداروں کے خطوط، ص ۱۸۷)

باغی اب مرنے مارنے کے لئے تیار بیٹھے ہیں۔ ان میں سے اب کوئی نہیں بھاگتا۔

(کلو+موہن......غداروں کے خطوط، ص ۱۸۷)

حربی مخبریوں کے چند نمونے

۱۶ رجون: باغیوں نے اب اپنی توپوں کو تہہ خانوں اور خندقوں میں محفوظ کر لیا ہے۔ سلیم گڑھ میں بھی کچھ گولہ بارود اور اسلحہ جمع ہے...... قلعہ کے گھاٹ کے دروازے پر کوئی پہرہ نہیں۔ انگریزی فوجوں نے جو حملے کیے، ان کا کافی اثر ہوا۔ پچھلے ایک حملے کے دوران تو شہر میں یہ افواہ پھیل گئی کہ انگریزی فوجیں شہر میں داخل ہوگئی ہیں۔ لاہوری دروازہ تو کافی دیر تک کھلا پڑا رہا۔

(غداروں کے خطوط، ص ۸۷)

۱۷ رجون: میں ۱۷ رتاریخ کو شہر سے باہر باغیوں کی مخبری کے لئے یہاں آیا۔ پرانی عیدگاہ کے نزدیک میں نے انفنٹری کے ایک ہزار سپاہیوں اور ستر سواروں کو جمع پایا۔ ان کے پاس چار توپیں تھیں اور یہ لوگ پرانی عیدگاہ میں مورچہ لگانے میں مصروف تھے۔

(مان سنگھ غداروں کے خطوط، ص ۸۹)

۱۸ رجون: میں ۱۸ رجون کو دہلی پہنچا اور سرائے روہیلہ خاں سے ہوتا ہوا کشن گنج آیا۔ یہاں پر تقریباً ایک سو اسّی باغی دکانوں میں مقیم تھے۔ اس کے بعد میں لاہوری دروازے سے شہر میں داخل ہوا۔ باغی اس دروازے سے نکل کر انگریزی فوج کے مورچوں پر حملہ کرنے کے لئے روانہ ہو رہے تھے۔ دروازے کے باہر تقریباً پانچ سو سپاہی جمع تھے۔ شاہی قلعہ کے دروازے پر ۵۴ ویں رجمنٹ پہرہ دے رہی تھی۔ شاہی قلعہ کے ہر دروازہ پر ایک ایک توپ نصب تھی۔ یہاں سے میں کشمیری دروازہ گیا۔ یہاں پر پانچ سو سپاہی دو توپوں سمیت پہرہ دے رہے تھے اس کے بعد میں اجمیری دروازہ گیا۔ یہاں پر آٹھ سو سپاہی جمع تھے اور دروازہ کے دونوں طرف تین ہلکی توپیں اور ایک بھاری توپ نصب تھی۔ قطب صاحب کو جانے والی سڑک اور اس کے دروازہ پر کوئی پہرہ نہ تھا۔ میں واپس جا رہا تھا کہ میں نے عیدگاہ میں گولی چلنے کی آواز سنی۔ نزدیک پہنچ کر میں ایک جگہ چھپ گیا۔ یہاں باغی فوج دو توپیں لئے جمع تھی۔ جب انگریزی فوج نے حملہ کیا تو باغی فوج کے سوار آگے بڑھ کر مقابلہ کرنے کی بجائے سرائے کی دیوار کے پیچھے چھپ گئے جب انگریزی فوج قریب پہنچی تو یہ سب اپنی توپ لے کر بھاگ نکلے۔ دوسری توپ انگریزی فوج کے قبضے میں آ گئی۔ بعد میں یہ لوگ آپس میں [illegible]

کرتے رہے کہ کھوئی ہوئی توپ کو دوبارہ حاصل کریں گے لیکن ان میں سے کسی کو بھی آگے بڑھنے کی ہمت نہ ہوئی۔ (لطافت علی...... غداروں کے خطوط، ص ۸۸)

شہر کے دروازوں کے دونوں طرف برجوں میں اسلحہ جمع ہے اور ہر دروازے پر تین تین توپیں نصب ہیں۔ باغیوں نے یہ سنتے ہی کہ انگریزی فوج کا ایک دستہ آگرہ سے دہلی آ رہا ہے، پرانا قلعہ اور دہلی دروازے پر مورچہ بندی شروع کر دی ہے۔ لاہوری اور اجمیری دروازے کے درمیان جو دروازہ ہے، اس پر کوئی پہرہ نہیں۔ وہاں پر دو توپیں کھڑی ہیں لیکن ان کے لئے کوئی گولہ بارود موجود نہیں۔ فوج میں توپچیوں کی کمی ہے۔ بارود کا کارخانہ عملاً بیکار ہے...... باغیوں نے سب سے بھاری توپ کو سلیم گڑھ کے قلعے پر نصب کر دیا ہے۔ شہزادہ مغل اور شہزادہ ابوبکر انگریزی فوج کو پانی پت کے راستے انبالہ سے آنے والی کمک کو راستے میں لوٹنے کا منصوبہ بنا رہے ہیں۔ باغی فوج میں اس وقت تیرہ ہزار سپاہی اور تیرہ سو سوار ہیں۔ ان میں تقریباً تین ہزار مسلح ہیں۔ ۱۱ ویں، ۵۴ ویں اور ۷۴ ویں رجمنٹیں مالا مال ہیں اور لڑنے کا ارادہ نہیں رکھتیں...... قطب صاحب کو جانے والی سڑک پر اڑھائی سو سوار اور ایک رجمنٹ پہرہ دے رہی ہے۔ تقریباً اتنی ہی تعداد پرانے قلعے پر مقرر ہے۔ (غداروں کے خطوط، ص ۸۹)

۱۹ر جون: میں نے باغی فوج کے پانچ اور سات ہزار کے درمیان سپاہیوں کو انگریزی کیمپ پر حملہ کرنے کے لئے شہر سے باہر جاتے دیکھا۔ لڑائی کے بعد یہ فوج نہر کے کنارے خیمہ زن ہو گئی...... میں نے بعض باغیوں کو آپس میں گفتگو کرتے سنا جو کہہ رہے تھے کہ انگریزی کیمپ پر عقب سے اور سامنے سے دوبارہ پوری قوت کے ساتھ جم کر حملہ کیا جانا چاہیے تاکہ یا تو وہ انگریزی فوج پر فتح پا لیں یا لڑتے ہوئے شہید ہو جائیں۔ ان کا ارادہ ہے کہ جالندھر کی فوج آنے کے بعد انگریزی فوج کو باغپت اور سونی پت سے آنے والی کمک کو راستے میں روک کر تباہ کر دینا چاہیے۔

(جواہر سنگھ...... غداروں کے خطوط، ص ۹۰)

میں ۱۹ر جون کو لاہوری دروازے سے شہر میں داخل ہوا۔ دروازے کے اندرونی طرف تین توپیں نصب تھیں۔ ان کا رخ باہر کی جانب تھا۔ دروازے کے باہر برج پر بھی دو توپیں نصب تھیں۔ ان میں سے ایک کا رخ کشن گنج کی طرف اور دوسری کا سبزی منڈی کی طرف تھا۔ اس کے بعد میں چاندنی چوک پہنچا۔ یہاں پر کچھ فوج پہرہ دے رہی تھی۔ یہاں سے میں جامع مسجد ہوتا ہوا مہتاب باغ آیا۔ یہاں پر تیسری اریگولر کیولری کے تین سو سپاہی جمع تھے۔ ایک رجمنٹ سلیم گڑھ کے دروازے پر مقرر تھی اور ایک شاہی قلعہ کے اصطبلوں کی دیکھ بھال کر رہی تھی۔ ایک تیسری رجمنٹ دہلی دروازے کے قریب

نئے محلے کی حفاظت کر رہی تھی۔ میں لاہوری دروازے سے ہوتا ہوا دوبارہ شہر واپس آیا۔ یہاں پر خندق میں بارش کا کچھ پانی جمع تھا۔ (میر محمد علی......غداروں کے خطوط، ص ۹۲)

۲۷ رجون: آج باغی فوج کی ایک رجمنٹ چار سو سواروں اور دو توپوں کے ساتھ باغپت کی طرف روانہ ہوئی تا کہ وہاں کے پل کو تباہ کر کے انگریزی فوج کو پہنچنے والی کمک کا راستہ بند کر دے۔ ان کے ساتھ تین چار سو گوجر بھی گئے ہیں...... یہاں پر بارود کا ذخیرہ ختم ہو چکا ہے۔ شاہی مسجد کے عقب میں کچھ نیا بارود بنایا جا رہا ہے۔ (غداروں کے خطوط، ص ۹۰۔۹۱)

۲۸ رجون: شہر میں باغپت کے پل کو تباہ کرنے کی خبر سن کر کافی خوشی منائی جا رہی ہے۔ گرانڈ ٹرنک روڈ پر شاہدرہ کا پل قائم ہے۔ اس پل پر پچاس سپاہی پہرہ دے رہے ہیں...... باغیوں کو کمک ملنے کی خبر ملی ہے۔ گودام میں گندھک صاف کرنے کے لئے بڑے بڑے برتن اکٹھے کئے جا رہے ہیں۔ نصیر آباد کی فوج ابھی تک اجمیری دروازے کے باہر ٹھہری ہوئی ہے۔ جھجر کی پیادہ فوج کے ایک سو سپاہی آج باغیوں سے آ ملے ہیں۔ (امی چند...... غداروں کے خطوط، ص ۹۱)

باغیوں نے شاہی برج اور کشمیری دروازے پر دو بھاری توپیں نصب کر دی ہیں۔ کالے خاں توپچی قید میں ہے۔ بارود کا ایک بڑا ذخیرہ کشمیری دروازے کے بائیں طرف جمع کیا گیا ہے...... لال دروازہ بند کر دیا گیا ہے اور کشمیری دروازے کے مقابل سڑک پر انہوں نے تین توپیں کھڑی کر دی ہیں۔ لال دروازے اور قلعہ گھاٹ پر نہ تو توپیں نصب ہیں اور نہ ہی سپاہیوں کا کوئی پہرہ ہے۔

(جواہر سنگھ غداروں کے خطوط، ص ۹۲)

یکم جولائی: پہاڑ گنج کی طرف جانے والی سڑک پر تین توپیں نصب ہیں۔ اجمیری دروازے کے دونوں طرف برجوں میں بھی دو دو توپیں نصب ہیں۔ مدرسہ نکری دروازے پر ایک رجمنٹ پہرہ دے رہی ہے...... دہلی دروازے کے باہر پرانے قلعے میں ہر قسم کی فوج جمع ہے لیکن ان کی تفصیل نہیں مل سکی۔ باغیوں کی کل تعداد بیس ہزار ہے اور ان میں سے ہر شخص لڑائی میں جان دینے کو تیار ہے۔

(میر محمد علی غداروں کے خطوط، ص ۹۲۔۹۳)

۲ رجولائی: میں سب سے پہلے عیدگاہ آیا۔ رات ایک سرائے میں بسر کی۔ اگلے روز صبح کو لاہوری دروازے سے دہلی میں داخل ہوا۔ اس دروازے پر چار سپاہی باہر کی طرف اور چار اندر کی طرف پہرہ دے رہے تھے۔ دروازہ بند تھا لیکن اس کی کھڑکی کھلی ہوئی تھی۔ دروازے کے اندر کی طرف کوئی توپ نہ تھی۔ میں شہر سے ہوتا ہوا ترکمان دروازے سے دوبارہ شہر سے باہر آ گیا۔ یہاں پر تقریباً

چار سو سپاہی اور کچھ شہر کے لوگ جمع تھے۔اس کے بعد میں بریلی بریگیڈ کو دیکھنے گیا جو شہر سے باہر اجمیری دروازہ اور نصیر آباد بریگیڈ کے درمیان خیمہ زن ہے۔روہیل کھنڈ کی پیادہ فوج کی چار رجمنٹوں، کیولری کی ایک رجمنٹ اور نو توپوں (جن میں سے چھ گھوڑوں سے کھینچنے والی توپیں بھی ہیں) پر مشتمل ہے۔ان کے ساتھ تین سو غازی اور ایک مولوی بھی ہے اور یہ لوگ اپنے ساتھ لوٹ مار کا بیشمار سامان ساتھ لائے ہیں۔اس کے بعد میں اجمیری دروازے آیا۔یہاں پر ایک توپ نصب ہے۔شاہی قلعے کی خندق خشک ہو چکی ہے......پھلور کی رجمنٹ بھی اجمیری دروازہ کے قریب کیمپ لگائے ہوئے ہے۔

(محبوب خاں......غداروں کے خطوط،ص ۹۳)

میں اجمیری دروازے سے شہر میں داخل ہوا......فوج نے چوتھی رجمنٹ کو دو توپوں کے ساتھ یہاں پر رات کو پہرہ دینے کے لئے مقرر کیا ہے۔شہر کے ہر ایک دروازے پر فوج کی ایک رجمنٹ اور چار یا پانچ توپیں موجود ہیں۔باغی فوج میں توپچیوں کی کمی ہے۔قلعے کے ہر برج پر ایک ایک توپ نصب ہے۔سلیم گڑھ کے قلعے پر جو توپیں نصب کی گئی ہیں، ان کی تعداد گیارہ ہے۔باغی فوج کا حوصلہ پست ہے، آپس میں اتفاق نہیں ہے......روہیل کھنڈ کی فوج مندرجہ ذیل چار حصوں میں منقسم ہے......

(میر محمد علی......غداروں کے خطوط،ص ۹۳-۹۴)

افراد کے کردار

دربار اور شہر کے معزز افراد کے شب و روز

احسن اللہ خاں

۱۱ رمئی: دو صوبیدار، جنہیں کپتان ڈگلس کی موجودگی میں بادشاہ کی خدمت میں باریاب ہونے کی اجازت مل گئی تھی، دوبارہ ان بیشمار سپاہیوں کے نمائندگان کی حیثیت سے باریاب ہوئے جو محل کے قرب و جوار میں جمع تھے۔ انہوں نے باضابطہ طور پر بادشاہ کے حضور میں افواج کی خدمات پیش کیں۔ انہیں ہدایت کی گئی کہ وہ اپنے متعلق حکیم احسن اللہ خاں سے احکام حاصل کریں، چنانچہ انہوں نے تلاش کروا کے فوج کا پیغام سنا دیا۔ کہا جاتا ہے کہ حکیم احسن اللہ خاں بہت پریشانی میں تھے کہ کیا جواب دیں۔ ان کا خیال تھا کہ شورش چلتی پھرتی چھاؤں ہے جو چند دن سے زیادہ قائم نہ رہے گی۔ انہوں نے جواب دیا:

> ''تم انگریزی حکومت میں عرصۂ دراز سے رہتے رہتے باقاعدہ تنخواہ کے عادی ہو گئے ہو۔ بادشاہ کے پاس کوئی خزانہ نہیں ہے، وہ تمہاری تنخواہ کہاں سے دیں گے؟''

افسروں نے جواب دیا:

> ''ہم تمام سلطنت کی مال گزاری آپ کے خزانہ میں لا کر داخل کریں گے۔''

حکیم احسن اللہ خاں نے پھر ان فوجوں کی فہرست طلب کی جنہوں نے بغاوت کر دی تھی۔

حکیم احسن اللہ خاں نے بادشاہ کی خدمت میں باریابی حاصل کی اور ان کے مشورے سے آگرہ کے لفٹنٹ گورنر کے نام ایک چٹھی سانڈنی سوار کے ہاتھ بھیجی گئی۔ فوج میں نااتفاقی پیدا کرنے کی غرض سے حکیم احسن اللہ خاں نے شہزادگان کو مختلف رجمنٹوں کی کمان لینے کا حکم دیا۔

([illegible] ص ۹۹، ۱۰۰)

مبارک شاہ کوتوال کا بیان: حکیم احسن اللہ خاں نے ایک تدبیر کی کہ میرٹھ میں برطانوی حکومت کے نمائندے کو گویا بادشاہ کی جانب سے خط کے ذریعے ایک خفیہ پیغام ارسال کیا جائے جس میں کہا جائے کہ آپ نے مجھے اس حالت میں مبتلا کر دیا ہے کہ مجھ میں حملہ کرنے کی طاقت نہیں۔ آپ کی فوج کے باغی عناصر اپنی مرضی اور خوشی سے شہر میں داخل ہوئے اور انہوں نے عورتوں اور بچوں کو قتل کیا۔ موجودہ لمحے تک اس جگہ لوٹ کھسوٹ جاری ہے اور میں حقیقت میں زیرِ حراست ہوں۔ آپ کسی طریقے سے، جو آپ کو بہتر لگے، اپنی فوج کو لے جائیں یا واپس منگوالیں یا اسے دہلی سے باہر نکال دیں۔ (Kotwal's Diary, p.27)

بادشاہ کا اعتراف: میں نے...... اسی شب کو تیز سانڈنی سوار کو، جو کچھ ہنگامہ یہاں برپا ہوا تھا، اس کا اطلاعی خط دے کر ہز آنر لفٹنٹ گورنر آگرہ کی خدمت میں روانہ کر دیا تھا۔

(بہادر شاہ کا مقدمہ، ص ۱۶۳)

۱۲ مئی: آج صبح کو پلٹنوں کے تمام دیسی افسر، جو کل پہنچ گئے تھے، مجتمع ہوئے اور بادشاہ کی خدمت میں باریابی چاہی جو منظور ہوئی۔ انہوں نے نذریں پیش کیں اور اپنی وفاداری کا یقین دلایا۔ حکیم احسن اللہ نے نج کے طور پر بادشاہ کو متنبہ کر دیا کہ ان پر کسی قسم کا اعتماد نہیں کیا جا سکتا اور یہ اندیشہ ظاہر کیا کہ جونہی وہ کافی تعداد میں جمع ہو جائیں گے تو شہر میں عام لوٹ مار شروع ہو جائے گی۔ بعد میں حکیم احسن اللہ نے شہر کے عمائدین سے مشورہ کیا۔

(جیون لال، ص ۱۰۱)

۱۵ مئی: سپاہیوں نے حکیم احسن اللہ خاں اور محبوب علی خاں کے احکام ماننے سے اس بنا پر انکار کر دیا کہ وہ انگریزوں سے نامہ و پیام رکھتے ہیں۔ انہوں نے اس سے انکار کیا اور آئندہ کے لئے قسم کھائی کہ ہم انگریزوں سے نامہ و پیام نہ کریں گے۔ (جیون لال، ص ۱۰۹)

۱۶ مئی: پیادہ اور سوار سپاہی اپنے افسروں کو ساتھ لے کر دربار میں آئے اور ایک خط پیش کیا جس پر حکیم احسن اللہ خاں اور نواب محبوب علی خاں کی مہریں ثبت تھیں۔ پھر شکایت کی کہ ہم نے یہ خط دہلی دروازہ پر پکڑا ہے جسے حکیم صاحب اور نواب صاحب نے انگریزوں کو روانہ کیا تھا۔ اس میں لکھا ہے کہ انگریز لوگ فوراً چلے آئیں، ہم شہر میں داخل کرا دیں گے۔ اور زینت محل بھی انگریزوں سے ملی ہوئی ہیں، اس طمع پر کہ جواں بخت تخت نشین کرا دیا جائے گا۔ اس خط میں یہ بھی لکھا ہے کہ تمام فوج و سپاہ کو تمہارے قبضہ میں کرا دیا جائے گا۔ خط مذکورہ احسن اللہ خاں اور محبوب علی خاں کو بھی دکھایا گیا جسے

دیکھ کر انہوں نے کہا کہ یہ جعلی ہے۔ پھر اپنی انگوٹھیاں اتار کر سپاہیوں کے آگے پھینک دیں اور کہا کہ یہ کاغذ ان کا نہیں ہے اور اس کی ثبت شدہ مہریں جعلی ہیں۔ چنانچہ انہوں نے قسمیں بھی کھائیں کہ یہ کاغذ ان کا نہیں ہے مگر سپاہیوں کو پھر بھی یقین نہیں آیا...... پھر پیدل اور سپاہیوں نے تلواریں کھینچ لیں اور حکیم احسن اللہ خاں کو گھیر لیا۔ انہیں پورا یقین تھا کہ وہ ضرور انگریزوں سے ملا ہوا ہے اور آپس میں کہنے لگے کہ یہی وجہ تھی کہ جو اُس نے انگریز قیدیوں کو قتل ہونے سے بچانا چاہا تھا تاکہ جب انگریز آجائیں تو قیدیوں کو ان کے حوالے کر دیا جائے اور سپاہیوں کو قتل کرا دے۔ (چنی لال...... ص ۱۳۱)

۱۷ رمئی: حکیم احسن اللہ خاں کو باریابی حاصل ہوئی اور انہوں نے عرض کیا کہ باغی پُر فریب اور خونی لوگ ہیں اور ان پر کسی قسم کا اعتماد نہیں کیا جا سکتا۔ بادشاہ نے بہت سے سپاہیوں کو بلا کر خوب دھمکایا۔ (جیون لال، ص ۱۱۲)

۲۰ رمئی: تین بجے حکیم احسن اللہ خاں نے عرض کیا کہ سپاہی شہر میں لوٹ مار کر رہے ہیں اور درخواست کی کہ انہیں شہر بدر کر دیا جائے۔ ان سے چھٹکارا حاصل کرنے کی غرض سے مرزا مغل کو حکم دیا گیا کہ وہ طاقتور دستہ کے ساتھ میرٹھ کی جانب جائیں اور انگریزی فوج پر حملہ آور ہوں...... بعد کو معلوم ہوا کہ فوجوں کو انگریزوں سے جنگ کرنے کے لئے میرٹھ بھیجنے کی کارروائی حکیم احسن اللہ خاں کی اختراع تھی جو شہر کو باغیوں اور سپاہیوں سے پاک رکھنا چاہتے تھے۔ (جیون لال، ص ۱۱۵۔۱۱۶)

۲۳ رمئی: ان مظالم کو دیکھ کر جو باغی شہر والوں پر ڈھا رہے تھے، حکیم احسن اللہ خاں نے بادشاہ سے کہہ کر ایک حکم نامہ شائع کرا دیا جس میں فوجوں کو اس بنا پر شہر چھوڑ دینے کا حکم دیا گیا تھا کہ وہ سوائے لوٹ مار اور خونریزی کے اور کچھ نہیں کرتیں۔ (جیون لال، ص ۱۱۷۔۱۱۸)

۲۶ رمئی: آج یہ بات معلوم ہوئی کہ کسی نے اسلام گڑھ کی توپوں کو کنکروں اور پتھروں سے بھر دیا ہے۔ شبہ حکیم احسن اللہ خاں پر کیا گیا اور اس الزام میں، کہ وہ انگریزوں سے ملی بھگت رکھتے ہیں، انہیں بادشاہ کے حضور میں پیش کیا گیا۔ باغیوں نے حکیم صاحب اور محبوب علی خاں دونوں کو قتل کرنے کی دھمکی دی اور تلواریں بھی میان سے نکال لیں۔ ہر دو ملزموں نے حلف اٹھائے کہ ہم بے گناہ ہیں اور کہا کہ یہ کیسے ممکن ہو سکتا ہے کیونکہ توپوں پر سنتری ہر وقت نگران رہتے ہیں۔ بادشاہ نے ملزموں کی حمایت کی اور سپاہیوں کے غصے کو فرو کر دیا۔ (جیون لال، ص ۱۱۹۔۱۲۰)

۲۸ رمئی: باغیوں نے حکیم احسن اللہ خاں پر پھر انگریزوں سے سازش کرنے کا الزام لگایا اور ان پر پہرہ بٹھا دیا گیا۔ ان سے کہہ دیا گیا کہ آپ بادشاہ سے گارڈ کی موجودگی کے بغیر بات چیت

نہیں کر سکیں گے۔ نواب محبوب علی خاں کے مکان پر بھی پہرہ بٹھا دیا گیا۔ (جیون لال، ص ۱۴۱)

۲۹ رمئی: حکیم احسن اللہ خاں اور محبوب علی خاں پر باغی فوج کے افسروں نے آج حملہ کر دیا کیونکہ محل کے اناج خانے میں گولے بارود کی کچھ مقدار پائی گئی تھی جس کی نسبت یہ گمان کیا گیا تھا کو وہ انگریزوں کو بھیجی جانے والی ہے۔ باغی بہت دیر تک غل مچاتے رہے۔ ان کا کہنا یہ تھا کہ بادشاہ کی بیگم زینت محل اور محمد حیدر علی خاں دونوں نے مل کر یہ کارروائی کی ہے۔ بعد میں ان کے غصہ کو فرو کر دیا گیا۔

(جیون لال، ص ۱۴۴)

۲۵ رجون: علی خاں اور قادر بخش نے حکیم احسن اللہ خاں پر یہ الزام لگایا کہ انہوں نے ایسے بدمعاشوں کو، جو لوٹ مار کرتے ہوئے گرفتار ہوئے تھے، رشوت لے کر رہا کر دیا ہے...... بادشاہ نے حکم دیا کہ علی خاں اور قادر بخش کو شہر بدر کر دیا جائے کیونکہ ان دونوں نے حکیم احسن اللہ خاں کو ناحق متہم کیا ہے۔ (جیون لال، ص ۱۴۴۔۱۴۵)

۳ راگست: ایک مناد تمام شہر میں یہ منادی کرتا پھرا کہ سوات کے اخوند صاحب چودہ سو جہادیوں کے لشکر کے ساتھ دہلی آرہے ہیں۔ کسی شخص نے اسے نہیں روکا۔ (جیون لال، ص ۱۹۹)

۴ راگست: بادشاہ ابھی حرم ہی میں تھے کہ افسروں کا وفد حاضر ہوا۔ انہوں نے شکایت کی کہ حکیم احسن اللہ خاں انگریزوں سے ساز باز رکھتے ہیں اور یہ کہ انہوں نے ہی یہ منادی کروائی تھی کہ سوات سے چودہ سو جہادی قریب کے پڑاؤ میں ٹھہرے ہوئے ہیں اور آج شہر میں داخل ہو جائیں گے۔ افسروں نے بیان کیا کہ تحقیقات سے ہم پر ثابت ہو گیا ہے کہ یہ جہادی پٹھان تھے جنہیں انگریزوں نے اس غرض سے بھرتی کیا تھا کہ شہر میں داخل ہو کر وہ پوربیوں کے ساتھ جنگ کریں اور انہیں مار ڈالیں اور اس طرح سے بآسانی شہر پر قابض ہو جائیں۔ بادشاہ نے جواب دیا کہ مجھے کسی ایسے اعلان کی اطلاع نہیں ملی اور مجھے یقین ہے کہ حکیم احسن اللہ خاں اس قسم کی کسی سازش میں شریک نہیں ہیں۔ برخلاف اس کے مجھے معلوم ہے کہ اخوند صاحب نے اپنا نہایت قابلِ اعتماد شخص نائب کی حیثیت سے کام کرنے کی غرض سے میرے پاس بھیج رکھا ہے اور خاص اپنی تلوار میرے ہاتھ میں دے کر یہ حکم دیا ہے کہ خدا اور اس کے رسول کا نام لے کر انگریزوں کو نیست و نابود کر دو۔ یہ افسر حکیم کی غداری پر اس درجہ یقین رکھتے تھے کہ وہاں سے سیدھے ان کے گھر گئے تاکہ ان کو قتل کر دیں، لیکن چونکہ حکیم صاحب کو قبل از وقت معلوم ہو گیا تھا اس لئے وہ گھر سے غائب ہو گئے تھے۔ بادشاہ نے افسروں اور مرزا مغل کو بلا بھیجا اور مؤخر الذکر کی تعریف کر کے یہ بات کہی کہ مجھے معلوم ہو گیا ہے کہ جس شخص نے منادی کی تھی، وہ

انگریزوں کا آدمی تھا...... بعدازاں وہ حرم میں آ گئے ۔ وہاں سے انہوں نے مرزا مغل کے نام ایک خط بھیجا جس میں یہ تاکید کی گئی تھی کہ وہ حکیم احسن اللہ خاں کی نگرانی رکھیں اور انہیں کسی قسم کی تکلیف نہ پہنچنے دیں ۔ (جیون لال، ص ۲۰۰-۲۰۱)

۳۰ راگست: حکیم احسن اللہ خاں، مفتی صدرالدین، مرزا الٰہی بخش اور بیگم زینت محل سب اپنی اپنی اہلیت کے مطابق انگریزی حکومت کی مدد کرنے کے لئے تیار ہیں ۔ یہ سب کشتیوں کے پلوں کو تباہ کرنے کی کوشش کریں گے ۔ (تراب علی...... غداروں کے خطوط، ص ۱۶۴)

انگریزوں کے ایک خیرخواہ کی رائے: عقلمند اور دوراندیش لوگ مصلحتِ وقت دیکھ کر جو کام بھی کرتے ہیں، وہ حکمت اور تدبر سے خالی نہیں ہوتا ۔ ایسے لوگوں میں سے حکیم احسن اللہ خاں اور بادشاہ کی خاص بیگم نواب زینت محل بیگم صاحبہ بھی ہیں ۔ انہوں نے شاہی شقے کے ذریعہ اس ہنگامے کی خبر لفٹننٹ گورنر آگرہ کو پہنچائی اور خفیہ طور پر خط و کتابت لفٹننٹ گورنر سے جاری رکھی ۔ اس شاہی خط کے جواب میں لفٹننٹ گورنر نے اس مضمون کا خط لکھا کہ:

> ''ہم کو ان حالات کے سننے سے سخت رنج اور افسوس ہوا ۔ آپ اطمینان رکھیں ۔ ہم امید کرتے ہیں کہ عنقریب فساد کا انسداد ہو جائے گا ۔''

......لوگوں کے بدخواہ اور دشمن جاسوسوں اور مخبروں نے حکیم صاحب اور بیگم صاحبہ کی انگریزوں کے ساتھ خفیہ خط و کتابت کا حال باغی فوج سے بیان کر دیا ۔ جب ان جاہلوں کو یہ راز معلوم ہو گیا تو یہ لوگ حکیم صاحب کے قتل کے درپے ہو گئے ۔ حکیم صاحب ایک بڑے صاحب عقل و فراست آدمی ہیں ۔ انہوں نے سمجھ لیا کہ باغی لوگ میرے درپے آزار ہو گئے ہیں، اس لئے پہلے تو انہوں نے قرآن مجید ہاتھ میں لے کر قسم کھائی کہ میرا انگریزوں سے کوئی تعلق نہیں ہے، اس کے بعد کارخانہ جات اور فراہمی رسد وغیرہ کا انتظام، جو اُن کے متعلق تھا، مرشدزادوں (شہزادوں) کے سپرد کر کے گوشہ نشینی اختیار کر لی ۔ (غلام حسین خاں ... دلی کی سزا، ص ۱۵ تا ۱۸)

بارود کا دھماکہ اور حکیم احسن اللہ خاں

احکامات، جن کی حکیم نے تعمیل نہ کی

۲۵/جون: محلّہ چوڑی گراں کے تاجروں نے بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ ہمارے مکان کے قریب شمرو بیگم کے یہاں بارود بنائی جا رہی ہے اور ہر لحہ ہمیں اندیشہ ہے کہ کہیں ہم بھک سے نہ اُڑ جائیں۔ بادشاہ نے انہیں تشفی دی اور وعدہ کیا کہ وہاں بارودسازی بند کر دی جائے گی۔ (جیون لال، ص ۱۴۵)

۲۷/جون: حکیم احسن اللہ خاں کو حکم دیا گیا کہ بارودسازی کا کارخانہ بیگم شمرو کے مکان سے کہیں اور منتقل کر دیا جائے۔ (جیون لال، ص ۱۴۶)

دھماکہ ہوا اور حکیم کی کم بختی آئی

۷/اگست: آج سہ پہر کو بارودسازی کا کارخانہ، جو چوڑی گراں میں شمرو کی بیگم کے مکان میں تھا، بھک سے اُڑ گیا اور چار سو چورانوے آدمی ضائع ہوئے۔ صرف تیرہ اشخاص اپنی جان بچانے میں کامیاب ہوئے۔ اس وقت بادشاہ سلیم گڑھ کے قلعہ میں تھے اور ان کو اطلاع دی گئی کہ سپاہی قلعہ کو لوٹنے کی غرض سے بڑھے چلے آ رہے ہیں...... اور اشخاص بھی دوڑے ہوئے آئے اور اطلاع دی کہ تقریباً ایک سو سوار حکیم احسن اللہ کی تلاش میں مصروف ہیں۔ بادشاہ نے انہیں تخت کے نیچے چھپ جانے کا حکم دیا۔ اس کے بعد بادشاہ نے حکم دیا کہ دروازے بند کر دیئے جائیں اور حکیم احسن اللہ کو عبادت خانے میں چھپا دیا جائے۔ سمند خاں سالار نے سپاہیوں کو سمجھا دیا کہ حکیم احسن اللہ خاں قلعہ میں نہیں ہیں۔ پھر بادشاہ نے مرزا مغل کو حکم دیا کہ حکیم احسن اللہ خاں کی حفاظت کی جائے اور ان کے مکان کو لوٹ مار سے بچایا جائے۔ مرزا نے احکام کی تعمیل کی کوشش کی مگر زیادہ کامیابی نہ ہوئی۔ مستورات خوش قسمتی سے بچ نکلنے میں کامیاب ہو گئیں اور سپاہیوں کے ہاتھوں انہیں کوئی گزند نہیں پہنچا۔ مرزا مغل چند سواروں کے ساتھ موقع واردات پر پہنچ گئے اور لٹیروں کو مار بھگایا۔ زیادہ حفاظت کی غرض سے وہ چودہ اونٹوں، دو گاڑیوں اور تین ٹھیلوں میں حکیم احسن اللہ خاں کا ذاتی سامان اٹھوا لائے اور اسے

قلعہ میں رکھوا دیا۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ اسے محفوظ مقام میں بحفاظت تمام رکھ دیا جائے۔

(جیون لال، ص ۲۰۶۔۲۰۷)

حکیم باغیوں کی قید میں

۷راگست: رات کو باغیوں نے قلعہ گھیر لیا اور مطالبہ کیا کہ حکیم احسن اللہ خاں کو ہمارے حوالے کر دیا جائے۔ بادشاہ نے گھنٹوں ان کے مطالبے کی مخالفت کی۔ آخر کار وہ اس شرط پر راضی ہو گئے کہ انہیں حوالے کیا جا سکتا ہے بشرطیکہ ان کی جاں بخشی کی جائے۔ جب یہ شرط طے ہو گئی تو بادشاہ نے حکیم کو سپاہیوں کے حوالے کر دیا جنہوں نے انہیں جواہرات والے کمرے میں قید کر دیا۔ اس کے بعد بادشاہ نے اپنے تمام شہزادگان کو بلایا اور ان سے کہا کہ ہر وقت میرے پاس رہو اور میری حفاظت کرتے رہو۔ مرزا خضر، مرزا مہدی اور مرزا عبداللہ رات بھر ان کے ساتھ رہے۔

(جیون لال، ص ۲۰۷)

۸راگست: آج صبح تمام امرا بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے لیکن انہوں نے فرمایا کہ میں آج دربار منعقد نہ کروں گا کیونکہ جو سلوک مجھ سے روا رکھا جا رہا ہے، وہ میرے لئے سخت تکلیف کا باعث ہے۔ بعض درباریوں سے بادشاہ نے فرمایا کہ ہر بادشاہ پر انقلابات گزرے ہیں اور اب میری باری ہے۔ اپنے لڑکوں کو انہوں نے حکم دیا کہ احسن اللہ کی جان بچانے اور رہائی دلانے کی ہر ممکن تدبیر عمل میں لائیں۔ بیگم نے بادشاہ کو کہلا بھیجا کہ مجھ پر بھی انگریزوں کے ساتھ ساز باز رکھنے کا شبہ کیا جا رہا ہے اور مجھے بھی متنبہ کر دیا گیا ہے کہ سپاہی محل لوٹنے کا ارادہ کر رہے ہیں۔ بادشاہ نے بیگم اور احسن اللہ کے مکان کی حفاظت کے لئے دو سو سوار بھیجے۔ اطلاع ملی کہ سپاہیوں نے احسن اللہ کے مکان سے جو سامان لوٹا تھا، اسے مجمعِ عام میں جلا ڈالا۔ بادشاہ نے انہیں اس فعل سے باز رکھنے کی انتہائی کوشش کی لیکن کسی نے ان کے احکام کی پروا نہیں کی۔ بادشاہ نے شاہی محل کا بہی کھاتہ رکھنے والے محرر کو بلا بھیجا لیکن موت کے ڈر سے کوئی بھی اپنے گھر سے باہر نہ نکلا۔ بادشاہ نے مرزا عبداللہ کو حکیم احسن اللہ کے پاس بھیجا تا کہ وہ کہہ سن کر انہیں کھانا کھانے پر مجبور کریں۔ (جیون لال، ص ۲۱۱)

حکیم کے گھر سے خط کی برآمدگی

۸راگست: فوج کو حکیم احسن اللہ خاں پر شک ہے کہ یہ دھما کہ اس کے ایما پر کرایا گیا۔ اس

کے گھر کی تلاشی لی گئی تو ان کو انگریزی کیمپ کے کسی منشی کا بھیجا ہوا خط ملا۔ اس سے باغیوں کو یقین ہو گیا اور انہوں نے حکیم احسن اللہ کا گھر جلا دیا۔ (لکھو ہرکارہ...... باغیوں کے خطوط ص ۱۲۲)

حکیم احسن اللہ خاں کے نام منشی رجب علی جاسوس کا خط

(محررہ ۳۰ ر جولائی)

''حکیم صاحب فلاطون فطنت، ارسطو حکمت،

یکتائے زمان، دانائے دوران، سلامت!

رسمی و روایتی آداب سے قطع نظر گزارش یہ ہے کہ کم و بیش دو ماہ سے انگریزی سرکار کی نمک خوار فوج ناعاقبت اندیشی سے دہلی پہنچ کر فتنہ و فساد برپا کئے ہوئے ہے۔ فوج نے بادشاہ سلامت کا نام بدنام کر دیا ہے، اپنی چادر سے باہر پاؤں نکالے ہیں اور خود کو انگریزی حکومت کے مدّ مقابل لا کھڑا کیا ہے۔ صورتِ حال بالکل مولانا روم کے اس شعر کے عین مطابق ہے:

آں مگس بر برگِ کاہ د بولِ خر
ہمچو کشتی باں ہمی افراشت سر
(گھاس کے پتے یا گدھے کے پیشاب پر بیٹھی ہوئی مکھی
ملاحوں کے بادبانوں کی طرح سر اُٹھائے ہوئے ہے)

بادشاہ سلامت پر، آپ پر اور دنیا بھر کے عقل مندوں پر انگریزی حکومت کی عظمت و اقتدار کا حال واضح ہے اور معرکہ روس کے حالات دوپہر کے سورج کی طرح روشن ہیں کہ ملکۂ انگلستان خلد اللہ ملکہا و سلطانہا نے بادشاہِ روم سلطان عبدالحمید خاں کی اعانت میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا۔ اس سلسلے میں زرِ کثیر خرچ کیا اور اسلامی سلطنت کی حفاظت کے لئے سمندر اور خشکی میں اپنی فوجیں تعینات کیں اور روسیوں سے اتحاد کے باوجود رومیوں کے حقوق کے تحفظ کے سلسلے میں اپنا نقصان پسند کیا اور اس سلسلے میں کتنی کوششیں کیں...... ہندوستان کے حکمرانوں سے ایسا اب تک نہیں ہو سکا تھا۔ مسلمانوں اور ہندوؤں کو جبراً عیسائی مذہب اختیار کرنے کے لئے نہیں کہا گیا بلکہ لوگ اپنے دینی و دُنیوی امور میں جس طرح چاہتے ہیں، آزادانہ رہتے ہیں۔ باقی

تفصیلات آپ پر چھوڑتا ہوں کہ طوالتِ بیان مقصود نہیں۔"

"کسی حکمران نے ہندوستان پر ابوالفتح جلال الدین محمد اکبر بادشاہ سے بہتر حکومت نہیں کی۔ اس کا حال تاریخِ فرشتہ سے واضح ہے کہ بادشاہ موصوف کی قوت وشوکت کے زمانۂ عروج میں ہندوستان سے حجاز کو جانے والے شاہی بحری جہاز انگریزوں کے ہاتھ لگ گئے۔ اس زمانے میں انگریزوں کو ہندوستان میں کوئی عمل دخل نہیں تھا، اس کے باوجود اکبر بادشاہ وہ جہاز اور اموال واپس نہیں لے سکے تھے۔ اور اب جبکہ ہندوستان کی سرزمین دریائے شور سے پشاور تک انگریزوں کے تسلط میں ہے، ان داناؤں اور بہادروں سے کون مقابلہ کرسکتا ہے؟ اگر ان ناعاقبت اندیشوں کو کیفرِ کردار تک پہنچانے میں سستی اور تاخیر ہوئی تو عوام ذمہ دار نہیں ٹھہرائے جائیں گے بلکہ دوست اور دشمن اور عقلمند اور بیوقوف میں تمیز جیسی ملکی مصلحتیں پیشِ نظر ہیں۔ جب تک فسادیوں کی یہ جماعت دہلی میں داخل نہیں ہوئی تھی، شاہی دربار کی طرف سے انگریزوں کی مرضی کے خلاف کوئی اقدام نہیں کیا گیا تھا۔ اب کیا انقلاب آگیا ہے، کونسی امید لگ گئی ہے؟ راسخ الاعتقاد غلام جوہرِ عقل سے آراستہ ہونے کے باوجود اس سراجِ ہند کی لو بجھانے کے درپے کیوں ہیں اور چغتائی خاندان کے اس چشم و چراغ کی بقا اور فروغ سے کیوں بے توجہی برت رہے ہیں؟ شاہی کارندوں کے دماغ میں یہ کیا خیالِ محال سما گیا ہے؟ اور اگر شاہی حکم نہیں ہے تو اب تک اس کی اطلاع کیوں نہیں دی گئی اور اس فتنہ وفساد کی بیخ کنی کے لئے کوشش کیوں نہیں کی گئی؟ بہتر یہی ہے کہ اگر دربارِ شاہی کے ارباب مناسب خیال فرمائیں تو تمام صورتِ حال اصالتاً یا وکالتاً تحریری طور پر یا زبانی، انگریز صاحبان کی خدمت میں بیان کی جائے۔ اس فتنے کے خاتمے کے بعد یہ موقع ہاتھ نہیں آئے گا اور سوائے افسوس کے صفحۂ روزگار پر کچھ یادگار نہیں رہے گی۔ کنایہ تصریح سے بہتر ہے!"

"احقر کو منتظرِ جواب خیال فرمائیں۔ آپ جو کچھ بھی تحریر کریں گے حرف بحرف انگریز صاحبان کی خدمت میں پیش کیا جائے گا۔ فقط۔"

(تاریخِ بغاوتِ ہند محاربہ عظیم ص ۳۱۳-۳۱۴)

بادشاہ کی خودکشی کی دھمکی اور حکیم کی رہائی

۸؍اگست: باغیوں نے بادشاہ سے کہا کہ حکیم احسن اللہ کو ان کے حوالے کیا جائے ورنہ خود اس کی اور اس کے خاندان کی جانیں بھی خطرے میں پڑ جائیں گی۔ آخر مجبور ہو کر بادشاہ نے حکیم احسن اللہ کو اس شرط پر ان کے حوالے کیا کہ اس کو کسی قسم کی زک پہنچائی تو وہ خود بھی خودکشی کر لے گا۔ اس مقصد کے لئے اس کے پاس ہمیشہ ایک ہیرا رہتا ہے۔ (گوری شنکر......غداروں کے خطوط ص ۱۲۱)

بادشاہ کا حکم نامہ افسرانِ فوج کے نام

حکم حضورِ والا کا یہ ہے کہ ایک امر تو یہ ہے کہ جس طور سے سپاہ کی خوشی ہوئی، اسی طور پر خوشی میں نے کی اور اپنی جان کا دریغ نہ کیا، اس واسطے کہ یہ جو فوج سے میں نے اقرار کیا کہ تم میرے بیٹا یا بیٹی کی جائے ہو...... خواہ بچہ ہوتا ہے اور ضد کرتا ہے تو اس کی ضد اٹھائی جاتی ہے، اس واسطے میں نے تمہاری ضد اٹھائی اور جس طرح تمہاری خوشی تھی، وہ کیا مگر افسوس ہے کہ تم نے میری جان کا دریغ نہ کیا اور اس ضعیفی کی طرف خیال نہ کیا۔ تو چاہیے اب یہ ہے کہ میری ضعیفی کی طرف خیال کرنا چاہیے کہ میرا حال کیا ہوا جاتا ہے ایک ایک لمحے میں، کس واسطے کہ میرا مزاج حکیم احسن اللہ کے ہاتھ میں ہے اور تھا۔ وہ ہر وقت میرے مزاج کی خبر لیتا رہتا تھا تو اب میرے مزاج کی خبر لینے والا بجز خدا کے اور کوئی نہیں ہے۔ لحہ لحہ میرے مزاج کا عجیب حال ہوا جاتا ہے۔ اب سب صاحبوں کو، سرداران و سپاہیوں کو چاہیے کہ جس طرح میں نے تمہاری خوشی کی ہے، اسی طرح پر تم میری خوشی کرو۔ حکیم احسن کے اوپر سے گارڈ ہٹا لینی چاہیے، رہائی دینی چاہیے اور نبض میری دیکھ جایا کرے۔ اور تم لوگوں کو جو دشمن بہکاتے ہیں ناحق، تو اسے خیال نہ کرنا چاہیے۔ اور جو شخص کہے کہ یہ ایسا ہے تو اس سے کہو کہ میری چٹھی پکڑ کر لاؤ ہمارے پاس، جس میں ہم کو یہ معلوم ہو کہ یہ دشمن ہمارا ہے، اس کے بموجب سزا ہم آپ دیں گے۔ اور یہ مال و اسباب جو لٹا ہے سو بادشاہی لٹا۔ چاہیے کہ تحقیق کر کے سب اسباب حضور میں داخل ہو۔ اور جن کی شرارت سے لٹا ہے، ان کو مطابق گناہ کے کورٹ کی تجویز سے سزا ملے۔ اگر یہ منظور نہیں ہے تو ہم کو خواجہ صاحب میں پہنچا دو

ساتھ حفاظت کے۔ میں وہاں پہنچ کر مجاوری کروں گا اور بیٹھا رہوں گا، اور یہ بھی نہیں ہوگا تو میں یہاں سے اٹھ کھڑا ہوں گا۔ جس سے روکا جائے، وہ مجھے روک لے، کس واسطے کہ ان کے ہاتھ سے قتل نہ ہوا، تمہارے ہاتھ سے ہوا۔ اور رعیت میں جو ظلم ہو رہا ہے، رعیت پر نہیں ہے میرے اوپر ہے۔ چاہیے سب کو اس کا بندوبست کریں، اور نہیں تو مجھ کو جواب دیں، میں ہیرا کھا کے سو رہوں گا۔ اور ایک صندوقچہ میرے حضورِ والا کا بردوغارت (کذا) اسباب حکیم احسن اللہ خاں جاتا رہا۔ جو کوئی تاریخ ۱۶ر ذوالحجہ سے کاغذ لکھا ہوا اس میں میرا ہوگا، جائز نہ ہوگا۔

(بحوالہ ''بہادر شاہ ظفر'' ص ۲۰۰۔۲۰۱)

۱۰ر اگست: حکیم احسن اللہ آج رہا ہو گئے۔ (جیون لال ص ۲۱۳)

بادشاہ سلامت نے حکیم کی رہائی کے لئے کل رات فوج کے اعلیٰ افسروں کو ایک طویل خط بھیجا تھا مگر کسی نے کوئی توجہ نہ دی۔ آخر کار تنگ آکر بادشاہ سلامت نے آج فوج کے جرنیلوں کو لکھا اور دھمکی دی کہ اگر ان کا حکم نہ مانا گیا تو وہ خودکشی کر لیں گے۔ یہ خط ملتے ہی حکیم کو رہا کر دیا گیا۔

(تراب علی غداروں کے خطوط ص ۱۲۹)

۱۴ر اگست: حکیم احسن اللہ کو اس شرط پر رہا کیا گیا ہے کہ وہ آئندہ اپنے پیشے کے علاوہ کسی بات میں دخل اندازی نہیں کرے گا۔ مرزا مغل، خضر سلطان اور عبداللہ اس کو اپنی نگرانی میں گھر لے گئے۔ (غداروں کے خطوط ص ۱۲۶)

لوٹے ہوئے مال کی واپسی کی کوشش

۱۰ر اگست: حکیم احسن اللہ خاں شریک دربار ہوئے اور ایک اشرفی پیش کی اور بادشاہ کا شکریہ ادا کیا کیونکہ ان کی امداد کے بغیر جان بخشی ممکن نہ تھی۔ انہوں نے عرض کیا کہ میرا جو مال و اسباب سپاہیوں نے لوٹ لیا ہے، اسے واپس دلایا جائے۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ پانچ ہزار روپے لے کر جاؤ اور منتشر مال کو یکجا کر دو۔ (جیون لال ص ۲۱۳)

۱۲ر اگست: بادشاہ نے مولوی صدر الدین سے کہا کہ حکیم احسن اللہ خاں کا مال جتنے سپاہیوں نے لوٹ لیا تھا، واپس نہ کر دیا جائے گا اس وقت تک تمہیں دربار میں شریک ہونے کی اجازت نہ دی جائے گی۔ (جیون لال ص ۲۱۴)

احسن اللہ خاں کی کہانی، مبارک شاہ کوتوال کی زبانی

مرزا مغل نے سپاہیوں کو یقین دلا دیا کہ اس کام کے پیچھے حکیم احسن اللہ خاں کا ہاتھ ہے اور صلاح دی کہ اسے ہلاک کر دیا جائے۔ شہر میں افواہیں جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئیں اور ہر گلی، محلے اور کوچے سے سپاہی باہر نکل آئے اور پوری طرح مسلح ہو کر محل کی جانب دوڑے۔ اس وقت بادشاہ سلامت سلیم گڑھ سے لوٹ رہے تھے اور احسن اللہ خاں ان کے ساتھ تھا مگر سپاہیوں کی اکثریت حکیم کو چہرے سے نہ پہچانتی تھی۔ انہوں نے شاہی پالکی کو گھیر لیا۔ یہ ایک قسم کا تخت تھا جسے آدمی اپنے کندھوں پر اٹھاتے تھے۔ سپاہیوں میں سے ایک نے حکیم احسن اللہ خاں کو پہچان لیا اور اسے قتل کرنے ہی والا تھا کہ بادشاہ سلامت کے ایک اردلی شاہ سمند خاں نے حکیم کا ہاتھ پکڑا اور اسے ہجوم میں سے باہر کھینچتا ہوا ایک شاہی کمرے میں لے گیا جہاں سے اسے ایک پرائیویٹ کمرے میں منتقل کر دیا گیا۔ غضبناک سپاہی اپنی دستی بندوقوں کے ساتھ توشہ خانے میں دوڑے اور شاہی پالکی کو زبردستی تھام کر چلاّئے کہ ہم اسے اس صورت میں چھوڑیں گے کہ آپ احسن اللہ خاں کو ہمارے حوالے کر دیں، اس وقت تک ہم نہیں ہٹیں گے۔ سپاہیوں کے دوسرے گروہ حکیم کے مکان پر دوڑے، عمارت کو جلا کر تباہ کر دیا اور ڈھیر سارا مال و اسباب لوٹ لیا۔ گھر کی عورتیں بچ بچا کر پڑوسی کے مکانات میں چھپ گئیں۔

جب بادشاہ سلامت کو اپنے دوست کے مکان کی آتش زنی اور لوٹ مار کی خبر ملی تو انہوں نے اپنے حفاظتی دستے کو، جو چار سو افغان سواریوں پر مشتمل تھا اور جس پر کہ اسے مکمل اعتماد تھا، بھیجا کہ وہ آگ بجھائے اور لوٹ مار کو روکے۔ یہ لوگ شاہی ہدایات کے مطابق گئے مگر وہاں پہنچنے پر سپاہیوں اور شہر کے لوگوں کے ساتھ عام لوٹ مار میں شریک ہو گئے......

جب آٹھ بج چکے تو بادشاہ سلامت نے دیکھا کہ سپاہیوں کا اس وقت تک محل چھوڑنے کا کوئی ارادہ نہیں جب تک کہ حکیم کو ان کے حوالے نہ کر دیا جائے تو انہوں نے بڑی سنجیدگی کے ساتھ مرزا مغل اور مرزا خضر سلطان سے التجا کی کہ وہ سپاہیوں سے حلف لیں کہ وہ اس بوڑھے شخص کو جان سے نہیں ماریں گے۔ چونکہ یہ مرزا مغل ہی تھا جس نے حکیم کے خلاف الزام کی ابتدا کی تھی، اس کا دل اپنے والد بادشاہ سلامت کی التجا سے پسیج گیا اور اس نے سپاہیوں کو آمادہ کیا کہ وہ اس امر کا حلف لیں۔ اس کے بعد وہ مرزا خضر سلطان اور مرزا ابوبکر کے ہمراہ احسن اللہ خاں کو لے گیا اور اسے فوج کے حوالے کر دیا۔

باغیوں نے حکیم کو محل کے اس کمرے میں رکھا جہاں وہ عموماً ٹھہرا کرتا تھا اور اس پر ایک گارڈ

تعینات کر دی۔ چار روز تک وہ اسی طرح مقید رہا۔ اس تمام وقت کے دوران بادشاہ سلامت اپنے پرائیویٹ کمروں سے ایک بار بھی باہر نہیں نکلے اور باغی افسروں سے احتجاج کرتے رہے کہ میں بیمار ہوں اور احسن اللہ خاں میرا طبیب تھا۔ تم نے اسے قید کر دیا ہے اور اب میرے لئے جینا بہت مشکل ہو جائے گا۔ اس پر اعلیٰ فوجی افسروں نے آپس میں مشورہ کیا اور نتیجتاً حکیم کو سپاہیوں سے بادشاہ سلامت کے پاس لے آئے جو اپنے دوست کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر تھوڑی دیر تک روتے رہے۔ پھر اپنے معمول کے مطابق اپنے کمرے سے نکلے اور دربار منعقد کیا۔ جب یہ ختم ہوا تو مرزا مغل اور مرزا ابوبکر احسن اللہ خاں کو اپنے ہودے کی پچھلی نشست پر بٹھا کر بحفاظت اس کی جلی ہوئی رہائش گاہ پر لے گئے۔

Kotwal's Diary, p.101.104)

بارود خانے میں دھماکے کے اسباب (مختلف نقطہ ہائے نظر)

- بارود بنانے کا کارخانہ اُڑ گیا اور یہ نہیں کہا جا سکتا کہ یہ واقعہ اتفاقی تھا یا اس میں کسی کا سازشی ہاتھ تھا۔ (معین الدین حسن ...... خدنگِ غدر، ص ۸۳۔۸۴)

- یہ دھماکہ کسی حادثے کی وجہ سے ہوا تھا، حکیم احسن اللہ کا اس سے کوئی تعلق نہ تھا۔

(گوری شنکر   غداروں کے خطوط، ص ۱۲۲)

- بارود خانے میں ایک پتھر آ گرا اور اس سے آگ لگ گئی۔

(عبداللطیف   غدر کا روزنامچہ بحوالہ "بہادر شاہ ظفر" ص ۱۹۸)

- حکیم احسن اللہ خاں نے ...... اپنے ایک ملازم کے ذریعے ایک چمارن کو رشوت دی کہ وہ بارود کی تیاری میں گندھک اور دوسرے اجزا کی پسائی کرتے ہوئے اس میں رگڑ سے مشتعل ہونے والا سفوف ملا دے۔ یہ عورت فوج کے لئے بارود بنانے والے بہت سے ملازموں میں سے تھی۔ اس نے غروب آفتاب کے وقت، جب کہ دن کے دوران بنایا گیا بارود ایک ڈھیر کی صورت میں جمع کیا گیا تھا، اس کی ہدایات پر عمل کیا۔ اس کی چکی میں سے ایک چنگاری اڑ کر اس ڈھیر پر گری جس سے تمام بارود ایک دھماکے کی صورت میں پھٹ گیا۔ (مبارک شاہ، بحوالہ Kotwal's Diary, p.101)

- بدن، جو گائیڈز کا کمانڈر تھا، اپنے مخبروں کو روزانہ شہر میں بھیجا کرتا تھا۔ انہوں نے اسے اطلاع دی کہ بارود سازی کا کام زوروں سے جاری ہے اور باآخر ان سے یہ کہا گیا کہ کارخانے کو اڑایا جا سکتا ہے، اس نے وعدہ کیا کہ تم اڑانے میں کامیاب ہو جاؤ تو تمہیں ایک ہزار روپیہ انعام دیا

جائے گا۔ کارخانے کو اسی طریقے سے اُڑا دیا گیا...... لیکن انعام کسی نے طلب نہیں کیا اور نہ وہ آدمی ہی لوٹ کر آئے۔ بلاشبہ وہ بھی کارخانے کے ساتھ تباہ ہو گئے تھے۔ (غدر کے صبح و شام، ص ۸۴)

۞ ہڈسن نے اس شخص یا اشخاص کو انعامات دینے کی پیشکش کی جو دہلی کے بارود خانے کو اُڑا دیں۔ جب یہ ۷ر اگست کو پھٹا تو خیال کیا جاتا ہے کہ اس کے ذمے دار فرد یا افراد اس کے ساتھ ہی تباہ ہو گئے۔ (جیمز ہیوٹ...... Eye-witnesses......, p.38.39)

مرزا امین الدین خاں، مرزا ضیاء الدین خاں برادران

۱۴ر مئی: مرزا امین الدین خاں کو حکم دیا گیا کہ فیروز پور جائیں اور وہاں جا کر اسلامی حکومت کی بنیاد ڈالیں اور میواتیوں کی فوج بھی جمع کریں۔ مرزا نے کہا کہ مجھے شہر میں ہر جگہ آنے جانے کی اجازت دی جائے چنانچہ اس بارے میں احکام نافذ کر دیئے گئے۔ (جیون لال، ص ۱۰۷)

۱۷ر مئی: مرزا امین الدین خاں و مرزا ضیاء الدین خاں حسب الحکم حاضرِ دربار ہوئے اور کورنش عرض کی۔ انہیں روزمرہ حاضر ہونے کا حکم ہوا تو بیماری کا بہانہ کیا۔ پھر بادشاہ نے فوج بڑھانے کے لئے کہا جس کو انہوں نے منظور کر لیا اور وعدہ کیا کہ وہ ایسا کریں گے۔ بادشاہ نے انہیں فرمایا کہ تم کو ملک کا زرخیز حصہ عطا کیا جائے گا، اگر مابدولت کے احکام کی پوری پوری تعمیل کرو گے۔

(چنی لال، ص ۱۳۳)

۴ر جون: بادشاہ نے احکام جاری کیے کہ مرزا امین الدین کی اجازت کے بغیر کوئی شخص میگزین سے اسلحہ وغیرہ نہیں لے سکے گا۔ (جیون لال، ص ۱۲۹)

۷ر اگست: احمد مرزا نے مرزا مغل سے خطاب کرتے ہوئے پوچھا کہ ضیاء الدین کل شریکِ دربار کیوں نہیں ہوئے؟ اس پر بحث چھڑ گئی۔ مرزا امین الدین خاں نے مرزا ضیاء الدین کی حمایت کی اور احمد مرزا کو بہت برا بھلا کہا۔ مرزا احمد نے بادشاہ سے مرافعہ کیا اور درخواست کی کہ مجھے اس ذلت آمیز سلوک سے محفوظ رکھا جائے۔ بادشاہ نے فرمایا کہ انہیں ان الفاظ ناشائستہ سے بہت رنج پہنچا اور کہا کہ احمد مرزا بہت بڑے سردار ہیں۔ (جیون لال، ص ۲۰۵۔۲۰۶)

۱۰ر اگست: مرزا عبداللہ دربار میں حاضر ہوئے اور بادشاہ سے عرض کی کہ مرزا امین الدین

خاں اور مرزا ضیاء الدین خاں نے بہت سی دولت جمع کر لی ہے لیکن انہوں نے فوج کی تنخواہ کی ادائیگی میں کسی طریقے سے مدد نہیں کی۔ بادشاہ نے کچھ جواب نہیں دیا۔ بعد ازاں مرزا عبداللہ دو سو سپاہیوں کو ساتھ لے کر امین الدین خاں کے یہاں پہنچے اور روپیہ طلب کیا۔ امین الدین نے جواب دیا کہ میرے پاس روپیہ نہیں ہے، لیکن اگر تم فوج لے کر اس غرض سے آئے ہو کہ میرے مال و اسباب پر قبضہ کر لو تو میں بھی مقابلہ کے لئے تیار ہوں۔ اس کے بعد انہوں نے اپنے آدمیوں کو بلا کر اپنی فوج کی قوت کا معائنہ کرا دیا اور عبداللہ یہ دیکھ کر، کہ میں مغلوب ہو جاؤں گا، واپس چلے گئے۔ (جیون لال، ص ۲۱۳)

۱۶ اگست: شاہزادوں نے شہر کے تمام باشندوں پر معمولی رقم کا ٹیکس لگایا تھا۔ بادشاہ نے اس فہرست کو دیکھ کر پھاڑ ڈالا اور اس میں سے گیارہ افراد کے نام چنے جو شہر کے رئیس گنے جاتے ہیں اور حکم دیا کہ ان سے گیارہ لاکھ روپے کی رقم لی جائے۔ امین الدین خاں، جس کا نام اس فہرست میں شامل تھا، بادشاہ سلامت کے حضور حاضر ہوا اور اپنے ذمے کی رقم معاف کرانے میں کامیاب ہو گیا۔

(گوری شنکر...... غداروں کے خطوط، ص ۱۳۳)

۱۷ اگست: مرزا مغل اور مرزا خضر سلطان نے مرزا ضیاء الدین خاں، مرزا امین الدین خاں، مولوی صدر الدین، علی خاں، حکیم عبدالحق، رضا خاں، حیدر مرزا، قاضی فضل علی، بدرالدین اور خواجہ علی الدین خاں سے فوج کی تنخواہ کے لئے تین لاکھ روپے کی رقم طلب کی۔ (جیون لال، ص ۲۱۹)

۱۸ اگست: مرزا امین الدین خاں اور دوسرے اشخاص، جن سے روپیہ طلب کیا گیا تھا، مرزا مغل کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے عرض کیا کہ ہمارے پاس روپیہ نہیں ہے جو دیں۔ انہوں نے دوبارہ اپنی معذوری کا اظہار کیا جس پر مرزا مغل نے امین الدین کی جانب اشارہ کر کے اپنے چوبدار سے کہا کہ اسے گرفتار کر لو اور جب تک وہ روپیہ نہ دے، اسے گارڈ میں رکھو۔ امین الدین نے اس بے جا سلوک سے برافروختہ ہو کر تلوار میان سے نکال لی اور کہا کہ کوئی ہے جو مجھے ہاتھ بھی لگا سکے! پھر شہزادہ کی طرف متوجہ ہو کر کہا کہ اگر آپ فوجوں کو میرے مکان پر بھیجیں گے تو میں آخری وقت تک مقابلہ کروں گا۔ مرزا مغل کے مکان سے امین الدین محل میں گئے اور بادشاہ سے سارا ماجرا کہہ سنایا اور ساتھ ہی یہ بھی کہا کہ روپیہ دینے کے مقابلے میں میں مرنے کو ترجیح دیتا ہوں۔ بادشاہ نے انہیں بیٹھنے کے لئے کہا اور انہیں یقین دلایا کہ آئندہ سے میں اس قسم کا مطالبہ نہ ہونے دوں گا۔ جنرل بخت خاں بھی اس ملاقات کے موقع پر موجود تھے اور انہوں نے یہ رائے ظاہر کی کہ مطالبہ غیر منصفانہ ہے، اس لئے کہ فوج کی تنخواہ فوج ہی سے لینی چاہیے۔ بادشاہ نے جنرل سے کہا کہ شہر میں جو سپاہی ہیں، ان کے علاوہ

اور کسی سے روپیہ مت مانگو۔ مرزا خضر کو احکام بھیجے گئے کہ آئندہ سے روپیہ پیسہ کے معاملات سے تمہارا کوئی تعلق نہ ہوگا...... مرزا خضر سلطان نے بادشاہ کو اطلاع دی کہ لوہارو کے جاگیردار انگریزوں سے ہمدردی رکھتے ہیں اور ان سے خط و کتابت رکھتے ہیں، اور یہی وجہ ہے کہ وہ روپیہ دینے سے انکاری ہیں۔ (جیون لال، ص ۲۲۰۔۲۲۱)

۲۰ / اگست: مرزا ضیاء الدین خاں اور مرزا امین الدین خاں نے جلسہ منعقد کیا اور اس میں اثنائے تقریر میں بیان کیا کہ اگر یہاں ایسے اشخاص موجود ہیں جو موت کو سپاہیوں کے ہاتھوں لٹنے پر ترجیح دیتے ہیں تو انہیں قسم کھا لینی چاہیے کہ آئندہ سے ہم ایک پیسہ بھی نہیں دیں گے۔ لال کوٹھی اور چاندنی چوک کے مہاجنوں سے بھی اس مضمون کی تحریر لکھوائی گئی۔ جب سپاہیوں کو یہ بات معلوم ہوئی تو انہوں نے بانیانِ جلسہ کو قتل کرنے کا ارادہ کیا لیکن یہ دیکھ کر کہ تمام شہر اُن کے خلاف ہے، خاموشی اختیار کر لی۔ (جیون لال، ص ۲۲۴)

۲۴ / اگست: مرزا امین الدین خاں اور مرزا ضیاء الدین خاں نے اپنے مکانات کی حفاظت کی غرض سے سو سواروں کی خدمات حاصل کیں ۔ (جیون لال، ص ۲۲۸)

۷ / ستمبر: نواب امین الدین، نواب ضیاء الدین اور شہر کے دوسرے اُمرا بھاگنے کی فکر میں ہیں اور ان میں سے کئی شہر سے بھاگنے میں کامیاب ہو چکے ہیں۔

(گوری شنکر...... غداروں کے خطوط، ص ۱۸۲)

۱۲ / ستمبر: مرزا امین الدین بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اطلاع دی کہ میں نے لوہارو سے لگان وصول کرنے کی غرض سے دو سو سپاہی بھرتی کیے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ شہر کے دروازوں کے گارڈ کے نام احکام نافذ کر دیئے جائیں تا کہ ہمیں جانے کی اجازت مل جائے۔ بادشاہ نے احکام نافذ کرنے سے انکار کر دیا اور کہا کہ سپاہی میرا کہنا نہیں مانتے۔ (جیون لال، ص ۲۵۱)

بقول معین الدین حسن خاں: نواب امین الدین خاں اور ضیاء الدین خاں...... سرکار انگریزی کے وفادار اور جاں نثار تھے۔ (خدنگِ غدر...... ص ۶۰)

نواب امین الدین احمد خاں اور نواب ضیاء الدین خاں کے متعلق یہ خیال کیا گیا کہ وہ مالدار آدمی ہیں، اور بادشاہ پر زور ڈالا گیا کہ ان دونوں سے روپیہ حاصل کرنے کا ڈول ڈالا جائے...... ان دونوں کے نام شاہی مہر کے ساتھ احکام بھیجے گئے کہ قلعہ میں حاضر ہوں۔ اپنے رشتہ داروں اور مصاحبوں کو جمع کر کے انہوں نے مشورہ کیا کہ اس ٹیکس سے بچنے کے لئے کونسا طریقہ بہتر ہے۔ اپنے مکانوں کو محفوظ حالت میں

کرنے کے بعد وہ صرف چند مسلح سپاہیوں کے ساتھ قلعہ گئے۔ لال پردہ والے دروازے کے قریب پہنچنے پر سنتریوں نے انہیں ٹوکا، اس لئے کہ اندرونِ قلعہ میں مسلح آدمیوں کو جانے کی مطلق اجازت نہ تھی۔ نواب امین الدین نے معاً سنتریوں کو دھکا دے کر نیچے گرا دیا اور دروازہ کو زبردستی کھول کر قلعہ میں داخل ہو گئے۔ اس موقع پر میں بھی موجود تھا۔ بادشاہ کی خدمت میں باریابی کی استدعا کی گئی جنہیں اس وقت باغی صوبیداروں نے گھیر رکھا تھا۔ مجمع میں سے بدقت تمام گزرنے کے بعد امین الدین خاں اپنے رشتہ داروں سمیت بادشاہ سلامت کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ بادشاہ ان سے مل کر خوش ہوئے لیکن باغی گھبرا گئے اور ان سے جھگڑے کی صورت پیدا کرنا چاہی۔ باغیوں کے مشورے سے یہ طے پایا کہ مرزا مغل امین الدین سے مل کر اظہارِ خوشنودی کریں اور بعد ازاں انہیں اپنے گھر میں مدعو کریں۔ باقی لوگ خود بخود وہاں پہنچ جائیں گے اور ان سے روپیہ طلب کریں گے۔ چنانچہ مرزا مغل نے ظلِ سبحانی سے عرض کی کہ امین الدین خاں کو میرے مکان پر جانے کی اجازت دیجئے کیونکہ مجھے ایک نہایت اہم مسئلے پر ان سے رائے لینی ہے۔ بادشاہ نے اس درخواست کو امین الدین تک پہنچا دیا اور مرزا مغل نے بھی آ کر دوبارہ مدعو کر دیا۔ بادشاہ کے اصرار سے امین الدین خاں نے اپنے رشتہ داروں سمیت مرزا مغل کے یہاں جانا قبول کر لیا۔ وہاں جا کر انہوں نے دیکھا کہ باغی کثیر تعداد میں جمع ہیں اور بڑی دقت سے انہیں بیٹھنے کو جگہ ملی۔ باغیوں کو بھی بیٹھنے کا حکم دیا گیا لیکن انہوں نے اس حکم کی تعمیل سے عذر خواہی کی۔ اثنائے گفتگو میں ایک باغی نے امین الدین خاں کو طعنہ دیا کہ آپ تو عیش و عشرت کی زندگی بسر کر رہے ہیں اور ہم ہیں کہ پیٹ بھر کھانا بھی نصیب نہیں ہوتا۔ اس کے بعد تو تو میں میں ہونے لگی۔ یہ رنگ دیکھتے ہی امین الدین خاں کے ہمراہیوں نے اپنی بندوقیں سنبھال لیں اور باغیوں کے نمائندہ کو دھمکی دی کہ اگر دوبارہ تو نے یہ الفاظ منہ سے نکالے تو جان کی خیر نہیں۔ جس سے باغی مرعوب ہو گئے۔ ان واقعات کی خبر بادشاہ کی خدمت میں پہنچائی گئی اور وہ فوراً بنفسِ نفیس مرزا مغل کے یہاں تشریف لائے تاکہ خونریزی نہ ہونے دیں۔ بخت خاں، جو کمانڈر انچیف مقرر ہو چکے تھے، پچاس سواروں کی معیت میں مرزا مغل کے مکان پر پہنچے اور باغیوں کی سخت گوشمالی کی۔ بخت خاں اور اس کے محافظ سپاہیوں کی زیرِ حفاظت امین الدین خاں شہزادہ کے مکان سے روانہ ہوئے اور اپنے گھر بحفاظت تمام پہنچ گئے۔ انہوں نے شہر چھوڑنے کا مصمم ارادہ کر لیا۔ بلا شبہ ان کی نسبت فوراً یہ گمان [illegible] کیا گیا کہ وہ انگریزوں سے جا ملیں گے۔ اجمیری دروازہ پر باغی محافظ دستہ نے انہیں ٹوکا اور نشانہ بندوق بنا لینے کی دھمکی دی۔ باز نہ جانے کی صورت میں وہ اپنے گھر لوٹ آئے۔ (خدنگ غدر [illegible] ص ۸۱-۸۲)

بقول غلام حسین خاں: نواب امین الدین احمد خاں اور ضیاء الدین احمد خاں، فخر الدولہ نواب احمد بخش خاں مرحوم جاگیردار پرگنہ لوہارو کے بیٹے جو بڑے عقلمند اور سمجھدار اور وظیفہ خوار سرکار کمپنی بہادر کے ہیں، کبھی خوشی سے لال قلعہ میں نہیں گئے۔ اگر بادشاہ چار مرتبہ بلاتے تھے تو یہ ایک مرتبہ جبراً قہراً حاضر ہوتے تھے بلکہ چند بار بادشاہ نے ان کی لیاقت اور کارروائی کی بنا پر فوج کے بندوبست اور انتظامِ ملک کے واسطے اپنی زبان سے فرمایا لیکن ان لوگوں نے عاجزی اور انکساری سے عذر کر کے انکار کر دیا اور کئی مرتبہ اپنے پرگنہ کو جانے کی اجازت چاہی اور روانگی کے ارادہ سے اپنے بال بچوں کو لے کر شہر کے دروازے تک گئے لیکن باوجود انتہائی منت وسماجت کے باغیوں کی فوج نے، جو دروازہ پر تعینات تھی، جانے نہ دیا بلکہ گالیاں دیں۔ آخر مجبور ہو کر اپنے گھر کو لوٹ آئے۔ کئی بار ایسا ہوا کہ مرزا مغل اور افسرانِ فوج نے نواب صاحب سے بزورِ حکومت روپیہ طلب کیا لیکن نواب صاحب نے کبھی ایک کوڑی نہیں دی اور امروز فردا ہی کرتے رہے، حتیٰ کہ ایک دن نوبت فساد اور کشت وخون کی پہنچ گئی...... نواب صاحب کی جان متکاف صاحب سے پہاڑی پر خط وکتابت جاری رہی اور ان کا انجام اچھا رہا۔ (دلی کی سزا، ص ۱۹-۲۰)

مولوی مفتی صدرالدین

۱۴رمئی: بادشاہ نے مولوی صدرالدین خاں بہادر کو بلایا اور انہیں شہر کا مجسٹریٹ مقرر کر دیا تاکہ وہ تمام مقدمات کا غیر جانبداری اور انصاف کے ساتھ فیصلہ کریں مگر مولوی صاحب نے عدمِ صحت کی بنا پر معذوری چاہی۔ (جیون لال، ص ۱۰۷)

مولوی صدرالدین حاضر ہو کر آداب بجالائے۔ مولوی صاحب نے ایک طلائی مہر پیش کی۔ بادشاہ نے انہیں عدالت دیوانی و جوڈیشل کورٹ کا منصف مقرر کیا مگر مولوی صاحب نے عرض کی کہ مجھے معافی دی جائے۔ (جیون لال، ص ۱۲۷)

۲۷رجولائی: مولوی صدرالدین کو حکم دیا گیا کہ اس وقت تک فوجداری مقدمات کی سماعت کریں جب تک کہ انگریزوں پر فتح حاصل ہو۔ (جیون لال، ص ۱۸۸)

۹راگست: مولوی صدرالدین کے مکان پر آج پچاس سپاہیوں نے حملہ کیا لیکن یہ دیکھ کر

کہ وہاں ستر جہادی مقابلے کے لئے تیار ہیں، وہ واپس آ گئے۔ (جیون لال، ص۲۱۲)

۲۱ راگست: مفتی صدرالدین کو ایک لاکھ روپے دینے کے لئے روز تنگ کیا جا رہا ہے۔

(تراب علی...... غداروں کے خطوط، ص۱۴۷)

۲۳ راگست: کل میں نے آپ کے نام مفتی صدرالدین کا ایک خط بھیجا تھا۔

(تراب علی...... غداروں کے خطوط، ص۱۵۰)

یکم ستمبر: مفتی صدرالدین کو رقم کی فراہمی کے لئے دربار میں طلب کیا گیا تھا۔ اس نے وہاں جانے سے انکار کر دیا۔ اس نے بہت سے غازیوں کو چوبیس روپے روزانہ کی تنخواہ کا وعدہ کر کے اپنے ساتھ ملا لیا ہے۔ اس نے نہ صرف بادشاہ کو کوئی رقم دینے سے انکار کر دیا ہے بلکہ دھمکی دی ہے کہ اگر اسے زیادہ مجبور کیا گیا تو وہ شاہی فوج کے خلاف لڑ کر مرنے کے لئے تیار ہے۔ اس نے کہا کہ وہ انگریزی فوج کی نسبت ان لوگوں کے خلاف جہاد کرنے کو ترجیح دے گا۔

(فتح محمد خاں...... غداروں کے خطوط، ص۱۶۸)

۲ رستمبر: دہلی کے شہریوں سے ایک لاکھ روپیہ چندہ جمع کیا جائے گا۔ اس مقصد کے لئے مسلمانوں کی ذمہ داری مفتی صدرالدین اور ہندوؤں کی ذمہ داری لالہ مکند لال کو دی گئی ہے۔ ان دونوں نے پندرہ دن کے اندر یہ رقم جمع کرنے کا وعدہ کیا ہے۔ انہیں پوری امید ہے کہ اس وقت تک انگریز دہلی فتح کر چکے ہوں گے۔ (فتح محمد خاں...... غداروں کے خطوط، ص۱۷۲)

مفتی صدرالدین کے گھر پر کل رات بارہ بجے تک جلسہ ہوتا رہا۔ ان کا ایک وفد آج صبح بادشاہ سے ملنے گیا۔ (تراب علی...... غداروں کے خطوط، ص۱۷۱)

بقول مبارک شاہ کوتوال: دہلی کے تمام لوگوں کو شک تھا کہ حکیم (احسن اللہ خاں) انگریزوں کا دلی دوست ہے۔ اسی طرح لارڈ لیک کے ایک بوڑھے جاگیر دار نواب احمد بخش خاں کے بیٹے نواب امین الدین خاں اور ضیاء الدین خاں حقیقتاً برطانوی سرکار کے خیر خواہ تھے۔ یہ لوگ باغیوں یا بادشاہ کے بیٹوں کے کبھی شریک نہیں ہوئے اور ان کی وفاداری برطانوی فوج کے دہلی پر قبضے کے بعد پورے طور پر مسلّم ہو گئی۔ اسی زمرے میں شہر کے صدر الصدور مفتی صدرالدین کو رکھا جا سکتا ہے جنہیں شہزادوں اور افواج نے بار بار اس امر کا فتویٰ جاری کرنے کو کہا کہ ... [illegible] جائز اور درست ہے اور اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے باعث ہے لیکن مفتی [illegible] سے احتراز کیا۔ (Kotwal's Diary, p 49)

گھر کے چراغوں کی کارروائیاں

مرزا الٰہی بخش/ بیگم زینت محل/ شہزادگان

۲۴ر جولائی: مرزا الٰہی بخش نے بادشاہ سے ملاقات کی اور نج کے طور پر انہیں مشورہ دیا کہ انگریزوں سے نامہ و پیام کا سلسلہ شروع کر دیا جائے۔ بادشاہ نے جواب دیا کہ میں بالکل بے بس ہوں اور یہ کام کرنے سے قاصر ہوں۔ انہیں آگاہ کر دیا گیا کہ اگر آپ نے ایسا نہ کیا تو نتائج آپ کے خلاف نکلیں گے۔ معاملہ یہیں پر ختم ہو گیا۔ (جیون لال، ص ۱۸۴)

۴ر اگست: میں زینت محل بیگم، مکند لال، حکیم جی اور مرزا الٰہی بخش سے ساز باز کرنے میں کامیاب ہو گیا ہوں لیکن اس منصوبے پر عمل کرنے کے لئے آپ کے حکم کا انتظار ہے۔

(غداروں کے خطوط، ص ۱۱۹)

۱۷ر اگست: مرزا الٰہی بخش نے، جو بہادر شاہ ظفر کے ولی عہد مرزا فخر الدین کے سسر اور دربار کے عقلمند ترین امرا میں سے ہیں اور جن کا بادشاہ سلامت اور ملکہ پر بڑا اثر و رسوخ ہے، گریٹ ہیڈ کو خط لکھا ہے جس میں گریٹ ہیڈ کو یقین دلایا ہے کہ وہ انگریزی حکومت کی بحالی کے لئے ہر قسم کی مدد کرنے کے لئے تیار ہیں۔ (تراب علی...... غداروں کے خطوط، ص ۱۳۹)

مرزا الٰہی بخش باغی افواج کو ختم کر دینا چاہتا ہے۔ اس مقصد کے لئے اس نے آپ کو خط بھیجا ہے۔ اسے آپ کے جواب کا انتظار ہے۔ (تراب علی...... غداروں کے خطوط، ص ۱۴۴)

۱۸ر اگست: کل مجھے شہزادہ مرزا الٰہی بخش کا ایک خط ملا ہے۔ وہ یہ جاننا چاہتا ہے کہ وہ ہمارے لئے کیا خدمت بجا لا سکتا ہے، مگر میں مراسلت میں نہیں پڑوں گا۔

(گریٹ ہیڈ بنام گورنر کالون...... انٹیلی جنس ریکارڈز، جلد اول، ص ۴۷۱)

۲۱ر اگست: مجھے شہزادوں کے دو تین پیغامات ملے ہیں جن میں انہوں نے دلی وابستگی کا قوی اقرار کرتے ہوئے اپنی خدمات پیش کی ہیں۔ انہیں کوئی جواب نہیں دیا گیا۔

(گریٹ ہیڈ بنام ولیم میور...... انٹیلی جنس ریکارڈز، جلد اول، ص ۴۷۸)

آپ نے اچھا کیا جو شہزادوں کے ساتھ مراسلت میں نہیں پڑے۔

(مراسلہ گورنر کالون بنام گریٹ ہیڈ محررہ ۲۳ر اگست...... انٹیلی جنس ریکارڈز، جلد اول، ص ۱۴۳)

۲۲ راگست: کل محل کی خاتونِ اعلیٰ (ملکہ زینت محل) کی جانب سے ایک خفیہ قاصد آیا جس نے اپنی بہترین خدمات پیش کیں۔ اسے بتادیا گیا کہ ہم ملکہ کی ذات کے علاوہ تمام عورتوں اور بچوں کی سلامتی کے لئے بہت فکر مند ہیں لیکن محل کے مکینوں سے کوئی مراسلت نہیں کی جاسکتی۔

(گریٹ ہیڈ بنام گورنر کالون ...... انٹیلی جنس ریکارڈز، جلد اول، ص ۴۸۲)

۲۳ راگست: اگر آپ مرزا الٰہی بخش یا بیگم صاحبہ (ملکہ زینت محل) کو خط لکھ دیں تو یقیناً وہ ہماری مدد کریں گے۔ (تراب علی ...... غداروں کے خطوط، ص ۱۵۰)

۲۴۔۲۵ راگست: زینت محل اور مرزا الٰہی بخش نے جو سوالات کئے ہیں، اگر آپ ان کا جواب بھیج دیں تو یہ دونوں ہماری مدد کے لئے تیار ہو جائیں گے۔ شاہی محل کے اور دوسرے افراد بھی اپنی اپنی قابلیت اور اہلیت کے مطابق ہماری مدد کو تیار ہیں۔

(تراب علی ...... غداروں کے خطوط، ص ۱۵۴)

۳۰ راگست: حکیم احسن اللہ خاں، مفتی صدرالدین، مرزا الٰہی بخش اور بیگم زینت محل سب اپنی اپنی اہلیت کے مطابق انگریزی حکومت کی مدد کرنے کے لئے تیار ہیں۔ یہ سب کشتیوں کے پلوں کو تباہ کرنے کی کوشش کریں گے ...... مذکورہ بالا افراد میں کوئی بھی باغیوں کو پناہ دینے کے لئے تیار نہیں۔ اس کے برعکس ان کی خواہش ہے کہ جن باغیوں نے قتل و غارت کیا ہے، ان کو سخت سزا ملنی چاہیے۔ انہوں نے بادشاہ سلامت، دہلی کے امرا اور شہر کے لاچار اور بے قصور باشندوں کی جاں بخشی کی درخواست کی ہے۔ (تراب علی ...... غداروں کے خطوط، ص ۱۶۴)

۴ رستمبر: چند شہزادوں نے جو اپنی خدمات پیش کی تھیں اور جنہیں میں نے نامنظور کردیا تھا، جنرل (ولسن) صاحب کو ذرا تبدیلی کے ساتھ انہیں دوبارہ پیش کیا گیا۔ ایک واضح پیشکش یہ ہے کہ اگر شاہی خاندان کے ساتھ شفقت برتی جائے تو پل کو تباہ کردیا جائے گا، سواروں کا ایک رسالہ بھرتی کیا جائے گا اور اس کی مدد سے پیدل فوج کو ختم کردیا جائیگا۔ جنرل ولسن نے محل والوں سے ساتھ کسی قسم کی مراسلت کرنے سے قطعی طور پر انکار کردیا ہے۔

(گریٹ ہیڈ بنام گورنر کالون ...... انٹیلی جنس ریکارڈز، جلد اول، ص ۵۰۸)

من جملہ سلاطین عظام مرزا الٰہی بخش صاحب قدیم خیر طلب سرکار ہیں اور منشائے زینت محل صاحبہ بھی یہی ہے کہ کسی طرح انتظام سرکار کا ہو جائے، چنانچہ صرف اس ضرورت کو مرزا الٰہی بخش سے صفائی کی ہے اور مشورہ اپنا ہے کہ کوئی صورت نکالنا چاہیے۔ اگر ان مدارجات سے، کہ جن کا انصرام ان

سے ممکن ہو، تحریر فرمادیں تو کوئی صورت ملاقات اور محرمیتِ راز بیگم صاحبہ اور مرزا الٰہی بخش سے کی جائے اور جو حکیم (احسن اللہ خاں) صاحب سے ممکن ہو، ان کو بھی دریغ نہیں۔

(تراب علی......بحوالہ''بہادر شاہ ظفر''،ص ۱۹۹)

مرزا الٰہی بخش انگریز حکمرانوں کی نظر میں: مرزا الٰہی بخش خاندانِ شاہی تیموریہ کا ایک فرد ہے اور عالمگیر ثانی کی اولاد میں سے ہے۔ اس کی دختر سابق بادشاہ (بہادر شاہ ظفر) کے فرزندِ اعلیٰ اور تاج کے وارث مرزا فخرو کے ساتھ، جو بغاوت پھوٹنے سے نو ماہ قبل انتقال کر گیا، بیاہی گئی تھی۔ مرزا الٰہی بخش نے بلاشک وشبہ اعلیٰ ترین خدمت یوں انجام دی کہ اس نے سابق بادشاہ کو باغی سپاہ کے ساتھ چلے جانے سے باز رکھا اور یہیں روک دیا ورنہ اس کے نام پر ملک بھر میں اطاعت سے منحرف اور سرکش دوبارہ اکٹھے ہو جاتے۔ آنجہانی میجر ہڈسن نے دہلی پر حملہ کے فوراً بعد مرزا کے ساتھ مراسلت کی تاکہ مولوی رجب علی اور تراب علی کے ذریعے بادشاہ کی گرفتاری عمل میں لائی جاسکے۔ اور ہر جا تسلیم کیا جاتا ہے کہ متذکرہ بالا اہم کام کے سلسلے میں میجر ہڈسن کی کامیابی کا باعث زیادہ تر مرزا الٰہی بخش کا اثر ورسوخ تھا، لہٰذا میری رائے میں وہ شاہی خاندان کے تمام افراد سے زیادہ برطانوی سرکار کے مناسب التفات کا حقدار ہے۔ (سانڈرس......Bahadur Shah II, p.354-355)

مرزا الٰہی بخش دہلی کے شاہی خاندان کا فرد ہے۔ یقین کیا جاتا ہے کہ ۱۸۵۷ء میں دہلی کے محاصرے کے دوران وہ قائدینِ بغاوت کو ہماری حمایت میں صلاح ومشورے دینے کی سعی کرتا رہا۔ اس نے ہر حال میں اپنی بہترین خدمات پیش کیں جس سے ہم اس قابل ہوئے کہ شہر کی فتح کے بعد سابق بادشاہ کو گرفتار کریں۔ یہ اسی کی ترغیب کا باعث تھا کہ سابق بادشاہ باغی افواج کے دہلی سے فرار کے وقت ان کے ہمراہ نہ گیا۔ (ڈیویز......Bahadur Shah II, p.354)

علامہ فضل حق کی نظر میں محل والوں کا کردار

وہ (بادشاہ) خود ضعیف، غمزدہ اور ناتجربہ کار تھا، عمر کی کافی منزلیں طے کر کے بڑھاپے کی وادی میں قدم رکھ چکا تھا اور سچ پوچھئے تو آمرو حاکم ہونے کی بجائے اپنی شریکِ حیات (بیگم زینت محل) اور وزیر (حکیم احسن اللہ خاں) کا مامور ومحکوم تھا۔ اس کا یہ وزیر، جو حقیقت میں نصاریٰ کا کارپرداز اور ان کی محبت میں غالی تھا، صحیح معنوں میں حاکم ووالی اور نصاریٰ کے دشمنوں کا شدید ترین مخالف تھا۔ یہی اس آمرو حاکم کے اہلِ خاندان کا حال تھا۔ ان میں سے بعض مقربِ بارگاہ اور رازدار بھی تھے۔ یہ سب کے

سب جو جی چاہتا تھا کرتے تھے، اپنی آرا پر عمل پیرا ہوتے تھے لیکن اس کی اطاعت کا دم بھرتے تھے اور وہ سردار (بادشاہ) ایسا ضعیف الرائے ناتجربہ کار تھا کہ کچھ جانتا ہی نہ تھا۔ (باغی ہندوستان، ص ۲۵۷)

بادشاہ کا مبینہ سلسلۂ نامہ و پیام

۲۹/جولائی: بادشاہ کی شرائط حدودِ معقولیت سے متجاوز ہونے کے باعث ٹھکرا دی گئیں۔

(گریٹ ہیڈ ..... انٹیلی جنس ریکارڈز، جلد اول، ص ۴۳۹)

۳۰/جولائی: صلح جنبانی کا سلسلہ، جس کا حوالہ مسٹر گریٹ ہیڈ نے دیا ہے، بوڑھے بادشاہ کی جانب سے تھا اور اس میں شک نہیں کہ یہ محض فریب تھا۔ (شاہی) خاندان کے ساتھ کسی بھی شرط کے متعلق احکامات بھیج دیئے گئے ہیں اور اب کسی قسم کی مصالحت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

(گورنر بنام گورنر جنرل انٹیلی جنس ریکارڈز، جلد اول، ص ۹۷)

۲/اگست: محل کے ساتھ صلح جنبانی کے سلسلے کا نتیجہ صفر رہا اور اس کی تجدید نہیں کی جائے گی۔ (گریٹ ہیڈ ..... انٹیلی جنس ریکارڈز، جلد اول، ص ۴۴۴)

۶/اگست: (جنرل) منکاف کو بادشاہ کی جانب سے ایک خط ملا ہے جس میں ان کی مزاج پرسی کی گئی ہے۔ مہر بالکل حقیقی ہے۔ اس پر کوئی توجہ نہیں دی جائے گی۔

(گریٹ ہیڈ انٹیلی جنس ریکارڈز، جلد اول، ص ۱۵۲)

مہر کا قضیہ: (حکم نامہ بادشاہ محررہ ۹/اگست بنام افسران فوج) ایک صندوقچہ میرا حضور والا کا بردوغارت (کذا) اسباب حکیم احسن اللہ خاں جاتا رہا۔ جو ولی تاریخ ۱۲/ذوالحجہ (۶/۷/اگست ..... مرتب) سے کاغذ لکھا ہوا اس میں مہر ہوگا، جائز نہ ہوگا۔

(بہادر شاہ ظفر، ص ۲۰۱)

۱۱/اگست: تم نے جنرل منکاف کے نام بادشاہ کا خط ملاحظہ کیا ہوگا۔ وہ اس کے تم والد سر ٹامس منکاف کا بہت دلدادہ تھا۔ (ولیم میور بنام نیوال انٹیلی جنس ریکارڈز، جلد دوم، ص ۱۱۷)

۲۰/اگست: ایک سے زیادہ مرتبہ حکومت کو خبریں پہنچی ہیں کہ شاہ دہلی کی جانب سے وہاں فوج کے افسر کمان کو صلح جنبانی کی تجویز دی گئی ہے اور ممکن ہے کہ یہ گفتگو بادشاہ کی اس پوزیشن کی

ازسرِ نو بحالی کی بنیاد پر کی جائے جو غدر سے پہلے میرٹھ اور دہلی میں اس کی تھی۔ گورنر جنرل بہادر چاہتے ہیں کہ اس امر کو ذہن نشین کر لیا جائے کہ بادشاہ کو ایسی کسی قسم کی مراعات، جو اس کی سابقہ پوزیشن کو بحال کرنے کی بنیاد پر ہوں، اسے حکومت (آج تک کی ہدایات کے مطابق) ایک لمحے کے لئے بھی قبول نہیں کرے گی۔ اگر اس قسم کے مذاکرات جاری کئے جائیں تو قبل اس کے کہ حکومت کسی امر پر استصواب کرے، تمام حالات کی مکمل رپورٹ گورنر جنرل اِن کونسل کے نام ضروری طور پر بھیجی جائے۔

(ایڈمنسٹن ...... انٹیلی جنس ریکارڈز، جلد اول، ص ۱۴۵)

ریاستوں کے حکمرانوں کا دہلی سے غیر یقینی رویّہ

والیٔ بلب گڑھ (راجہ ناہر سنگھ)

۱۵ر مئی: مولوی احمد علی نے (دربار میں) راجہ بلب گڑھ کی طرف سے بیان کیا کہ مجھے شورش دبانے کے کام پر لگایا گیا ہے اور جونہی یہ کام ختم ہو جائے گا، میں اپنے گھوڑے لے کر بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوں گا۔ ان کی فوری طلبی کے متعلق احکام جاری ہوئے۔ (جیون لال، ص ۱۰۸)

۲۱ر مئی: اطلاع ملی کہ راجہ ناہر سنگھ والی بلب گڑھ نے پلول تک قبضہ کر لیا ہے۔ تمام یورپین وہاں سے بھاگ گئے ہیں۔ (جیون لال، ص ۱۱۷)

۸ر جون: بلب گڑھ سے مسٹر منن کے قتل کی خبر موصول ہوئی۔ (جیون لال، ص ۱۳۳)

۲۹ر جون: راجہ ناہر سنگھ والی بلب گڑھ کی عرضی موصول ہوئی جس میں اپنے چچازاد بھائی نول سنگھ کا مال و متاع منگوانے کی درخواست کی گئی تھی، چنانچہ اجازت دے دی گئی۔

(جیون لال، ص ۱۴۹)

۴ر جولائی: راجہ بلب گڑھ کے وکیل مولوی احمد علی کو خط لکھا گیا اور پوچھا گیا کہ فخر الدین کی گاڑی کو راجہ کی عملداری میں کیوں لوٹ لیا گیا۔ (جیون لال، ص ۱۵۶)

۵ر جولائی: باغیوں کو اطلاع ملی ہے کہ بلب گڑھ کا راجہ انگریزوں سے ملا ہوا ہے۔ انہوں نے اسے سزا دینے کا ارادہ کیا ہے۔ (غداروں کے خطوط، ص ۹۷)

۷ر جولائی: راجہ ناہر سنگھ والی بلب گڑھ نے ایک ضروری مراسلہ بھیجا جس میں لکھا تھا کہ

''نیمچ کی فوج نے مجھے لکھا ہے کہ میں سات سو من آٹا اور چنے اور دیگر اجناس تیار رکھوں۔ کیا میں اس حکم کی تعمیل کر دوں؟'' (جیون لال، ص ۱۶۰)

۱۳ر جولائی: بادشاہ نے عبدالحق پر یہ الزام عائد کیا کہ انہوں نے انگریزوں کے پاس ایک بگھی، ایک چٹھی اور دس سوار بھیجے ہیں۔ حکیم احسن اللہ، جو دربار میں حکیم عبدالحق کی طرف سے الزام کا جواب دینے کے لئے موجود تھے، کہا کہ مجھے معلوم ہے کہ حکیم عبدالحق نے تین سال ہوئے، راجہ بلب گڑھ کی اطاعت کا جوا اتار کر پھینک دیا تھا اور یہی وجہ ہے کہ راجہ صاحب انہیں سزا دینے کی غرض سے گرفتار کرانا چاہتے ہیں۔ (جیون لال، ص ۱۶۹)

۱۵ر جولائی: فوج کے سو سواروں اور انفنٹری کے ساڑھے پانچ سو سپاہیوں کو بلب گڑھ کے راجہ سے دو لاکھ روپے وصول کرنے یا اسے گرفتار کرنے کے لئے بھیجا گیا ہے۔

(میگھ راج ...... غداروں کے خطوط، ص ۹۹)

۱۶ر جولائی: فوج کے ایک دستے کو دو توپوں سمیت بلب گڑھ کے راجہ کو سمجھانے کے لئے بھیجا گیا ہے۔ راجہ کی انگریزوں سے دوستی کے سبب بلب گڑھ کے بارہ سواروں کو حراست میں لے لیا گیا ہے۔ (گوپال+شوکی ...... غداروں کے خطوط، ص ۱۰۰)

۱۸ر جولائی: ہمارے نام راجہ بلب گڑھ کا ایک خط پکڑا گیا۔ وہ (باغیوں کو) کوئی رسد نہیں بھیجتا۔ سپاہیوں نے بلب گڑھ کو لوٹ لیا ہے۔ وہ جھجر کے خلاف بھی باتیں کرتے ہیں۔

(انٹیلی جنس ریکارڈز، جلد دوم، ص ۱۰)

۱۹ر جولائی: رئیس بلب گڑھ سے جواب آیا ہے کہ عبدالحق مختار میرا خزانہ لوٹ کر دہلی میں موجود ہے۔ اس کو بھیج دو یا اس سے روپیہ لے لو۔ عبدالحق حکیم احسن اللہ کا دوست ہے۔

(غداروں کے خطوط، ص ۱۰۲)

۲۱ر جولائی: راجہ ناہر سنگھ کی رعایا کے چند زمینداروں نے اپنے آقا کے خلاف شکایات کیں۔ ان کا معروضہ سننے کے بعد بادشاہ نے درخواست احسن اللہ خاں کے حوالے کر دی اور یہ کہا کہ راجہ نے بیوفائی اور ناشکری کا برتاؤ کیا ہے۔ (جیون لال، ص ۱۷۹)

۲۴ر جولائی: بلب گڑھ سے کچھ فوج یہاں آئی ہے۔ اس کے متعلق معلوم نہیں ہو سکا کہ یہ کون لوگ ہیں۔ راجہ نے ان کے سفر کا بندوبست کیا ہے۔

(جواہر سنگھ+مان راج ...... غداروں کے خطوط، ص ۱۰۷)

۲۹ر جولائی: باغیوں نے بلب گڑھ کے راجہ کے چچا کو ہلاک کر ڈالا ہے۔ بلب گڑھ کا راجہ بھی ان کی قید میں ہے۔ (راجن گوجر...... غداروں کے خطوط، ص ۱۱۲)

۳۰ر جولائی: کہا جاتا ہے کہ راجہ بلب گڑھ کو رقم نہ دینے پر قیدی بنا کر دہلی لایا جائے گا۔

(گریٹ ہیڈ...... انٹیلی جنس ریکارڈز، جلد اول، ص ۴۴۰)

بلب گڑھ کے راجہ ناہر سنگھ کی چٹھی جنرل بخت خاں کی وساطت سے موصول ہوئی جس میں لکھا تھا کہ میرا قصور معاف کر دیا جائے۔ (جیون لال، ص ۱۹۳)

۹ر اگست: بلب گڑھ کے راجہ ناہر سنگھ نے عرضی کے ساتھ پانچ اشرفیاں نذر میں بھیجیں۔ بادشاہ نے نذر قبول کر لی اور حسب ذیل الفاظ چٹھی کی پشت پر لکھوا کر بھیج دیئے کہ میں نے تمہاری بدنامی کے ڈر سے روپیہ کو قبول کر لیا ہے۔ (جیون لال، ص ۲۱۲)

۱۶ر اگست: راجہ بلب گڑھ کی جانب سے چٹھیاں موصول ہوئیں؛ ایک بیگم کے نام تھی اور دوسری بادشاہ کے نام۔ چٹھیوں میں اپنے قصوروں کی معافی چاہی گئی تھی۔ بادشاہ نے اپنے دستخطوں سے معافی نامہ بھیج دیا۔ (جیون لال، ص ۲۱۷۔۲۱۸)

بلب گڑھ کے دیہات سے رسد پہنچائی جاتی ہے لیکن راجہ ایسا نہیں کرتا۔ راجہ اور ہمارے درمیان مراسلت پکڑی گئی لیکن باغی اس کے ساتھ زیادہ برہم نہیں۔

(کاشی پرشاد...... انٹیلی جنس ریکارڈز، جلد دوم، ص ۳۹)

۱۸ر اگست: بلب گڑھ کے راجہ کے دربار میں بادشاہ کا جاسوس موجود ہے جو بادشاہ کو وہاں کی خبریں بھیجتا ہے۔ حال میں اس نے آگرہ کے لفٹنٹ گورنر کے ایک خط کی تفصیلات بھیجی ہیں جو انہوں نے بلب گڑھ کے راجہ کو لکھا تھا اور جس میں راجہ کو انگریزی فوج کے لئے سامانِ رسد مہیا کرنے کو کہا گیا تھا۔ اس مخبر کا نام بال مکند ہے اور وہ سرائے کے نزدیک رہتا ہے۔ آپ کو چاہیے کہ اسے بلب گڑھ سے نکلوا دیں۔ (مخبر بنام کرنل بچر...... غداروں کے خطوط، ص ۱۴۱)

۲۵ر اگست: دیروز راجہ بلب گڑھ نے دس ہزار روپیہ نقد اور ایک اسپ سواری واسطے مصارف فوج بدست فتح علی داروغہ بادشاہ کے پاس بھیجا ہے۔ (گوری شنکر...... غداروں کے خطوط، ص ۱۵۴)

یکم ستمبر: بلب گڑھ کے راجہ نے بادشاہ کے پیرومرشد (میاں نصیرالدین) کالے صاحب کے لڑکے نظام الدین کے ہاتھ دس ہزار روپے بھیجے تھے، ملکہ زینت محل نے ان پر قبضہ کر لیا ہے۔

(گوری شنکر...... غداروں کے خطوط، ص ۱۶۹)

۲؍ستمبر: بلب گڑھ کے راجہ نے بادشاہ کو یہ خط بھیجا ہے کہ اس نے بڑے جوش و خروش کے ساتھ محرم منایا ہے اور وہ اسلام قبول کرنے اور بادشاہ کے دسترخوان پر گرے ہوئے ٹکڑے کھانے کے لئے بے چین ہے۔ (گوری شنکر...... غداروں کے خطوط، ص ۱۷۳)

راجہ بلب گڑھ کے پاس سے عرضی موصول ہوئی جس میں شکایت درج تھی کہ حکیم عبدالحق جنگ کے اخراجات کے سلسلے میں مجھ سے چار لاکھ روپیہ طلب کر رہے ہیں۔ بادشاہ نے جواب دیا کہ جس افسر کی تم شکایت کر رہے ہو، وہ میرے احکام کے بموجب عمل کر رہے ہیں۔ میں نے بے شک انہیں روپیہ طلب کرنے کے لئے بھیجا ہے اور اب دوبارہ لکھتا ہوں کہ روپیہ بلا تاخیر بھیج دو اور ساتھ ہی پانچ سو سپاہی اور دو توپیں اور پانچ من افیون بھی بھیج دو، ورنہ میں تم پر ایک لاکھ روپے جرمانہ کر دوں گا۔

(جیون لال، ص ۲۴۱)

۴؍ستمبر: راجہ ناہر سنگھ نے چھ سو بندوقیں انگریزوں کو بھیجیں۔ (جیون لال، ص ۲۴۴)

بادشاہ سے وفاداری کے دعوے

راجہ بلب گڑھ بنام بادشاہ: میں نے چند لوگوں سے سنا ہے کہ کسی نے حضور سے چغلی کھائی ہے کہ راجہ بلب گڑھ نے دو انگریزوں کو، مع ان کی عورتوں اور بچوں کے، چھپا رکھا ہے۔ خدا شاہد ہے کہ یہ خبر محض غلط اور بے بنیاد ہے۔ حضور کی مرضی اور احکام کے بغیر تابعدار ایسا کرنے کی کیونکر جرأت کر سکتا ہے؟ ایک ہندوستانی البتہ بارہ سال سے میرے پاس ملازم تھا جو درمیان میں عیسائی ہو گیا تھا۔ اسے بھی حضور کی خفگی کے خوف سے برطرف کر دیا گیا، مگر اب اس شخص نے عیسویت ترک کر کے مذہب اسلام قبول کر لیا ہے اور اب وہ رحم و معافی کا سزاوار ہے۔ اگر حضور اجازت دیں تو میں پھر اسے اپنے پاس بلا لوں۔ (غدر کے فرمان، ص ۵۰)

...... میں حضور کا دیرینہ خادم ہوں اور جیسا حکم دیا جائے گا، انشاء اللہ تعمیل کروں گا۔ نیز عنقریب حضور کی رُوبکاری میں حاضر ہونے کا شرف حاصل کروں گا مگر اس وقت جبکہ ریاست میں پختہ طور پر امن و امان قائم ہو جائے گا کیونکہ موجودہ حالت نہایت پُرآشوب ہے اور اعلیٰ حضرت کے عتاب شاہی کا بھی خوف ہے۔ (غدر کے فرمان، ص ۵۱)

۳۱؍جولائی: ...... چونکہ حضور خادم پر بہت مہربان ہیں، اس لئے اس کی طرف سے (میرے حاسد) حضور کو بدظن کرنے کی فکر میں لگے رہتے ہیں۔ انہوں نے حضور کو یقین دلا دیا ہے کہ میں ظاہراً تو

سلطنت کا خادم ہوں مگر باطن میں انگریزوں سے مل گیا ہوں اور فاسدارادوں سے ذخائرِ حرب جمع کر رہا ہوں، اور یہ کہ میں نے مسافروں کو اور مال وغیرہ کو شاہراہ پر لے جانے سے روک دیا ہے۔ اب حضور کا رحم ولطف بالکل خفگی اور ناراضگی سے مبدل ہو گیا ہے...... عالیجاہا! میرے اغیار نے جو کچھ چغلی کھائی، سراسر بہتان ہے اور اُن کا افترا آخر میں عیاں ہو جائے گا۔ وہ حضور کی محبت و خیر خواہی کا ایسا دم بھرتے ہیں کہ گویا بڑے راست باز ہیں...... میرے آباؤ اجداد ہمیشہ سے اسی سلطنت کے وفادار غلام رہے ہیں اور اِس کے خلاف کبھی سازش نہیں کی، نہ حصہ لیا۔ ایمانداری اور وفاشعاری میں مَیں وہ چاندی ہوں جسے اچھی طرح پرکھ لیا گیا ہو۔ اگر آپ ایک سو بار بھی جانچیں، پھر بھی کھوٹا نہ اتروں گا۔ میرے دشمن جو چاہیں کہیں، میں آپ کا قدیمی غلام ہمیشہ اور ہر حالت میں وہی وفاداری برتوں گا...... آپ کا دیرینہ غلام اشاعتِ اسلام کی ہمیشہ کوشش کرتا رہتا ہے۔ اب حضور کی ناراضگی مہربانی سے مبدل ہو جانی چاہیے۔ حضور کی عنایتوں کا متمنی ہوں، پہلے کی طرح نظرِ عنایت سے شادکام کیجئے اور اغیار کی غلط بیانی اور دروغ گوئی پر اعتبار نہ فرمایا جائے۔ (غدر کے فرمان، ص ۵۷تا۵۹)

۱۴راگست: میں دیرینہ وفادار اور خیرخواہ ہوں اور میں دل سے اور جان سے حضور کے احکام بجالانا فخر سمجھتا ہوں، جیسا حضور پر خود روشن ہے۔ کوئی روز ایسا نہیں جاتا کہ میں حضور کی مہربانیوں کو دل سے بھلا دیتا ہوں، کوئی گھڑی ایسی نہیں گزرتی کہ میں حضور کی شفقتوں کو یاد نہ کرتا ہوں۔ ہر طرح سے مجھے اپنا کمترین غلام سمجھئے اور مجھ پر نظرِ الطاف ڈالئے کیونکہ میرے اجداد پر بھی حضور کی مربیانہ شفقتیں مبذول ہوتی رہی ہیں۔ کمترین بھی انہی کی اولاد ہے۔ گزشتہ مراحم و احسانات پر نظر کر کے یقین کرتا ہوں کہ ناراضگی کی کدورت آئینۂ دل سے دُور ہو جائے گی جسے میرے رقیبوں نے حضور کے منوّر آفتاب نما قلب پر پیوست کر دیا ہے...... میں یہ بھی عرض کرنا چاہتا ہوں کہ مجھے نقارے اور علم عطا کئے جائیں تاکہ حضور کی رفعت وشان چاروں کھونٹوں میں مشتہر کی جائے اور ہفت اقلیم میں حضور کی کشورکشائی کے ساتھ ہی ساتھ جاں نثار کا نام بھی سب لوگوں پر روشن ہو جائے۔ حضور کی زیارت کا بہت مشتاق ہوں لیکن بدنصیبی سے دہلی چھوڑنے کے بعد سے اب تک ایسے واقعات پیش آتے رہے کہ جن کے سبب پورا بندوبست نہ ہو سکا۔ حضور کی فتح وفیروزی کے علم سربلند ہوں اور دشمنوں کو ذِلّت و رسوائی نصیب ہو۔

(غدر کے فرمان، ص ۶۱۔۶۲)

۲۲راگست: حضور پر بخوبی روشن ہے کہ خانہ زاد پشت ہا پشت سے وفادار چلا آتا ہے اور میں اور میرے باپ دادوں نے کبھی حضور کے حکم سے سرتابی نہیں کی۔ پس میں چاہتا ہوں کہ حضور کے دربار

میں باریاب کیا جاؤں۔ میرے دعوے کی تائید میں جو ثبوت پیش کیا جاسکتا ہے، وہ یہ ہے کہ اگر مجھے حضور سے ارادت خاص نہ ہوتی اور وفاداری کا خیال نہ ہوتا تو دہلی میں انگریزی سلطنت کے زمانے میں میر فتح علی کی معرفت حضور کی خدمت میں حاضر رہنے کی تمنا ظاہر نہ کرتا۔ اور جب میں نے ایسا کیا تو اعلیٰ حضرت میرے دِلی خلوص اور ایمانداری سے بہت خوش ہوئے تھے لیکن سیاسی مصالح کے سبب چونکہ میرا حضور کے پاس رہنا اُس زمانے میں مناسب نہ تھا، آپ نے منع کر دیا۔ غلام کو ایسی بدنصیبی نے گھیرا ہے کہ اب تک دربارِ شاہی میں حاضر نہ ہوسکا اور اِس کی دو وجوہات ہیں۔ ایک تو یہ کہ جب سے دہلی سے آیا ہوں، آئے دن جسمانی بیماریوں کا شکار بنا رہتا ہوں، دوسرے یہ کہ حضور کے لطف و کرم کو دیکھ کر وہاں حاسد پیدا ہوگئے ہیں اور ڈر ہے کہ انہوں نے میری طرف سے حضور کے مزاج کو مکدّر نہ کر دیا ہو اور وہ کوئی ایسی چال نہ چلیں اور ایسی تدبیر نہ کر گزریں جس سے مجھے دہلی آکر ذلّت و رسوائی اٹھانی پڑے یا ان کی دروغ گوئی کے تیل سے حضور کی آتشِ غضب زیادہ بھڑک جائے ...... حضور کے غلاموں کو ہمیشہ فتح و فیروزی نصیب ہو اور اُعدا کو ہمیشہ ذلّت و رسوائی ملے۔ (غدر کے فرمان، ص ۶۳ـ۶۴)

۲ ستمبر: زبان و قلم حضور کی تعریف و شکر گزاری سے قاصر ہیں۔ خدا تا قیامِ قیامت حضور کو زندہ و سلامت رکھے۔ (غدر کے فرمان، ص ۶۶)

انگریزوں سے دہلی کی مخبری کے وعدے

راجہ بلب گڑھ بنام لفٹنٹ گورنر آگرہ (۵ ستمبر): آداب و تسلیمات کے بعد میں دربار میں موجود اشخاص کو یہ مطلع کرنے کی التجا کرتا ہوں کہ مجھے میرے خط کے جواب میں، جو میں نے مسٹر ہاروے کو ارسال کیا تھا، ان کا ایک مشفق مراسلہ موصول ہوا اور اس کے مندرجات سے آگاہی ہوئی۔ صاحب بہادر لکھتے ہیں کہ اگر میں انہیں دہلی کی خبریں بھیجوں تو یہ ان کے لئے مسرت کا باعث ہوگا۔ جنابِ والا! دہلی میں میری ملکیت جو عمارات تھیں، ان پر بادشاہ نے قبضہ کیا ہوا ہے اور باغی فوج کے سپاہی ان میں رہتے ہیں اور انہوں نے میرے ملازموں کو باہر نکال دیا ہوا ہے۔ دراصل دہلی میں کوئی ایسا شخص نہیں ہے جو اس جگہ کی خبریں لکھ سکے لیکن حضور کی خوشنودی کے لئے میں نے دو تین آدمیوں کو خبریں لانے کے لئے ملازم کے طور پر رکھ لیا ہے اور جس طرح ممکن ہوسکا، میں شہر دہلی اور قلعہ اور منتشر فوج کی خبریں جمع کر کے آپ کی خدمت اقدس میں روانہ کروں گا۔ لیکن یہ خبریں آپ کو روزانہ بہم پہنچانا بہت مشکل ہوگا۔ یہ آپ کو ہر تیسرے چوتھے دن پہنچ جایا کریں گی۔ ۱۰۰۰ روپے صرف

سے میں نے محض خبریں لانے اور آپ کو بھیجنے کے لئے بیس ہرکارے تنخواہ دار ملازموں کے طور پر متعین کئے ہیں۔ خبروں کا ایک پرچہ آپ کی خدمت میں اس عرضی کے ساتھ روانہ کیا جاتا ہے۔ یہ آپ کی نظرِ خاص سے گزرے گا۔

صاحب بہادر نے اس عاجز نوکر کے وکیل کو برخاست کر دیا ہے۔...... حکم جاری کیا جائے کہ وہ شہر ہی میں رہے۔ اگر وکیل آگرہ میں حاضر رہے تو اس کے ذریعے عرضداشتیں اور اخبارات حضورِ والا کی خدمت میں آسانی کے ساتھ پہنچ جایا کریں گے۔ میرے لئے یہ بڑے اعزاز کی بات ہے کہ میرا وکیل حاضر رہے۔ میری اس درخواست کو منظور فرمایا جائے۔

مستقبل کے لئے اس وقت تک کہ سرکار کو فتح حاصل ہو، میری عرضیاں ہلکے اور باریک کاغذ پر تحریر کی جائیں گی اور خریطے کے بغیر ارسال کی جائیں گی۔ یہ امر رواج کے خلاف ہے مگر اس کے بغیر کوئی چارہ نہیں، اسے نظر انداز فرمایا جائے۔ فتح یابی کے بعد یہ پھر سابقہ رواج کے مطابق خریطہ کے ساتھ بھیجی جائیں گی...... خدا کرے کہ فتح اور جیت کا سورج آپ کے سروں پر ہمیشہ چمکتا رہے۔

(راجہ ناہر سنگھ...... انٹیلی جنس ریکارڈز، جلد اول، ص ۱۳۵)

والیٔ جھجر (نواب عبدالرحمٰن خاں)

۱۵ رمئی: نواب جھجر کے ایجنٹ غلام نبی خاں اپنے اردلی اکبر علی کی معیت میں آئے اور بیان کیا کہ جھجر کی فوجوں نے بغاوت کر دی ہے اور یہ کہ جھجر کے افسر اُن کے انتظام میں مشغول ہیں لیکن پھر بھی پچاس سوار شاہی فوج میں شامل ہونے کے لئے بھیج دیئے گئے ہیں۔ (جیون لال، ص ۱۰۸)

خبر ملی کہ سر جان مٹکاف اور مسٹر فورڈ جھجر میں دیکھے گئے ہیں جہاں نواب نے انہیں پناہ دینے اور مہمان نوازی کرنے سے انکار کر دیا ہے۔ نواب کے نام (بادشاہ کی جانب سے) تہدید آمیز چٹھی لکھی گئی اور یہ جتلا دیا گیا کہ اگر آپ فوراً بادشاہ سے آکر نہ مل جائیں گے تو آپ پر حملہ کر دیا جائے گا۔

(جیون لال، ص ۱۰۹)

۲۱ رمئی: بادشاہ نے نواب صاحب جھجر کے ایجنٹ غلام نبی خاں کو حکم دیا کہ فوراً جاؤ اور اپنے آقا کو دہلی لے آؤ۔ (جیون لال، ص ۱۱۶)

۲۲ رمئی: آج تین بجے کے قریب نواب صاحب جھجر کے خسر عبدالصمد خاں سو سواروں کے ساتھ آپہنچے۔ (جیون لال، ص ۱۱۷)

۲۴رمئی: جنرل عبدالصمد خاں کے نام پھر احکام جاری ہوئے کہ نواب جھجر کو حاضر کریں۔ (جیون لال،ص ۱۱۸)

۲۵رمئی: محل میں خبر پہنچی کہ جھجر اور باغیوں کے درمیان بمقام رہتک جنگ برپا ہوئی جس میں باغی فتح یاب ہوئے اور یہ کہ وہ اب خزانہ کا کچھ حصہ ساتھ لے کر، جسے انہوں نے لوٹا تھا، واپس آرہے ہیں۔ (جیون لال،ص ۱۱۹)

۵رجون: نواب جھجر کے نام چٹھی لکھی گئی جس کا مضمون یہ تھا کہ جس قدر فوج جمع کر سکتے ہو، اسے لے کر آجاؤ اور بادشاہ کو، جو فقیر کے بھیس میں ہوں گے، قطب صاحب اپنے ساتھ لے جاؤ۔

(جیون لال،ص ۱۳۱)

۸رجون: جھجر سے اطلاع ملی کہ وہاں کی ایک رجمنٹ بگڑ گئی ہے اور اس نے ساول سنگھ کو مارڈالا ہے اور نواب صاحب کو بھی مار ڈالنے کا ارادہ کیا تھا مگر وہ کہیں چھپ گئے ہیں۔

(جیون لال،ص ۱۳۳)

یکم جولائی: نواب بہادر جنگ نے نواب جھجر سے فوج کی تنخواہ ادا کرنے کی غرض سے چھ ہزار روپے قرض لئے۔ (جیون لال،ص ۱۵۱)

۱۲رجولائی: جنرل بخت خاں نے بادشاہ کی خدمت میں عریضہ بھیجا جس میں لکھا تھا کہ فوج کو تنخواہ ادا کرنے کی غرض سے نواب جھجر سے چار لاکھ روپے حاصل کئے جائیں۔ درخواست پر نمبر لگادیا گیا اور نواب کے نام احکام جاری کردیئے گئے۔ (جیون لال،ص ۱۶۷)

۱۳رجولائی: نواب عبدالرحمٰن خاں والی جھجر کے نام خط لکھا گیا جس میں تین لاکھ روپے کا مطالبہ درج تھا۔ خط میں یہ لکھا تھا کہ اگر پانچ لاکھ نہ بھیج سکو تو تین لاکھ تو ضرور بھیج دو اور حکم عدولی کی صورت میں ایک پلٹن کو بھیج دیا جائے گا جس کے اخراجات کا بار نواب مذکور پر پڑے گا۔

(جیون لال،ص ۱۶۹)

۱۵رجولائی: جھجر کے نواب کو پانچ لاکھ روپیہ دینے کو کہا گیا ہے۔

(میگھ راج غداروں کے خطوط،ص ۹۹)

۱۸رجولائی: حسن علی خاں کو حکم دیا گیا کہ نواب جھجر کے نام مراسلہ بھیجا جائے جس میں یہ تحریر کیا جائے کہ بغیر تاخیر کے تین لاکھ روپے بھیج دو۔ (جیون لال،ص ۱۷۳)

۱۹ر جولائی: عظیم رسالدار بادشاہ کے حکم سے جھجر سے روپیہ لانے کے لئے بھیجے گئے۔

(جیون لال،ص ۱۷۵)

۲۰ر جولائی: غلام نبی خاں نے نواب جھجر کی چٹھی پیش کی جس میں لکھا تھا کہ بغاوت برپا ہو جانے کی وجہ سے محاصل جمع کرنا دشوار ہو گیا ہے لیکن میں تین لاکھ روپے بھیجنے کی حتی الامکان کوشش کروں گا۔ (جیون لال،ص ۱۷۶)

۲۱ر جولائی: نواب جھجر کے نام خطوط بھیجے گئے جن میں یہ دھمکی دی گئی تھی کہ اگر روپیہ فوراً روانہ نہ کیا گیا تو شاہی حکم کی تعمیل کرانے کے لئے دوسرے ذرائع اختیار کئے جائیں گے۔

(جیون لال،ص ۱۷۹)

۲۲ر جولائی: عظیم خاں رسالدار نے اطلاع دی کہ نواب جھجر آئندہ بدھ کو تین لاکھ روپیہ بھیج دیں گے۔ (جیون لال،ص ۱۸۲)

شہر میں آج یہ بات معلوم ہوئی کہ انگریزوں نے کوٹھی قاسم کے کلکٹر، اکبر علی والی پاٹودی اور نواب جھجر کو تاکید کر دی ہے کہ اپنی اپنی ریاستوں میں جس قدر لگان وصول کریں گے، اس کی ذمہ داری ان پر عائد ہوگی اور انہیں متنبہ کر دیا گیا کہ آئندہ سے بادشاہ کو مالی امداد نہ دی جائے۔

(جیون لال،ص ۱۸۲)

جھجر کو جو قاصد بھیجا گیا تھا، وہ واپس آ گیا ہے۔ اس پر شک کیا جا رہا ہے کہ وہ اپنے مقصد کی ناکامی کے جواز میں حیلے بہانے تراشے گا۔ (محی الدین......غداروں کے خطوط،ص ۱۰۶)

۲۵ر جولائی: عظیم علی رسالدار نے بادشاہ کی خدمت میں عرضی پیش کی جس کا مفہوم یہ تھا کہ میرے آقا نواب جھجر سے روپیہ کا جو مطالبہ کیا جا رہا ہے، اسے واپس لیا جائے اور کہا کہ ان کے پاس چند ہزار روپیہ موجود ہے، اسے وہ روانہ کر دیں گے۔ کچھ تو چند ہی دن میں آ جائے گا اور باقی بعد کو آئے گا۔ بادشاہ نے عرضی سننے کے بعد حکیم احسن اللہ خاں سے جواب دینے کے لئے کہا۔

(جیون لال،ص ۱۸۵)

۲۸ر جولائی: بادشاہ نے حکم دیا کہ نواب جھجر کے وکیل غلام نبی خاں کو دربار سے نکال دیا جائے، اس لئے کہ ان کے آقا نے مطلوبہ رقم اب تک نہیں بھیجی۔ (جیون لال،ص ۱۹۰)

۲۹ر جولائی: جنرل نے آج حسن علی خاں کو حکم دیا کہ وہ جھجر جائیں اور نواب جھجر سے تین لاکھ روپیہ لائیں ورنہ روپے کی وصولی کے لئے فوج بھیجی جائے گی۔ (جیون لال،ص ۱۹۱)

۵؍ اگست: دوسو سوار جھجر اس غرض سے بھیجے گئے کہ وہاں سے تین لاکھ روپیہ لائیں۔

(جیون لال، ص ۲۰۴)

۹؍ اگست: کل اطلاع ملی تھی کہ باغی فوج کے ایک ہزار سپاہی، پیادہ فوج کے دو رجمنٹ، دو عدد فیلڈ گن اور دو بھاری توپیں جھجر روانہ ہوئی ہیں۔ یہ فوج جھجر کے نواب سے آٹھ لاکھ روپے وصول کرنے کے لئے گئی ہے اور اس کا ارادہ جھجر کے بعد ہانسی کا ہے۔ یہ فوج اب غالباً جھجر میں ہے۔

(رجب علی...... غداروں کے خطوط، ص ۱۲۵)

۱۶؍ اگست: نواب جھجر نے آج ساٹھ ہزار روپے بھیجے اور ساتھ ہی یہ لکھ بھیجا کہ میں نے اپنے علاقے سے مطلوبہ رقم جمع کرنے کی کوشش کی تھی لیکن کامیاب نہیں ہو سکا۔ میں نے ایک لاکھ روپے جمع کر لئے ہیں جن میں سے ساٹھ ہزار تو اب ارسالِ خدمت ہیں اور بقایا چالیس ہزار پندرہ دن کے اندر اندر حاضرِ خدمت کئے جائیں گے۔ آخر میں بادشاہ سلامت سے درخواست کی گئی تھی کہ اپنی دستخطی چٹھی بھیج دیجئے تا کہ میں لوگوں کو بتا سکوں کہ شہر میں جو میری حویلی ہے، اسے خالی کرا دیا جائے اور محمد عظیم کو، جو میرے علاقے میں لوٹ مار کر رہا ہے، واپس بلا لیا جائے اور میری مرضی کے بغیر کسی شخص کو میرے علاقے میں نہ بھیجا جائے۔ آخر میں یہ لکھا تھا کہ میرے قبضے میں جو علاقے ہیں، ان کی حکومت کے بارے میں شاہی فرمان بھیجا جائے۔ عرضی جنرل بخت خاں کے حوالے کر دی گئی۔

(جیون لال، ص ۲۱۹)

نواب جھجر بنام گریٹ ہیڈ: سات دن ہوئے، باغی فوج کی ایک رجمنٹ کا رسالدار شمشیر خاں پچاس سواروں کا ایک دستہ لے کر پاٹودی آیا اور وہاں کے نواب کے سب سے بڑے بیٹے کو، جو والد سے ملنے پاٹودی آیا ہوا تھا، پکڑ لیا اور اس کے عوض تین لاکھ روپے طلب کئے۔ کافی گفت و شنید کے بعد وہ چھ ہزار روپے لینے پر تیار ہو گیا۔ دو ہزار روپے نقد اور چار ہزار روپے نواب کے خاندان کی عورتوں کے زیورات کی صورت میں ادا کر کے نواب نے اپنے بیٹے کو چھڑا لیا۔ بعد ازاں رسالدار نے ایک بندوق اور سونے کے تیس مہرے اور مانگے۔ یہ بھی اسے دے دیئے گئے۔ اس کے باوجود رسالدار نے شہر میں لوٹ مار شروع کر دی جس کی وجہ سے تین افراد ہلاک اور وہاں کا تھانیدار زخمی ہو گیا۔ اس سے بھی اس کی تسلی نہ ہوئی اور اس نے شہر کو آگ لگانی شروع کی۔ یہ دیکھ کر کہ اس کے ظلم اور درندگی کی کوئی انتہا نہ رہی، شہر کے لوگ مقابلے کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے۔ لڑائی میں جو مار دھاڑ ہوئی، اس میں بارہ سوار اور تقریباً اتنے ہی شہری ہلاک ہوئے۔ پاٹودی کا نواب اپنے خاندان کی عورتوں اور

بچوں سمیت پاٹودی سے بھاگ کر جھجر آ گیا۔ نجف گڑھ میں باغیوں کی فوج کے انتقام سے ڈر کر، جو ہانسی روانہ ہونے والی تھی، وہ جھجر سے کرنال چلا گیا اور اب وہیں ہے۔

پاٹودی کے نواب نے بادشاہ کو دو درخواستیں بھیجی تھیں۔ ایک جب اس کا لڑکا اغوا کیا گیا تھا، دوسری جب انہوں نے تباہی مچانی شروع کی تھی۔ ان دونوں درخواستوں میں اس نے بادشاہ اور دونوں جرنیلوں کو تمام حالات سے آگاہ کیا تھا۔ بادشاہ نے اس رسالدار کے متعلق لاعلمی ظاہر کی اور کہا کہ نواب کو چاہیے کہ وہ اسے کچھ نہ دے اور شہر سے نکال دے۔ جرنیلوں نے اس شکایت کی تفتیش کے لئے ایک کمیٹی مقرر کی جس کی رپورٹ کا ابھی انتظار ہے۔ جہاں تک جھجر کا تعلق ہے، خود بادشاہ نے پچھلے ماہ پانچ لاکھ روپے ادھار لینے کے لئے چار یا پانچ مرتبہ میرے پاس قاصد بھیجے اور ہر قاصد کے ساتھ نو یا دس سوار ہوتے تھے۔ میں جتنا عرصہ ان کو نظر بند رکھ سکتا تھا، رکھا۔ آخر تقریباً چھ دن ہوئے لکھنؤ کی رجمنٹ کے دو دستے ایک اور خط لے کر آئے جس میں مجھے اپنی تمام فوج لے کر نذرانے کے ساتھ دربار میں حاضر ہونے کے لئے کہا گیا تھا۔ ان فوجیوں نے مجھے خوفزدہ کیا اور میرے فوجیوں کو بغاوت کی ترغیب دی۔ آخر تنگ آ کر میں نے اپنی فوج کے افسروں کو بلایا اور ان کی رائے پوچھی۔ ان میں سے کچھ نے کہا کہ انہیں بادشاہ کی مدد کے لئے دہلی جانا چاہیے۔ دوسروں نے رائے دی کہ ان کی ذمہ داری جھجر کی حفاظت کرنا ہے۔ میں نے ان سے کہا کہ اتنی چھوٹی سی فوج سے باغی فوج کو کوئی فائدہ نہ ہوگا اور ان سے جھجر سے نہ جانے کی التجا کی۔ بالآخر میں ان کی جھجر سے روانگی ملتوی کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ اب کیولری کے دو نئے دستے یہاں آ پہنچے ہیں۔ میں ان کے ساتھ بھی احتجاج اور وعدے کر کے ٹال مٹول کرتا رہا اور ان کو جھجر چھوڑ کر ہانسی جانے والی فوج میں شامل ہونے پر آمادہ کر لیا، البتہ میری فوج کے کچھ سپاہی ان کے ساتھ جانے پر آمادہ ہو گئے۔ آخر مجبور ہو کر مجھے ان کو ساٹھ ہزار روپے دینے پڑے اور وعدہ کیا کہ چالیس ہزار روپے میں ان کو پندرہ دن کے اندر بھیج دوں گا۔ میں نے اپنی فوج کو ان کے ساتھ بھیجنے سے انکار کر دیا کیونکہ مجھے اپنے محلوں کی حفاظت کے لئے اس کی ضرورت تھی۔ میرے لئے یہ رقم دیئے بغیر کوئی چارہ نہ تھا۔ میں یہ ضروری سمجھتا ہوں کہ آپ کو اور دوسرے کمانڈروں کو ان تمام حالات سے آگاہ کروں۔ مجھے اپنی مہر لگانے کی مہلت نہیں، اس لئے اس خط پر صرف اپنے دستخط کر دیئے ہیں۔ (غداروں کے خطوط، ص ۱۳۳، ۱۳۷)

۱۷ اگست: انفنٹری کی تین رجمنٹ، کیولری کی ایک رجمنٹ اور ریگولر فوج کی ایک رجمنٹ ہارس آرٹلری کے ساتھ ۱۰ اگست کو جھجر پہنچیں۔ انہوں نے وہاں کے نواب سے تین لاکھ روپے

وصول کرنے کے بعد پاٹودی کے نواب کو بھی لوٹ لیا۔

(صلاح الدین تحصیلدار.....غداروں کے خطوط، ص ۱۳۹)

۱۸راگست: جھجر کے نواب نے بادشاہ کو خط بھیجا ہے کہ وہ ایک لاکھ روپے سے زیادہ نہیں دے سکتا، وہ بھی اس وعدے پر کہ آئندہ اسے مزید رقم کے لئے تنگ نہ کیا جائے۔ وہ تیس ہزار روپے نقد ادا کرنے کو تیار ہے اور بقیہ ستر ہزار روپے، جب اس کی جائداد اسے واپس کی جائے گی تو ادا کرے گا۔

(غداروں کے خطوط، ص ۱۴۰)

۲۱راگست: احمد علی رسالدار جھجر سے لوٹ آئے اور آکر شکایت کی کہ میں حسب الارشاد نواب کے پاس روپے کے لئے گیا تھا، لیکن میں ابھی وہیں تھا کہ ایک خط موصول ہوا جو بظاہر بادشاہ کی طرف سے لکھا گیا تھا اور جس میں تحریر تھا کہ روپیہ احمد علی کو نہ دیا جائے۔ بادشاہ نے انکار کیا کہ میں نے اس قسم کی کوئی چٹھی نہیں بھیجی لیکن اتنا تسلیم کیا کہ پاٹودی کے رئیس کے نام اس قسم کی چٹھی بھیجی گئی ہے۔

(جیون لال، ص ۲۲۵)

۲۲راگست: احمد علی خاں رسالدار نے بادشاہ سے پوچھا کہ نواب جھجر نے جو وعدہ کیا ہے اس کے متعلق کیا ارشاد ہوتا ہے؟ جواباً اسے حکم دیا گیا کہ جاکر روپیہ وصول کرلاؤ اور اگر روپے کی ادائیگی عمل میں نہ آئی تو اس صورت میں نواب کے قلعہ پر حملہ کرنے کے لئے فوج روانہ کی جائے گی۔

(جیون لال، ص ۲۲۶)

۲۳راگست: ایک سو سوار اور پیدل سپاہیوں کا ایک دستہ جھجر روپیہ لانے کی غرض سے بھیجا گیا۔ (جیون لال، ص ۲۲۷)

۲۴راگست: شہزادہ طالع صاحب ایک سو سواروں کو لے کر آج جھجر روانہ ہوئے تاکہ وہاں کے نواب سے رقم نکلوا سکیں۔ (گوری شنکر غداروں کے خطوط، ص ۱۵۲)

۲۸راگست: حکیم ناصر علی خاں کے صاحبزادے حکیم محمد علی خاں شریک دربار ہوئے اور چار روپے بطور نذر پیش کئے۔ انہوں نے بادشاہ سے بیان کیا کہ جس رسالدار کو روپیہ لینے کی غرض سے جھجر بھیجا گیا تھا، وہ اپنے ساتھ ایک بدمعاش قلندر بخش کو بھی لے گیا تھا جس نے نواب صاحب سے ایسی سخت کلامی کی کہ وہ ناراض ہو گئے اور روپیہ دینے سے انکار کر دیا۔ انہوں نے رائے دی کہ کسی قابل عزت امیر دربار کو بھیجا جائے تاکہ اسے روپیہ دے دیا جائے۔ بادشاہ نے مرزا خدا بخش کو بھیجا اور ساتھ ہی اپنی دستخطی چٹھی بھی بھیجی۔ (جیون لال، ص ۲۳۲-۲۳۳)

۳ر ستمبر: جو رسالدار قلندر بخش کی ہمراہی میں جھجر بھیجے گئے تھے، وہ خالی ہاتھ واپس آ گئے کہ نواب نے ایک کوڑی نہیں دی۔ (جیون لال، ص ۲۴۲)

۴ر ستمبر: انگریزوں نے نواب جھجر کو ۲۰۸۰ لوہار بھیجنے کے لئے لکھا تھا جس کی تعمیل کر دی گئی۔ (جیون لال، ص ۲۴۵)

۶ر ستمبر: کچھ دن ہوئے، ایک شہزادے کو پچاس سواروں کے ساتھ جھجر سے رقم لانے کے لئے بھیجا گیا تھا۔ اب مرزا خدا بخش ایک اور پیغام لے کر روانہ ہوا ہے جس میں کہا گیا ہے کہ رقم شہزادے کی بجائے ان کو دی جائے۔ ساٹھ ہزار روپے کی یہ رقم ابھی تک یہاں نہیں پہنچی۔

(تراب علی...... غداروں کے خطوط، ص ۱۷۴)

والیٔ پاٹودی (نواب اکبر علی خاں)

۱۹ر مئی: نواب اکبر علی خاں والی پاٹودی کے پاس سے ایک عریضہ موصول ہوا جس میں انہوں نے حاضری سے معذوری ظاہر کی تھی۔ انہیں حکم ملا کہ جس قدر جلد ممکن ہو، دربار میں حاضر ہو جاؤ۔ (جیون لال، ص ۱۱۴)

۳ر اگست: مجھے اطلاع دی گئی کہ اکبر خاں والی پاٹودی بھیس بدل کر شہر میں آئے ہوئے ہیں۔ (جیون لال، ص ۱۹۹)

۹ر اگست: بادشاہ کے پیرزادہ میاں کالے صاحب کے صاحبزادے نظام الدین دربار میں آئے اور محمد علی اکبر خان سے کہا کہ پاٹودی میں پچاس سوار اس غرض سے پہنچے ہیں کہ تین لاکھ روپیہ وصول کر کے بادشاہ کو دیں، اور یہ کہ ان سواروں نے روپیہ وصول کرنے کی غرض سے نواب کے لڑکے کو گرفتار کر کے قید میں ڈال دیا ہے۔ بادشاہ نے جواب دیا کہ میں نے انہیں روپیہ وصول کرنے کی غرض سے نہیں بھیجا، انہیں سخت سزا ملنی چاہیے۔ (جیون لال، ص ۲۱۱۔۲۱۲)

۱۳ر اگست: محمد اکبر علی خاں کے پاس سے ایک عریضہ موصول ہوا جس میں یہ شکایت درج تھی کہ سپاہی مجھے بہت دق کر رہے ہیں۔ بادشاہ نے جواب دیا کہ تم نے اپنے سپاہیوں کو قتل کرنے میں غلطی کی۔ تمہیں اپنے علاقے پر حکومت کرنے کا اختیار حاصل ہے، تم حکومت کئے جاؤ۔

(جیون لال، ص ۲۱۵)

۱۶ر اگست: باغی سواروں کا ایک دستہ پاٹودی گیا اور نواب سے چند ہزار روپے اینٹھے لیکن

بعد میں شہر میں لوٹ مار کی کوشش کی مگر شہریوں نے انہیں مار مار کر بھگا دیا۔ بادشاہ نے ان کی اس کارروائی سے لاتعلقی کا اظہار کیا ہے۔ (گریٹ ہیڈ...... غداروں کے خطوط، ص ۱/۴۶۷)

نواب پاٹودی بنام انگریز افسران: آج کل رسالدار شمشیر علی خاں چالیس سواروں کے ساتھ، جس کی پلٹن کا نام معلوم نہیں، یہاں آیا ہوا ہے۔ اس نے میرے سب سے بڑے بیٹے محمد تقی علی خاں کو کسی بہانے سے بلوا کر قید کر لیا اور اس کو رہا کرنے کے لئے تین لاکھ روپے کا مطالبہ کیا۔ کافی گفت وشنید کے بعد وہ نقدی اور زیوارت کی صورت میں ساٹھ ہزار روپے دے کر رہا کرایا گیا۔ اس کے بعد رسالدار نے میری جائداد پر ہاتھ ڈالنے شروع کر دیئے اور پاٹودی کے لوگوں کو لوٹنے اور قتل کرنے لگا۔ میں نے مشورے اور مدد کے لئے جھجر کے نواب کو لکھا۔ نواب کے وزیر کی اطلاع کے مطابق میرے رشتہ داروں اور شہریوں نے ان باغیوں کا مقابلہ کیا جس کی وجہ سے دس سوار اور ہمارے سات یا آٹھ آدمی زخمی ہوگئے۔ باغیوں سے ڈر کر میں جھجر چلا آیا اور نواب کے مشورے پر عمل کرتے ہوئے میں کرنال چلا آیا۔ میرے پاٹودی سے روانہ ہونے کے فوراً بعد قرب وجوار کے لوگوں نے میری جائداد لوٹ لی۔ اب میں دوبارہ جھجر آ گیا ہوں اور امیدوار ہوں کہ آپ کی عنایت اور مدد کے ساتھ دوبارہ اپنی گدی حاصل کر سکوں گا۔ جھجر کا نواب سرکار کا بہی خواہ ہے اور ہمیشہ سرکار کے حکم کی تعمیل کے لئے تیار رہتا ہے۔ میں خود بھی آپ کا تابعدار ہوں۔ (غداروں کے خطوط، ص ۱۴۹)

باب سوم

متفرقات

متفرقات

مولوی فضل حق خیر آبادی کی شرکت

۱۶ راگست: مولوی فضل حق شریکِ دربار ہوئے۔ انہوں نے اشرفی نذر میں پیش کی اور صورتِ حالات کے متعلق بادشاہ سے گفتگو کی۔ (جیون لال، ص ۲۱۷)

۱۸ راگست: مولوی فضل حق الور کے راجہ کی ملازمت چھوڑ کر دہلی آ گیا ہے۔

(غداروں کے خطوط، ص ۱۴۱)

مولوی فضل حق نے اطلاع دی کہ انگریزی اخبارات لکھ رہے ہیں کہ شہر پر قبضہ ہو جانے کے بعد باشندوں کا قتلِ عام کیا جائے گا، شہر کو مسمار کر دیا جائے گا اور بادشاہ کے گھرانے میں ایک بھی آدمی ایسا نہ چھوڑا جائے گا جو بادشاہ کا نام لے یا اسے پانی کا ایک قطرہ بھی دے سکے۔ اس کے بعد مولوی نے کہا کہ حضور کو مناسب ہے کہ سپاہیوں کو ترغیب دے کر انگریزوں کے مقابلے سے روک دیا جائے کیونکہ وہ کسی نوع انگریزوں پر فتح نہیں پا سکتے۔ بادشاہ نے جواب دیا کہ اپنی افواج کو لڑانے کے لئے لے جاؤ اور انگریزوں کے خلاف لڑاؤ۔ مولوی نے جواباً کہا کہ افسوس تو اسی بات کا ہے کہ سپاہی ان کا کہا نہیں مانتے جو اُن کو تنخواہ دینے کے ذمہ دار نہیں ہیں۔ بادشاہ نے جواب دیا کہ اچھا، تو اپنی فوج کو محاصل جمع کرنے کے کام پر لگا دو۔ (جیون لال، ص ۲۲۰)

جب بادشاہ دربار کرنے کے بعد اپنے کمرۂ خاص میں تشریف لے گئے تو مولوی فضل حق، نواب احمد علی خاں بہادر، بدھا صاحب اور مرزا خیر سلطان بہادر نے تحریری احکام دیئے جو مفصلہ ذیل ہیں:

۱۶۔ بنام حسن بخش عرض بیگی۔ ضلع علی گڑھ کی آمدنی وصول کرنے کے لئے مولوی فضل حق کی موجودگی میں لکھا گیا......

۱۷۔ بنام فیض محمد۔ اسے ضلع بلند شہر و علی گڑھ کی آمدنی وصول کرنے پر مقرر کیا گیا ہے۔ حسب

ہدایت مولوی فضل حق تحریر کیا گیا......

۲۶۔ بنام مولوی عبدالحق خاں۔ ضلع گوڑگانوہ کی مال گزاری آمدنی وصول کرنے کا انتظام کیا جائے۔ حسبِ ہدایت مولوی فضل حق لکھا گیا جن کا بھتیجا گوڑگانوہ جائے گا۔

(مکند لال......غدر کے فرمان، ص ۱۲۸۔۱۲۹)

۱۹/اگست: عبدالحق خاں (خلف مولوی فضل حق) اور مولوی فیض احمد لگان وصول کرنے کی غرض سے گوڑگانوہ گئے۔ (جیون لال، ص ۲۲۲)

۲۵/اگست: ایک ہفتے سے مولوی فضل حق الور سے یہاں آئے اور تخریب زبانی عداوت سرکار شریک کورٹ کے ہوئے اور بیٹا ان کا ناظم سہارن پور مقرر ہوا۔ (تراب علی......غداروں کے خطوط، ۱۵۳)

۲۸/اگست: مولوی فضل حق جب سے دہلی سے آیا ہے، شہریوں اور فوج کو انگریزوں کے خلاف اکسانے میں مصروف ہے۔ وہ کہتا پھرتا ہے کہ اس نے آگرہ گزٹ میں برطانوی پارلیمنٹ کا ایک اعلان پڑھا ہے جس میں انگریزی فوج کو دہلی کے تمام باشندوں کو قتل کر دینے اور پورے شہر کو مسمار کر دینے کے لئے کہا گیا ہے۔ آنے والی نسلوں کو یہ بتانے کے لئے کہ یہاں دہلی کا شہر آباد تھا، شاہی مسجد کا صرف ایک مینار باقی چھوڑا جائے گا......مولوی فضل حق کے کہنے پر شہزادے اب حملہ کرنے والی فوج کے ساتھ محاذ پر جاتے ہیں اور عموماً سبزی منڈی کے پل پر لڑتے ہیں۔

(تراب علی......غداروں کے خطوط، ص ۱۵۹)

۳۰/اگست: ......اگر آپ مرزا الٰہی بخش کو اس کے خط کا جواب دے دیں تو وہ اس مقصد کے لئے اپنا اثر و رسوخ استعمال کرے گا اور مولوی فضل حق اور دوسرے باغیوں کو شہر سے باہر نکال دے گا۔ (تراب علی......غداروں کے خطوط، ص ۱۶۴)

یکم ستمبر: (جنگی مشاورتی) کونسل میں دہلی کی ہر رجمنٹ کے پانچ پانچ سپاہی اور مولوی فضل حق بھی شامل ہیں۔ (تراب علی......غداروں کے خطوط، ص ۱۷۰)

احسن اللہ خاں کا عدالتی بیان: زمینداران گوڑگانوہ نے بادشاہ کو ایک درخواست ارسال کی جس میں بدنظمی کا ذکر کر کے التجا کی تھی کہ کوئی افسر نظم و نسق کے لئے وہاں مقرر کیا جائے۔ مولوی فضل حق نے، جو الور سے آئے تھے، اپنے بھانجے کی......سفارش کی کہ وہ وہاں مقرر کر دیا جائے کیونکہ گورنمنٹ برطانیہ کے دورِ حکومت میں وہ اسی ضلع میں مقرر تھا۔ چنانچہ یہ شخص ضلع دار مقرر کیا گیا۔

(مقدمہ بہادر شاہ ظفر، ص ۲۵۶)

احسن اللہ خاں کی یادداشت: دوسرے روز مولوی فضل حق آئے اور نذر پیش کی۔ وہ باغی فوج کی بڑے زور شور سے تعریف کر رہے تھے۔ انہوں نے بادشاہ سے کہا، ''اب وقت کا تقاضا ہے کہ باغیوں کو رقم اور سامانِ رسد کی مدد پہنچائی جائے تاکہ انہیں کچھ سہارا ہو۔'' بادشاہ نے کہا، ''رقم کہاں ہے؟ رہا رسد کا تو وہ پہنچی تھی مگر ناکافی تھی اور اس کی وجہ سے ان باغیوں کا عوام کے ساتھ غلط رویّہ ہے۔'' مولوی صاحب نے کہا، ''حضور کے تمام ملازمین نااہل ہیں۔ دُور اور قریب کے تمام حکمرانوں سے رقم کا مطالبہ کرنے کی اجازت دیجئے اور کسی ہوشیار آدمی کو رسد کی فراہمی پر مامور کرنے دیجئے۔ میرے لڑکے (مولوی عبدالحق) اور دیگر اعزہ تحصیل کا کام انجام دیں گے اور رسد بھی فراہم کریں گے۔'' بادشاہ نے جواب دیا، ''آپ تو یہیں ہیں، آپ انتظام سنبھالئے۔'' مولوی صاحب نے جواب دیا، ''میرے بھتیجے اور دوسروں کو گوڑگانوہ کی تحصیلداری اور کلکٹری کا پروانہ تقرر جاری کیا جائے، وہ سب انتظام کرلیں گے اور الور، جھجر، بلب گڑھ اور پٹیالہ کے راجاؤں کے نام بھی پروانے جاری کیجئے۔ پٹیالہ کا راجہ اگرچہ انگریزوں سے ملا ہوا ہے لیکن اگر دوستانہ مراسلت کی جائے تو وہ ساتھ آجائے گا۔'' بادشاہ نے بتایا کہ پیرزادہ ابوالسلام کی درخواست پر بخت خاں نے راجہ پٹیالہ کو ایک پروانہ بھیج دیا ہے مگر ابھی تک اس کا جواب نہیں آیا۔ مولوی صاحب نے کہا، ''میں اپنے بھائی (فضل عظیم) کو، جو راجہ کے یہاں ملازم ہیں، لکھوں گا کہ وہ جلد جواب بھجوائیں۔''

مولوی صاحب جب بھی بادشاہ کے پاس آتے، بادشاہ کو مشورہ دیتے کہ جہاد کی مہم میں اپنی رعایا کی ہمت افزائی کریں اور ان کے ساتھ باہر بھی نکلیں، فوجی دستوں کو جس حد تک ممکن ہو، بہتر معاوضہ دیں ورنہ اگر انگریز جیت گئے تو صرف خاندانِ تیموریہ بلکہ تمام مسلمان نیست و نابود ہو جائیں گے۔ (احسن اللہ خاں کی یادداشتیں، بحوالہ ''فضل حق خیرآبادی اور سن ستاون'' ص ۸۴ تا ۸۵)

انگریز کمشنر کی تجویز: یہ تو ظاہر ہے کہ ملزم (مولوی فضل حق) بہت قابل آدمی ہے لیکن...... اس نے بے ایمانہ ہوس یا مذہب تعصب کے باعث باغیوں سے اپنا رشتہ جوڑا اور ان کا مشیر بن گیا۔ وہ خطرناک ترین آدمی ہے جو کسی وقت بھی بے حد نقصان پہنچا سکتا ہے اور اس لئے انصاف اور امنِ عامہ کا تقاضا ہے کہ اسے ملک بدر کر دیا جائے...... ایسے شخص کو سخت ترین سزا ملنی چاہیے اور اسے خاص طور پر ہندوستان سے خارج کر دینا چاہیے۔

(بحوالہ ''مولانا فضل حق خیرآبادی ایک تحقیقی مطالعہ'' ص ۱۲۴)

ولیم ہنٹر کا بیان: موجودہ ہیڈ (سربراہ کلکتہ کالج) مولوی (عبدالحق) اس عالم دین نے

صاحبزادے ہیں جن کو ۱۸۵۷ء کے غدر نے نمایاں کیا تھا اور جنہوں نے اپنے جرموں کا خمیازہ اس طرح بھگتا تھا کہ بحرِ ہند کے ایک جزیرہ میں تمام عمر کے لئے جلاوطن کر دیئے جائیں۔ اس ''غدار'' عالمِ دین کا کتب خانہ، جس کو حکومت نے ضبط کرلیا تھا، اب کلکتہ کالج میں موجود ہے۔

(ہمارے ہندوستانی مسلمان، ص ۲۸۱)

عدالت میں بہادر شاہ کا تحریری بیان

۹ رمارچ ۱۸۵۸ء: اصل حقیقت یہ ہے کہ غدر کے روز کی مجھے پہلے سے خبر نہیں تھی۔ آٹھ بجے کے قریب باغی سوار دفعتاً آ گئے اور محل کی کھڑکیوں کے نیچے شور وغل مچانے لگے۔ انہوں نے کہا کہ وہ انگریزوں کو قتل کر کے میرٹھ سے آئے ہیں اور اپنے ایسا کرنے کا یہ عذر پیش کیا کہ ان سے گائے اور سؤر کی چربی سے بنے ہوئے کارتوسوں کو منہ میں رکھ کر دانتوں سے کاٹنے کے لئے کہا گیا تھا جو سراسر ہندو اور مسلمانوں کے دھرم کو ستیاناس کرنا تھا۔ میں نے یہ سن کر قلعہ کے دروازے بند کرادیئے اور فی الفور قلعہ دار (کپتان ڈگلس) کو اس امر کی اطلاع پہنچادی۔ وہ خبر سنتے ہی خود میرے پاس آئے اور جہاں باغی جمع تھے، جانا چاہا اور دروازہ کھول دینے کی درخواست کی۔ میں نے انہیں اس ارادہ سے باز رکھا۔ بہرکیف جب دروازہ نہ کھولنے دیا تو وہ اوپر آ گئے اور برآمدہ میں کھڑے ہو کر سپاہیوں سے کچھ کہا جسے سنتے ہی وہ لوگ چلے گئے۔ اس کے بعد قلعہ دار یہ کہہ کر کہ وہ ہنگامہ کو روکنے کا بندوبست کریں گے، میرے پاس سے چلے گئے۔ کچھ دیر بعد مسٹر فریزر نے دو توپوں کے لئے اور قلعہ دار نے دو پالکیوں کے لئے خبر بھیجی اور کہا کہ ان کے پاس دو لیڈیاں ٹھہری ہوئی ہیں اور وہ چاہتے ہیں کہ انہیں محل سرا میں پہنچا دیا جائے۔ میں نے دو پالکیاں روانہ کیں اور حکم دے دیا کہ توپیں بھی بھیج دی جائیں۔ اس کے بعد میں نے سنا کہ پالکیاں ابھی پہنچنے نہ پائی تھیں کہ مسٹر فریزر، قلعہ دار اور وہ لیڈیاں سب کے سب قتل کر دیئے گئے۔ اسے زیادہ دیر نہیں ہوئی تھی کہ باغی سپاہ دیوانِ خاص میں گھس آئی، عبادت خانہ میں بھی ہر طرف پھیل گئی اور مجھے چاروں طرف سے گھیر کر پہرہ متعین کر دیا۔ میں نے ان کا مطلب دریافت کیا اور چلے جانے کے لئے کہا جس کے جواب میں انہوں نے خاموش کھڑے رہنے کو کہا، اور کہا کہ جب انہوں نے اپنی زندگیوں کو خطرہ میں ڈالا ہے تو اب اپنی طاقت کے موافق

سب کچھ کر کے چھوڑیں گے۔ خوف کھا کر کہ کہیں میں قتل نہ کر دیا جاؤں، میں نے منہ سے اُف تک نہ کی اور چپ چاپ اپنے کمرہ میں چلا گیا۔

شام کے وقت یہ نمک حرام کئی انگریز مرد و عورت کو گرفتار کر کے لائے جنہیں انہوں نے میگزین میں پکڑا تھا اور ان کے قتل کا قصد کرنے لگے۔ میں نے باز رہنے کی درخواست کی۔ اس وقت تو میں انگریزوں کی جان بچانے میں کامیاب ہو گیا مگر باغی سپاہیوں نے انہیں اپنی ہی زیرِ حراست رکھا۔ متواتر دو موقعوں پر انہوں نے انگریزوں کے قتل کا قصد کیا۔ میں نے منت سماجت کر کے باز رکھا اور قیدیوں کی جانیں بچالیں۔ آخری وقت اگرچہ میں مفسد بلوائیوں کو حتی المقدور باز رکھنے کی کوشش کرتا رہا مگر انہوں نے میری طرف مطلق التفات نہیں کیا اور ان بیچاروں کو قتل کرنے باہر لے گئے۔ میں نے اس قتل کے لئے کچھ بھی حکم نہیں دیا۔ مرزا مغل، مرزا خیر سلطان، مرزا ابوبکر اور میرا ایک خاص مصاحب بسنت سپاہ سے مل گئے تھے۔ انہوں نے شاید میرا نام لیا ہو لیکن مجھے علم نہیں کہ انہوں نے کیا کہا، نہ میں یہ جانتا ہوں کہ میرے خاص مصاحبین میرے حکم سے سرتابی کر کے قتل میں شریک ہوئے ہوں۔ اگر انہوں نے ایسا کیا تو وہ مرزا مغل سے مرعوب ہو کر گزرے ہوں گے۔ نیز قتل کے بعد تک مجھے اس کے متعلق کسی نے خبر نہیں دی۔ بعض گواہان نے شہادت میں میرے ملازمین کا مسٹر فریزر اور قلعہ دار کے قتل میں شریک رہنا بیان کیا ہے۔ میں اس کا بھی وہی جواب دیتا ہوں یعنی میں نے انہیں ایسا کرنے کا حکم نہیں دیا۔ اگر انہوں نے ایسا کیا تو اپنی آزاد مرضی سے کیا۔ مجھے اس کا بھی علم نہیں اور یہ بات بھی مجھے نہیں بتائی گی۔ میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ جو میرا گواہ ہے کہ میں نے مسٹر فریزر یا اور کسی انگریز کے قتل کا حکم نہیں دیا۔ مکندلال و دیگر گواہان نے کہا ہے کہ میں نے حکم دیا ہے، غلط کہا ہے۔ مرزا مغل و مرزا خیر سلطان نے احکام دیئے ہوں تو تعجب نہیں کیونکہ وہ سپاہ سے مل گئے تھے۔

بعد ازاں فوجیں مرزا مغل، مرزا خیر سلطان اور مرزا ابوبکر کو میرے سامنے لائیں اور کہا کہ ہم انہیں اپنا افسر بنانا چاہتے ہیں۔ میں نے ان کی درخواست رد کر دی لیکن سپاہ ضد کرنے لگی اور مرزا مغل غصہ ہو کر اپنی والدہ کے مکان میں چلا گیا تو میں سپاہیوں کے خوف سے ساکت رہ گیا اور پھر طرفین کی رضامندی سے مرزا مغل کمانڈر انچیف افواج مقرر ہوا۔ میری مہر کے ثبت شدہ اور دستخط کئے ہوئے احکام کی نسبت معاملہ کی اصل حالت یہ ہے کہ جس روز سے سپاہ آئی، انگریزی افسروں کو قتل کیا اور مجھے مقید کر لیا، میں ان کے اختیار میں رہا جیسا کہ اب ہوں۔ تمام کاغذات جو مناسب سمجھتے، میرے پاس لاتے اور مجھے مہر ثبت کرنے پر مجبور کرتے۔ بسا اوقات احکام کے مسودے لاتے اور میرے سیکرٹری

سے انہیں صاف کرواتے۔ کبھی اصلی کاغذات لاتے اور ان کی نقلیں دفتر میں رکھ دیتے، اس لئے کئی خطوط اور مختلف تحریریں روئیداد کی فائل بن گئی ہیں۔ بارہا انہوں نے خالی لفافوں پر مہر ثبت کرالی ہے۔ نہیں معلوم کہ ان میں انہوں نے کون سے کاغذات بھیجے اور کہاں بھیجے۔

عدالت میں ایک درخواست پیش ہوئی ہے جو مکند لال کی طرف سے کسی گمنام شخص کے نام ہے جس میں ایک روز کے جاری شدہ احکام کی تفصیل دی ہوئی ہے۔ اس فہرست میں صاف مرقوم ہے کہ اتنے احکام اس کی ہدایت سے لکھے گئے ہیں اور اتنے احکام اس کی ہدایت سے، لیکن کہیں میری ہدایت سے لکھے ہوئے ایک حکم کا بھی حوالہ نہیں ہے۔ پس اس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ بدون میرے حکم کے جس نے جتنے احکام چاہے، لکھ لئے اور مجھے ان کے خلاصہ تک سے اطلاع نہیں کی جاتی تھی۔ میں اور میرا سیکرٹری جان کے خوف سے کسی معاملہ میں کچھ نہیں کہتے تھے۔ ٹھیک یہی حالت ان درخواستوں کی بھی ہے جن پر میری دستی مہر ہے۔ جب سپاہی یا مرزا مغل یا مرزا خیر سلطان یا مرزا ابوبکر کو کچھ لکھوانا ہوتا تو وہ درخواستیں لے آتے اور افسرانِ فوج کو بھی ہمراہ لاتے اور احکام لکھنے کے لئے مجھے مجبور کرتے تھے۔ وہ میرے سنانے کے لئے اکثر کہا کرتے تھے، تاکہ میں ان سے مرعوب ہو کر ان کی خواہشات کی تعمیل کر دیا کروں، کہ وہ جو اُن کی خواہشات کی تعمیل نہ کرے گا، اپنی حالت کے موافق سزا پائے گا۔ علاوہ ازیں میرے ملازموں پر انگریزوں کے پاس خط بھیجنے اور سازش کرنے کی تہمت لگایا کرتے تھے۔ علی الخصوص حکیم احسن اللہ خاں، محبوب علی خاں اور ملکہ زینت محل پر سازش کا الزام لگایا جاتا تھا اور کہا جاتا تھا کہ اب اگر ایسا معلوم ہوا تو ہم ان کو مار ڈالیں گے۔ اسی طرح ایک روز حکیم صاحب کا مکان لوٹ لیا اور بہ ارادہ قتل انہیں مقید کر لیا تھا۔ بہ ہزار دشواری اور میری منتیں کرنے پر اپنے ارادہ سے باز رہے لیکن پھر بھی حکیم صاحب کو قید رکھا۔ اس کے بعد میرے دیگر ملازموں کو گرفتار کر لیا، مثلاً شمشیر الدولہ والد ملکہ زینت محل وغیرہ کو۔ نیز انہوں نے کہا کہ وہ مجھے معزول کر کے میری جگہ مرزا مغل کو بادشاہ بنائیں گے۔ پھر یہ معاملہ سنجیدگی و انصاف سے قابلِ غور ہے کہ میرے پاس کسی قسم کی کون سی طاقت تھی یا ان کو خوش رکھنے کا کون سا سبب میرے پاس تھا؟ افسرانِ فوج یہاں تک سر چڑھ گئے تھے کہ ملکہ زینت محل کا مطالبہ کرتے تھے کہ میں ان کو ان کے حوالہ کر دوں تاکہ وہ انہیں قید میں رکھیں۔ اور کہا کہ ملکہ نے انگریزوں سے دوستانہ تعلقات قائم کئے ہیں۔ پھر اگر مجھے پوری طاقت یا اختیار ہوتا تو کیا میں حکیم احسن اللہ خاں اور محبوب علی خاں کو مقید ہونے دیتا یا حکیم صاحب کے مکان کو لٹتا ہوا دیکھتا؟ باغی سپاہ نے ایک کورٹ قائم کیا تھا جہاں تمام معاملات طے ہوتے تھے۔ اور جن معاملات کو وہاں طے کیا جاتا تھا، انہیں یہ کونسل

اختیار کرتی تھی، لیکن میں نے کبھی ان کی کانفرنس میں شرکت نہیں کی۔ انہوں نے اس طرح بدوں میری مرضی یا خلافِ حکم صرف میرے ملازموں ہی کو نہیں لوٹا بلکہ کئی محلوں کو لوٹ لیا۔ چوری کرنا، قتل کرنا، قید کرنا ان کے بائیں ہاتھ کا کھیل تھا اور جو جی چاہتا تھا، کر گزرتے تھے۔ جبراً معزز اہلِ شہر سے اور تجار سے جتنی رقم چاہتے، وصول کرتے تھے اور یہ مطالبات اپنے ذاتی اغراض کے لئے کرتے تھے۔

جو کچھ گزرا ہے، وہ سب مفسدہ پرداز فوج کا کیا دھرا ہے۔ میں ان کے قابو میں تھا اور کر کیا سکتا تھا؟ وہ اچانک آپڑے اور مجھے قیدی بنالیا۔ میں لاچار تھا اور دہشت زدہ۔ جو انہوں نے کہا، میں نے کیا وگرنہ انہوں نے مجھ کبھی کا قتل کر ڈالا ہوتا۔ یہ سب کو معلوم ہے۔ مجھے ایسی مایوسی ہوئی تھی کہ زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھا تھا جبکہ میرے ماتحت عہدیداروں کو بھی جانبری کی امید نہیں تھی، اسی لئے میں نے فقیری کا تہیہ کر لیا تھا اور گیروے رنگ کی صوفیانہ پوشاک پہننی شروع کر دی تھی۔ پہلے قطب صاحب کی درگاہ، وہاں سے اجمیر شریف اور اجمیر شریف سے بالآخر مکہ معظمہ جانے کا عزم تھا لیکن فوج نے مجھے اجازت نہیں دی۔ جس نے میگزین وخزانہ لوٹا، یہ سپاہ ہی تھی جس نے جو چاہا کیا۔ میں نے کسی سے کچھ نہیں کہا، نہ ان لوگوں نے لوٹ کا کچھ مال مجھے لاکر دیا۔ ایک دن یہی لوگ ملکہ زینت محل کا مکان لوٹنے کی نیت سے گئے تھے مگر دروازہ توڑنے میں کامیاب نہ ہو سکے۔ اب غور کرنا چاہیے کہ اگر وہ میرے ماتحت ہوتے یا میں ان کی سازش میں شریک ہوتا تو یہ باتیں کیونکر ظہور پذیر ہوتیں؟ اس سب کے ساتھ یہ بھی قابلِ غور ہے کہ کوئی شخص غریب ترین انسان کی عورت کا مطالبہ بھی یوں نہیں کرتا ہے کہ ''لاؤ اسے مجھے دے دو، میں قید کروں گا۔''

حبشی قنبر کی نسبت یہ ہے کہ اس نے مجھ سے حج کرنے اور مکہ شریف جانے کی رخصت لی تھی۔ میں نے اسے ایران روانہ نہیں کیا، نہ میں نے شاہِ ایران کو کوئی خط بھیجا۔ یہ قصہ کسی نے غلط مشہور کیا ہے۔ محمد درویش کی درخواست میری دستاویز نہیں ہے کہ اس پر بھروسہ کیا جائے۔ ممکن ہے کسی نے میرے یا میاں حسن عسکری کے دشمن نے وہ درخواست بھیجی ہو تو اس پر اعتماد نہیں کرنا چاہیے۔ باغی فوج کی عادتوں کی نسبت معلوم ہو کہ انہوں نے مجھے کبھی سلام تک نہیں کیا، نہ میرا کسی قسم کا ادب ولحاظ کیا۔ وہ دیوانِ خاص و دیوانِ عام میں بے دھڑک جوتیاں پہنے چلے آتے تھے۔ میں ان فوجوں پر کیا اعتبار کرتا جنہوں نے اپنے ذاتی آقاؤں کو قتل کر دیا ہو؟ جس طرح انہوں نے ان کو قتل کیا، مجھے بھی مقید کر لیا۔ مجھ پر جور کئے، مجھے حکم میں رکھا اور میرے نام سے فائدہ اٹھایا تاکہ میرے نام کی وجہ سے ان کے افعال مقبول ہوں۔ یہ دیکھ کر کہ ان فوجوں نے اپنے ذاتی ذی وجاہت وصاحب فرمان افسروں کو مار ڈالا، میں

بے فوج، بے خزانہ، بے سامانِ جنگ، بے توپخانہ کیونکر انہیں روک سکتا تھا یا ان کے خلاف صدائے احتجاج بلند کر سکتا تھا؟ لیکن میں نے کبھی کسی طرح کی انہیں مدد نہیں دی۔ جب باغی افواج قلعہ کے پاس آئیں، میری طاقت میں تھا، میں نے دروازے بند کر دیئے۔ میں نے قلعہ دار کو طلب کیا اور جو کچھ گزرا، من وعن بیان کر دیا اور انہیں باغیوں میں جانے سے باز رکھا۔ میں نے لیڈیوں کے لئے دو پالکیاں اور دو توپیں قلعہ کے پھاٹک کی حفاظت کے لئے قلعہ دار اور ایجنٹ لفٹنٹ گورنر کی درخواستوں پر روانہ کی تھیں۔ مزید برآں اسی شب کو تیز سانڈنی سوار کو، جو کچھ ہنگامہ یہاں برپا ہوا تھا، اس کا اطلاعی خط دے کر ہزآنر لفٹنٹ گورنر آگرہ کی خدمت میں روانہ کر دیا تھا۔ مجھ سے جو کچھ ہو سکا، کیا۔ میں نے اپنی خود مختار مرضی سے کوئی حکم نہیں دیا۔ میں سپاہ کے اختیار میں تھا اور انہوں نے جبراً وقہراً جیسا چاہا، کرایا۔ چند ملازمین، جو میں نے رکھے تھے، باغی و بلوائی فوجوں سے ڈر کر اور اپنے جان کے خوف سے رکھے تھے۔ جب یہ فوجیں فرار ہونے پر آمادہ ہوئیں تو میں موقع پا کر چپ چاپ قلعہ کے پھاٹک سے نکلا اور مقبرہ ہمایوں میں جا کر ٹھہر گیا۔ اس جگہ سے میں ضمانتاً طلب کیا گیا کہ میری جان محفوظ رہے گی اور میں نے فوراً اپنے آپ کو گورنمنٹ کی حفاظت میں دے دیا۔ باغی فوجیں مجھے اپنے ہمراہ لے جانا چاہتی تھیں مگر میں نہ گیا۔

مذکورہ بالا جواب میرا خود تحریر کردہ ہے اور بلا مبالغہ ہے، حق سے اصلاً انحراف نہیں کیا ہے۔ خدا میرا عالم وشاہد ہے کہ جو کچھ بالکل صحیح تھا، جو کچھ مجھے یاد تھا، وہ میں نے لکھا ہے۔ شروع میں مَیں نے آپ سے حلفیہ کہا تھا کہ میں بغیر بناوٹ اور بغیر ملاوٹ کے وہی لکھوں گا جو حق اور راست ہوگا، چنانچہ ایسا ہی میں نے کیا ہے۔ (مقدمہ بہادر شاہ ظفر، ص ۱۵۷ تا ۱۶۳)

آدابِ شاہی سے لاپرواہی پر بادشاہ کا ردِّ عمل

دیوانِ خاص کے صحن میں مسلح سوار

۱۲ مئی: جب بادشاہ محل سے واپس آئے ہیں تو دیکھا کہ دیوانِ خاص کا صحن سواروں سے کھچا کھچ بھرا ہوا ہے...... بادشاہ نے ان صوبیداروں سے، جو موجود تھے، کہا کہ دیوانِ خاص اب تک خاص شاہی گھرانے کے لئے مخصوص رہا ہے اور مسلح آدمی کبھی بھی یہاں بزور داخل نہیں ہوئے۔

(جیون لال، ص ۱۰۲۔۱۰۳)

گستاخانہ طرزِ کلام

۱۲ مئی: بادشاہ نے فارسی روبکاری کے ذریعے، جس کی زبان نہایت فصیح و بلیغ تھی، صوبیداروں کو بتایا کہ موجودہ صورتِ حالات نہایت ناخوشگوار ہے، بالخصوص ایک مسلمان بادشاہ کے عہدِ حکومت کے کسی طرح شایانِ شان نہیں ہوسکتا، وہ بادشاہ جس کا زمانہ دنیا کی تاریخ میں نہایت زرّیں ہے اور جس کے آگے تمام بادشاہ سرِ تسلیم خم کئے ہوئے ہیں، اور ساتھ ہی ان پر زور دیا کہ کسی نہ کسی طرح موجودہ صورتِ حالات کا خاتمہ کر دینا چاہیے...... صبح کے حکم کی شاندار زبان اور اس کی فصاحت و بلاغت کی، جس سے بادشاہ کی شان کا پورے طور پر اظہار ہوسکتا تھا، کچھ پروانہ کی گئی بلکہ انہوں نے گستاخانہ اور بے ادبانہ الفاظ سے بادشاہ کو خطاب کیا۔ کسی نے کہا، ''او بادشاہ، میری سُن''، دوسرے نے کہا، ''ارے بڈھے، اے بادشاہ''، تیسرے نے ہاتھ پکڑ کر کہا کہ ''میری سُن۔'' بادشاہ ان کے طرزِ عمل سے کبیدہ خاطر ہوکر اور ساتھ ہی یہ سمجھ کر کہ مجھ میں ان کی گستاخی کو روکنے کی کوئی قوت موجود نہیں، اس نے اپنے ملازمین کے روبرو اپنی قسمت کا شکوہ کرنا شروع کر دیا...... آج سارا دن بادشاہ پریشان خاطر رہے اور یہ دیکھ کر کہ وہ مجمع کے ہاتھ میں محض کٹھ پتلی بنے ہوئے ہیں، بہت ہی رنجیدہ تھے حالانکہ یہی مجمع پہلے ان کے احکام بجالانے کے لئے ہمیشہ تیار رہتا تھا مگر شہر کی لوٹ مار کے بعد سے وہ اس قدر سرکش ہو گیا تھا کہ بادشاہ کا مذاق اڑانے اور اس کی بے حرمتی کرنے سے بھی اسے شرم نہ آتی تھی۔

(جیون لال، ص ۱۰۳۔۱۰۴)

دربار کے فرش پر جوتوں سمیت......

۱۴ر مئی: چند پیادہ سپاہی اور صوبیدار جوتا پہنے ہوئے دربارِ شاہی کے فرش پر چلے آئے۔ بادشاہ نے انہیں نگاہِ غضب سے دیکھا اور بہت ناراض ہوئے، چنانچہ منیر الدین خاں پولیس افسر کے نام حکم جاری کرایا کہ نمبر ۳۸ دیسی پیادہ رجمنٹ کو یہاں سے نکال کر چھاؤنی کی طرف ہٹا دو اور سبزی منڈی و پہاڑی درنگ کوان کی دستبرد سے محفوظ رکھو۔ (چنی لال...... بہادر شاہ کا مقدمہ، ص ۱۴۸)

۱۹ر مارچ ۱۸۵۸ء: باغی فوجوں کی عادتوں کی نسبت معلوم ہو کہ انہوں نے مجھے کبھی سلام تک نہیں کیا، نہ میرا کسی قسم کا ادب و لحاظ کیا۔ وہ دیوانِ خاص و دیوانِ عام میں بے دھڑک جوتیاں پہنے چلے آتے تھے۔ (بہادر شاہ کا مقدمہ، ص ۱۶۲)

دیوانِ خاص سے پگڑی نہ پہنے ہوؤں کا بھی اخراج

۶ر جولائی: حکم ہوا کہ تمام مسلح آدمیوں کو دیوانِ خاص سے نکال دیا جائے۔ جو اشخاص پگڑی پہنے ہوئے نہ تھے، انہیں بھی نکال دیا گیا، اس لئے کہ ان کی موجودگی اچھی معلوم نہ ہوتی تھی۔ دوسرے بادشاہ کے احترام میں فرق آتا تھا۔ (جیون لال، ص ۱۵۹)

دیوانِ خاص میں گھوڑ سوار اور ٹوپیاں......

فرمان بنام مرزا مغل: پیدل سپاہیوں کو فراش خانے سے نکل جانے کے مکرر احکام دیئے گئے اور سواروں کو باغ خالی کرنے کے لئے کہا گیا...... یہ وہ مقامات ہیں جہاں نہ نادر شاہ، نہ احمد شاہ اور نہ برطانوی گورنر جنرل ہند کبھی گھوڑوں پر چڑھ کر گئے ہیں...... جب گورنمنٹ برطانیہ کے مشہور و اعلیٰ افسران قلعہ دیکھنے آتے تھے تو دیوانِ عام کے دروازے پر گھوڑوں پر سے اتر پڑتے تھے اور وہاں سے پیدل آتے تھے مگر یہ سپاہ گھوڑوں پر بیٹھی دیوانِ خاص کے کمرے تک گستاخانہ چلی آتی ہے۔ وردی اور پگڑیوں کے سوا اس کا لباس ایسا ہوتا ہے جو آدابِ شاہی سے بالکل بعید ہے۔ افسرانِ فوج بھی دربار میں بجائے عماموں کے ٹوپیاں پہن کر اور تلواریں باندھ کر ہنوز بے پرواہی سے چلے آتے ہیں۔ برطانوی حکومت کے دوران میں اس کے کسی ماتحت نے ایسا برتاؤ نہ کیا تھا۔

(غدر کے فرمان، ص ۱۳۶۔۱۳۷)

مبینہ شاہی فرمان بنام راجگان ورئیسان ورعایائے ہند

جمیع راجگان و رؤسائے ہند پر واضح ولائح ہو کہ تم بہمہ وجو نیکی و نیک خصلتی اور فیاضی میں مشتہر الدہر والعوام ہو اور تمہاری حسنِ حمایت طرز اور فہم اور ہدایت سے مذاہب ہندوستان کی اعانت ہے، لہٰذا از راہِ خیر اندیشی تمہاری تم کو ہدایت ہوتی ہے کہ خدا تعالیٰ نے تم کو اپنے مختلف مذاہب کے قائم کرنے کے واسطے پیدا کیا ہے اور تم پر فرض ہے کہ اپنے عقائد اور قوانینِ مذہبی کو بخوبی درست جانو اور ان پر ثابت قدم رہو کیونکہ خداوندِ تعالیٰ نے تم کو یہ مرتبہٗ عالی اور ملک اور دولت اور حکومت اسی واسطے بخشی ہے کہ تم ان لوگوں کو، جو تمہارے مذہب میں رخنہ اندازی کریں، غارت کرو۔ اور جو اشخاص کہ تم میں سے صاحبِ طاقت ہیں، ان کو ضرور ہے کہ وہ ان لوگوں کو، جو تمہارے مذہب کو بگاڑنا چاہتے ہیں، نیست ونابود کریں۔ اور جو اتنی طاقت نہیں رکھتے، وہ بہ دل و جان ایسی تدبیروں میں مشغول رہیں جن سے ان کے مذاہب کے دشمنوں کی پائمالی ہو۔ اور یہ تمہارے عقائد کی کتابوں میں لکھا ہے کہ مذہب بدلنے سے مر جانا بہتر ہے، اور واقع میں یہی حکم خداوندِ تعالیٰ کا بھی ہے جو خاص و عام پر روشن ہے۔ انگریز جملہ مذاہب کو غارت کیا چاہتے ہیں اور ہندوستانیوں کے تخللِ مذہب کے واسطے انہوں نے ایک مدت سے بہت سی کتابیں لکھوا کر اپنے پادریوں کے ہاتھ سے سب ملک میں تقسیم کرائی ہیں اور پادریوں کو بلوا کر اپنے مقولوں کا اعلان کیا ہے۔ سمجھنے کی بات ہے کہ انگریزوں نے کیا کیا تدبیریں واسطے غارتی ہمارے مذاہب کے کی ہیں۔ اوّل یہ کہ جب ایک مرد مر جائے تو اس کی بیوہ دوبارہ شادی کر لے۔ دوسرے یہ کہ ستی ہونے کی ایک رسمِ مذہبی قدیم تھی جس کو انگریزوں نے اپنے قوانین کے رُو سے موقوف کیا۔ تیسرے یہ کہ انہوں نے خلقت کو اعلانیہ سمجھایا کہ اگر وہ ان کا مذہب قبول کریں گے تو سرکار میں ان کی توقیر ہوگی، اور یہ بھی ہدایت کی کہ تم عیسائی کلیساؤں میں جا کر وعظ سنو۔ علاوہ اس کے انہوں نے یہ حکم قطعی دیا ہے کہ صرف حقیقی اولاد راجگان ورئیسانِ ہند کی مسند نشین ہوگی اور گود لی ہوئی اولاد کا کچھ حق نہ ہوگا حالانکہ از رُوئے شاستروں طرح کے مختلف وارث فرایابِ سلطنت ہو سکتے ہیں۔ اس تدبیر سے ان کا مطلب خاص یہ ہے کہ وہ آخر کو تمہاری ریاستیں اور جاگیریں چھین لیں، جیسا کہ انہوں نے فی زمانہ ریاست ہائے لکھنؤ اور ناگ پور میں عمل کیا۔ ورائے ازیں ایک اور تدبیر انہوں نے یہ بھی کی کہ قیدیان

جیل خانہ کو جبراً پکی ہوئی روٹیوں کے کھانے کا حکم دیا۔ اکثر قیدیوں نے تو یہ امر قبول نہ کیا، بھوکے مر گئے اور بہتوں نے ناچار ہو کر روٹی کھانا قبول کیا اور اپنا مذہب کھو دیا۔ جب یہ تدبیر انگریزوں کی اچھی طرح نہ چلی تو انہوں نے آٹے اور شکر میں ہڈیاں پسوا کر ملائیں تا کہ لوگ اس کو بلا کسی ظن اور شبہ کے کھا کے ایمان کھو دیں۔ اور چھوٹے چھوٹے ٹکڑے استخوان اور گوشت کے، چاولوں کے ساتھ ملوا کر ان کو سرِ بازار بکوایا۔ علاوہ اس کے انہوں نے ہر ایک تدبیر ایسی کی جس سے ہمارے مذاہب غارت ہوں۔ انجامِ کار بعض بنگالیوں نے بعد غور یہ امر قرار دیا کہ اگر ابتدا میں اہلِ فوج اس معاملہ مذہبی میں پیرو رائے انگریز اس کے ہو جاویں تو فرقہ بنگالیاں بھی انہی کی رائے کے مطابق کاربند ہوگا۔ انگریزوں نے اس تدبیر کو بہت پسند کیا اور بے اندیشہ اس مثل کے کہ ''چاہ کن را چاہ در پیش'' برہمنان اور افضل قوم کے لوگوں کو ان کارتوسوں کے کاٹنے کا، جن کے بنانے میں چربی لگی تھی، حکم دیا۔ اس حالت میں اگرچہ مسلمان سپاہیوں نے خیال کیا کہ ان کارتوسوں کے کاٹنے سے مذہب ہنود کا صرف جاتا رہے گا لیکن تاہم انہوں نے ان کے کاٹنے سے انکار کیا۔ تب ان سپاہیوں کو، جنہوں نے کارتوس کاٹنے سے انکار کیا، انگریزوں نے توپ سے اُڑا دیا۔ یہ ظلمِ شدید دیکھ کر سپاہ نے انگریزوں کا قتل شروع کیا اور جہاں کہیں فرنگی کو پایا، مار ڈالا اور بفضلِ ایزدی و امداد سرمدی بالفعل ان تدابیر میں مشغول ہیں جن سے کہ چند انگریز، جو کہیں کہیں باقی رہ گئے ہیں،، وہ بھی نیست و نابود ہو جاویں۔ اور ہمارا یقینِ واثق ہے کہ اگر اب انگریز ملک ہندوستان میں رہیں گے تو کل اس ملک کے آدمیوں کو مار ڈالیں گے اور ہمارے مذہبوں کو مٹا دیں گے۔ ہر چند بعض آدمی ہمارے ملک کے اب بھی انگریزوں سے موافقت رکھتے ہیں بلکہ ان کی طرف سے لڑتے بھڑتے ہیں، ان کے حال پر بخوبی غور کیا گیا تو یہی ظاہر ہوا ہے کہ انگریز نہ ان کا مذہب چھوڑیں گے اور نہ تم سب کا۔ پس اس صورت میں ہم تم سے پوچھتے ہیں کہ تم نے اپنے ایمان اور جان کی سلامتی کے واسطے کیا تدبیر کی ہے؟ اگر ہماری اور تم سب کی رائے متفق ہو تو بہت آسانی سے انگریزوں کو غارت کر کے اپنے ملک اور ایمان کو بچا سکتے ہیں۔ چونکہ تم سب کو ہندو اور مسلمان کی بہتری پیشِ نظر ہے اور انگریز دونوں فرقوں کے دشمن ہیں لہٰذا تمہارے مذہب کی حمایت کا پاس اور خیال کر کے اور بنظرِ اندفاعِ اعدائے دین بذریعہ اس فرمان مطبوعہ کے اعلان کیا جاتا ہے کہ اہلِ ہندو کو گنگا جی اور تلسی اور سالگرام کی قسم ہے اور مسلمانوں کو قرآن شریف کی قسم ہے کہ وہ بالاتفاق شامل ہو کر اپنی جان اور ایمان کی حفاظت کے واسطے انگریزوں کا قتل اپنے ذمہ فرض سمجھیں۔ اور چونکہ گائے کے ذبح کرنے میں ہندو کے مذہب کی اہانت ہے، بریں نظر رؤسائے اہلِ اسلام نے یہ عہد و پیمان کیا ہے کہ اگر ہنود قتل عیسائیوں

میں گرم جوش اور مسلمانوں کے شامل ہوں گے تو اسی روز سے گائے اور بیل کا ذبح ہونا موقوف ہو جائے گا۔اور بعد اس کے اگر کوئی مسلمان خلاف اس عہد کے کار بند ہوگا تو وہ پیرو قرآن نہ سمجھا جائے گا،اور جو مسلمان کہ گائے کا گوشت کھائے گا، وہ اس کو سؤر کے گوشت کے برابر ہوگا۔ اور اگر اہلِ ہنود قتل عیسائیاں اور فرنگیاں میں کمر بستہ اور آمادہ نہ ہوں گے تو وہ خدا کی نظر میں اتنے ہی گنہگار ہوں گے جیسا انہوں نے گائے ذبح کی یا اس کا گوشت کھایا۔ شاید اہلِ فرنگ بھی اپنی مطلب براری کے واسطے ہندوؤں سے بحلف ایسا ہی اقرار کریں گے،اور کوئی عقلمند اس دامِ فریب میں نہ آئے گا کیونکہ اقرار اہلِ فرنگ ہمیشہ مملو بہ فریب ہوتے ہیں اور جہاں ایک مرتبہ ان کا مطلب نکل آیا، پھر وہ فوراً اپنے عہد و پیمان کو بالائے طاق رکھ دیتے ہیں۔ اور ہر غریب اور امیر ہند پر روشن اور ہویدا ہے کہ فریب انگریزوں کی عادت جبلّی ہے اور ہمیشہ دغابازی ان کا شعار ہے، اس واسطے انگریزوں کے کہنے پر کبھی یقین نہ لاؤ اور یقینِ واثق جانو کہ پھر کبھی ایسا موقع، جو بالفعل موجود ہے، ہاتھ نہ آوے گا۔ فقط۔

(تاریخ بغاوتِ ہند، ص ۳۸۵۔۳۸۷)

اشتہار افسرانِ فوج (ناقص)

سب ہندو مسلمان رعایا اور ملازم ہندوستانیوں کو افسرانِ فوج انگریزی مقیم دہلی اور میرٹھ کی طرف سے دریافت ہووے کہ اب سب فرنگیوں نے اس بات کا ایکا کیا ہے کہ اوّل سب فوج ہندوستانی کو بے دھرم کر کے پھر سب رعایا کو بزور تدبیر کرسٹان کر لیں، چنانچہ ہم سب نے فقط دین کے واسطے مع رعایا اتفاق کر کے (کوئی) کا فرزندہ نہ چھوڑا اور بادشاہت دہلی اس عہد پر قائم کیا کہ فوج فرنگیوں کو قتل کر کے...... (ناقص)...... اب لازم یہ ہے کہ جس کو کرسٹان ہونا دشوار ہووے، رعایا اور فوج ہر مقام کی ایک دل ہو کر ہمت کریں، تخم ان کافروں کا باقی نہ رکھیں اور جس قدر مصارف رسد رسانی فوجیاں رعایا کا ہووے، رسید اس کی افسرانِ فوج سے لے کر اپنے پاس رکھیں، دو چند قیمت سرکار پادشاہی سے ملے گی۔ اور جو لوگ اس وقت میں بھی نامردی کریں گے یا ان دغابازوں کا فریب کھا کر ان کے قول پر اعتماد کریں گے، عنقریب اپنے کئے پر پشیمان ہو کر کف افسوس ملیں گے اور ثمرہ اطاعت کا مثل رئیس لکھنؤ کے پائیں گے۔ لازم یہ ہے کہ سب ہندو مسلمان اس معرکے میں ایکا کر کے چند آدمیان معتبر کے تدبیر

سے بندوبست اپنی محافظت کا کرلیں۔ جن کا انتظام اچھا ہوگا اور جن کی رعایا راضی ہوگی، وہی عہدہ جلیلہ پر سرفراز ہوں گے۔ اور جہاں تک ہو سکے، نقل اس اشتہار کی کر کے ہر مقام پر روانہ کرنا لازم ہے تا کہ سب ہندو مسلمان خبردار ہوشیار ہو اور مقامِ نمود اس کو آویزاں کرنا چاہئیں، اور اشتہار کے مشتہر کرنے میں بہت احتیاط لازم ہے...... اس اشتہار کی اشاعت خدا کی راہ میں تلوار کا پہلا وار ہے۔ اور سوار کی شرح تنخواہ تیس روپیہ اور پیدل کی دس روپیہ ہے۔ تقریباً سو ہزار آدمی لڑنے پر تیار ہیں اور برطانوی فوجوں کے جھنڈے اتار چکے ہیں۔ شہر کے تقریباً چودہ جھنڈوں نے اللہ اکبر کی آواز بلند کر دی ہے، کان پور اور الہ آباد میں ان شیطانوں کا عنقریب خاتمہ ہونے والا ہے......

(جنگِ آزادی ۱۸۵۷ء از رضوی، ص ۴۶۴)

چند تقرریاں اور سبکدوشیاں

۱۱ رمئی: فوج میں ڈسپلن پیدا کرنے کی غرض سے حکیم احسن اللہ خاں نے شہزادگان کو مختلف رجمنٹوں کی کمان لینے کا حکم دیا۔ (جیون لال، ص ۱۰۰)

۱۲ رمئی: عدالتِ دیوانی کے پلیڈر تفضل حسین کے صاحبزادے محمد میر نواب شہر کے گورنر مقرر کئے گئے۔ (جیون لال، ص ۱۰۲)

(بادشاہ نے) منیر الدین خاں سابق پولیس افسر پہاڑ گنج کو حاکمِ شہر مقرر کیا اور ایک پیدل رجمنٹ ہمراہ دے کر چیف پولیس اسٹیشن پر روانہ کیا۔ (چنی لال، ۱۲۳)

مرزا منیر الدین کو خلعتِ فاخرہ اور دہلی کی گورنری دی گئی۔ مرزا نے چار روپے بطورِ نذرانہ پیش کئے۔ (چنی لال، ص ۱۲۵)

۱۳ رمئی: مرزا معین الدین حسن خاں آج کے دن کوتوال شہر مقرر کئے گئے اور انہیں حکم دیا گیا کہ سپاہیوں کے راشن کے لئے فوری انتظامات عمل میں لائے جائیں۔ (جیون لال، ص ۱۰۶)

مرزا مغل، مرزا خضر سلطان، مرزا عبداللہ وغیرہ پیادہ رجمنٹوں کے کرنیل مقرر ہوئے اور انہیں فی الفور ہر ایک کو دو توپیں ہمراہ لے کر کشمیری، لاہوری اور دہلی دروازوں پر حفاظت کے لئے جانے کا حکم ملا۔ (چنی لال، ص ۱۲۵)

۱۴رمئی: بادشاہ نے مولوی صدرالدین خاں بہادر کو بلایا اور انہیں شہر کا مجسٹریٹ مقرر کر دیا تاکہ وہ تمام مقدمات کا غیر جانبداری اور انصاف کے ساتھ فیصلہ کریں، مگر مولوی صاحب نے عدمِ صحت کی بنا پر معذوری چاہی۔ (جیون لال، ص ۱۰۷)

۱۵رمئی: محبوب علی خاں نے عبدالقادر کو سواروں کی دو پلٹنوں کی کمان سپرد کی۔
(جیون لال، ص ۱۰۸)

قاضی فیض اللہ نے بادشاہ کے حضور میں پانچ روپے نذرانہ پیش کیا اور چیف پولیس افسر شہر مقرر کئے جانے کی درخواست کی اور ان کی درخواست منظور کی گئی۔ (چنی لال، ص ۱۲۹)

۱۸رمئی: بادشاہ نے مستحقین کو حسبِ مراتب ہتھیار و خلعات فاخرہ عطا کئے اور عہدے دیئے۔ مرزا مغل کو کمانڈر انچیف افواج، مرزا کوچک سلطان، مرزا خیر سلطان، مرزا مینڈو و دیگر فرزندوں کو رجمنٹوں کا کرنیل مقرر کیا اور اپنے پوتے مرزا ابوبکر کو سواروں کی رجمنٹ کا کرنیل مقرر کیا۔ مرزا مغل نے دو اشرفیاں اور دیگر شہزادوں نے ایک ایک اشرفی اور ایک ایک روپیہ عہدے عطا کرنے کے شکریہ میں گزرانے۔ (چنی لال، ص ۱۳۵)

۱۹رمئی: بادشاہ نے مرزا جواں بخت کو خلعت عنایت فرمایا اور انہیں اپنا وزیر مقرر کیا۔
(جیون لال، ص ۱۱۳)

۱۰رجون: جنرل صمد خاں بادشاہ کی طلبی پر حاضر ہوئے۔ انہوں نے کہا کہ اگر شاہی افواج میری کمان میں دے دی جائیں تو میں انگریزوں پر حملہ کرنے کو تیار ہوں۔ بادشاہ نے انہیں کمانڈر انچیف مقرر کر دیا اور حسبِ معمول خلعت بھی عطا کیا۔ اپنی وفاداری کا یقین دلانے اور ایک اشرفی اور پانچ روپوں کی نذر دینے کے بعد وہ واپس چلے گئے۔ (جیون لال، ص ۱۳۵۔۱۳۶)

۲رجولائی: محمد بخت خاں نے کمانڈر انچیف کے طور پر اپنی خدمات پیش کیں تاکہ فوج میں ڈسپلن قائم کیا جاسکے۔ بادشاہ نے اظہارِ مودت و دوستی کے لئے مصافحہ کیا دربار کے بعد بادشاہ نے جنرل کو نجی میں باریابی دی۔ جنرل نے کہا کہ میں بھی آپ ہی کے خانوادہ سے ہوں اور بادشاہ سے کہا کہ اپنا اطمینان کرنے کی غرض سے آپ تحقیقات فرما سکتے ہیں۔ بادشاہ نے جواب دیا کہ تحقیقات کی ضرورت نہیں ہے، اس لئے کہ اس وقت جنرل سے اور کوئی بڑا آدمی موجود نہیں ہے۔ محمد بخت خاں کو جنرل کا خطاب دیا گیا اور ساتھ ہی ایک ڈھال اور تلوار بھی عطا ہوئی اور انہیں تمام افواج کا کمانڈر انچیف مقرر کر دیا گیا۔ منادی کرادی گئی کہ پلٹنوں کے تمام افسروں کو ہدایت لینے کی غرض سے محمد بخت

خاں کے پاس جانا چاہیے۔ مرزا مغل ایڈ جوئنٹ جنرل مقرر ہوئے۔ (جیون لال، ص ۱۵۱۔۱۵۲)

۳؍ جولائی: ایک حکم کے ذریعے شہزادگان کو تمام فوجی ذمہ داریوں سے سبکدوش کر دیا گیا۔

(جیون لال، ص ۱۵۵)

۶؍ جولائی: پولیس کے تمام افسروں کے نام احکام نافذ ہوئے کہ محمد قلی خاں کو پورے اختیارات دے کر شہر کا مجسٹریٹ مقرر کر دیا گیا ہے۔ (جیون لال، ص ۱۵۹)

۷؍ جولائی: حکم ہوا کہ احمد قلی خاں کے پاس روزانہ پولیس کی رپورٹ آنی چاہیے۔ حکیم احسن اللہ خاں نے شکایت کی کہ احمد قلی خاں کا درجہ مجھ سے بڑھا دیا گیا ہے۔ بادشاہ نے انہیں اطمینان دلایا اور حکم میں اتنی ترمیم کر دی کہ آئندہ سے پولیس کی رپورٹ حکیم احسن اللہ خاں کے پاس آنی چاہیے۔ (جیون لال، ص ۱۶۱)

۱۱؍ جولائی: بادشاہ نے...... جنرل بخت خاں اور پچاس دیگر افسروں سے ملاقات کی۔ جنرل نے اظہارِ افسوس کیا کہ حضور کی جانب سے مجھے عتاب کا خط موصول ہوا ہے۔ بادشاہ نے فرمایا کہ میں نے اس قسم کا کوئی خط نہیں بھیجا۔ جنرل نے درخواست کی کہ آئندہ حضور کی طرف سے جس قدر چٹھیاں بھیجی جائیں، ان پر شاہی مہر ثبت ہونی چاہیے۔ بادشاہ نے تجویز کو منظور کر لیا...... بخت خاں نے اثنائے گفتگو میں ظاہر کیا کہ میں ضلع لکھنؤ کے موضع سلطان پور کا رہنے والا ہوں اور شاہِ اودھ کے خاندان سے ہوں، اور عرض کیا کہ اگر آپ کو میرے بیان میں کچھ شبہ ہو تو آپ تصدیق فرما سکتے ہیں۔ بادشاہ نے فرمایا کہ تصدیق کی ضرورت نہیں ہے، اس لئے کہ مجھے آپ کی شرافت و نجابت پر پورا یقین ہے۔ جنرل نے جواب دیا کہ میں تصدیق پر اس غرض سے زور دے رہا ہوں کہ جب انگریز دہلی، میرٹھ، آگرہ سے نکال دیئے جائیں گے تو میں حسنِ خدمات کے معاوضہ کا طالب ہوں گا۔

(جیون لال، ص ۱۶۵)

۲۶؍ جولائی: جنرل محمد بخت خاں کی درخواست پر انہیں گورنر کے درجہ پر فائز کیا گیا۔ بادشاہ نے جنرل کے طرزِ عمل پر اپنی خوشنودی کا اظہار کیا۔ جنرل نے بھی اپنی عزت افزائی پر شکریہ ادا کیا اور دس اشرفیاں بطورِ نذر پیش کیں اور وعدہ کیا کہ میں جواں بخت کی ولی عہدی کی تائید کروں گا۔

(جیون لال، ص ۱۸۷)

سنہ ستاون کی جنگی پیشین گوئیاں اور ٹوٹکے

توپ کے منہ میں ۲۵ سیر مٹھائی

۲۳ر جون: شاہجہاں کے زمانہ کی ایک توپ کو نصب کیا گیا۔ نصب ہو جانے کے بعد اس کے منہ سے بکرا باندھا گیا اور ۲۵ سیر مٹھائی اس کی نال میں رکھی گئی اور پھولوں کا ہار اس کے گھوڑے پر لٹکایا گیا۔ چند برہمنوں اور نجومیوں کو طلب کیا گیا اور ان سے دریافت کیا گیا کہ آیا باغی فتح مند ہوں گے یا نہیں؟ نجومیوں نے جواب دیا کہ شورش کا دور دورہ ایک سال تک رہے گا، چند ہزار آدمی مارے جائیں گے لیکن امن و امان کا زمانہ ۱۹۱۶ سمبت (مطابق ۱۸۵۹ء......مرتب) سے شروع ہو جائے گا۔ اس کے علاوہ نجومیوں نے کچھ نہیں بتایا۔ (جیون لال، ص۱۴۳)

فتح حاصل کرنے کا شاہی تعویذ

۶ر جولائی: بادشاہ نے احمد قلی خاں کے پاس ایک تعویذ بھیجا اور کہلوایا کہ اس پر لوہے کا خول منڈھوالو اور اپنی بانہہ پر باندھ لو، انشاء اللہ خدا فتح دے گا۔ (جیون لال، ص۱۵۹)

نجومی پنڈت کے مقرر کردہ وقت پر لڑائی کو روانگی

۱۹ر جولائی: پنڈت ہری چندر، جو سردار رنجور سنگھ کے مقدمے میں ماخوذ ہوا تھا، وہ یہاں (دہلی میں) موجود ہے اور ہندوؤں کو اور افسران کو ترغیب و تحریص لڑائی کی دیتا ہے اور کہتا ہے کہ از روئے علم نجوم و گردش سیارگان کے اب کی سمت میں ان کی عملداری ہولی اور جوڑہ کا دن بتاتا ہے اور کہتا ہے کہ بروز سہ شنبہ بڑا جوڑہ کا دن ہوگا، گھوڑے کا سُم لہو میں تر ہوگا اور اس زمین میں مثل مہابھارت لڑائی ہوگی، جب تمہارا راج ہوگا۔ ہندوؤں کو اس پر بڑا اعتماد ہے، یہاں تک کہ جو وقت وہ مقرر کرتا ہے، اس وقت لڑنے کو جاتے ہیں۔ (غداروں کے خطوط، ص۱۰۴)

بکرے کی اوجھڑی پر پڑھائی سے انگریزی توپیں بیکار کرنے کا عمل

۳۱ر جولائی: ایک مولوی بادشاہ کے پاس آیا اور کہا کہ اگر آپ مجھے بکرے کی اوجھڑی پر قرآن شریف کی چند آیات پڑھنے کی اجازت دیں تو اس کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ انگریزی توپیں بیکار ہو جائیں گی۔ (جیون لال، ص ۱۹۵)

تین چٹکی نمک پر لڑنے کا حلف

۱۴ر اگست: آج صبح باغی فوج کے افسروں کا اجتماع ہوا۔ ان میں سے ہر ایک نے پانی کے لوٹے میں نمک کی تین تین چٹکیاں ڈال کر قسم کھائی کہ وہ اگر اپنی قسم سے انحراف کریں تو پانی میں نمک کی طرح گھل کر مر جائیں۔ (تراب علی...... غداروں کے خطوط، ص ۱۲۸)

سنیچر کو مشرق کی جانب کوچ کر جانے کا عذر

(منجانب رام بخش وقلی یار خاں صوبیداران): بحضور بادشاہ جہاں پناہ! مؤدبانہ عرض ہے کہ جیسا کہ حضور نے ہم خانہ زادوں کو حکم دیا ہے، ہمیں باہر خندقوں اور مورچوں میں جا کر لڑنے میں کوئی عذر نہیں ہے، لیکن آج سنیچر کا دن ہے اور مشرق کی طرف جانا آج کے دن نحس سمجھا جاتا ہے اس لئے ہم کسی سعید ساعت میں روانہ ہو جائیں گے اور تین بجے تک کسی وقت میں ہم خندقوں پر جا پہنچیں گے، اطلاعاً عرض ہے۔ (غدر کے فرمان، ص ۱۱۶۔۱۱۷)

حیرتناک جرأت کی حامل بوڑھی جنگجو خواتین

سبز پوش خاتون

۲۰ر جولائی: آج یہ افواہ مشہور تھی کہ حال کی جنگ میں جو انگریزوں کے ساتھ ہوئی تھی، ایک عورت نے، جو مردانہ لباس زیبِ تن کئے ہوئے تھی، بہت بہادری دکھائی اور ایسی حالت میں کہ باغی سپاہی بھاگ کھڑے ہوئے تھے، وہ اکیلی انگریزوں کے مقابلہ پر ڈٹی رہی اور ایک انگریز

سپاہی کو مار ڈالا۔ (جیون لال، ص ۱۷۷)

ولیم ہڈسن بنام ڈپٹی کمشنر انبالہ (۲۹ر جولائی): جو بوڑھی خاتون بنفسِ نفیس اس مراسلہ کے ہمراہ آرہی ہے، وہ محاصرۂ دہلی کی مکمل و مجسم داستان ہے۔ وہ ہمارے خلاف شہر میں جہاد کا وعظ کہتی تھی اور اپنے مواعظ و نصائح سے تعجب خیز طریقہ پر مسلمانوں کے دلوں میں جوش پیدا کر دیا تھا۔ بالآخران کی عدم کامیابی سے متنفر ہوکر وہ خود میدانِ جنگ میں اتر آئی اور سبز لباس پہن، گھوڑے پر سوار ہوا اور تلوار و بندوق سے مسلح ہوکر اس نے سواروں کے ایک دستہ کی کمان لی اور ۷۵ ویں پیدل فوج پر حملہ آور ہوئی۔ سپاہیوں کا بیان ہے کہ اس ایک کا مقابلہ کرنا پانچ سپاہیوں کے مقابلہ سے مہلک تھا اور وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ اس نے ان کے رفقا میں سے بہت سوں کو نشانۂ بندوق بنا دیا۔ آخر کار وہ زخمی ہوکر گرفتار ہوگئی۔ جنرل نے اوّل اوّل اسے آزادانہ طور پر چلے جانے کی اجازت دینی چاہی تھی مگر میں نے ان سے بمنّت درخواست کی کہ وہ ایسا نہ کریں، اس لئے کہ وہ پھر شہر میں فاتحانہ طریقہ سے داخل ہوگی اور ہمارے قبضہ سے نکل جانے پر تعصب کا طوفانِ بے تمیزی مچا دے گی (اور بلاشبہ یہ ظاہر کرے گی کہ وہ اپنی کرامت کی وجہ سے بچ گئی ہے) اور اس طرح سے ''جون آف آرک'' کا سا رتبہ حاصل کرلے گی۔ مجھے اس کو آپ کے پاس بھیجنے کی اجازت مل گئی ہے تاکہ وہ جیل خانے میں بحفاظت تمام رکھی جائے یا جہاں کہیں آپ مناسب خیال کریں، تاوقتیکہ یہاں کا کام ختم نہ ہو جائے۔ کیا آپ براہ مہربانی اس امر کی نگہداشت رکھیں گے کہ اس کا طرزِ عمل قابلِ اطمینان رہے؟ یہ کہتے ہوئے تعجب معلوم ہوتا ہے کہ فی الحقیقت اس بڑھیا کھوسٹ نے معقول اثر پیدا کرلیا تھا۔ (محاصرۂ دہلی کے خطوط، ص ۲۰۔۲۱)

رام پور کی دو بوڑھی عورتیں

رام پور کی دو بوڑھی ضعیف مسلمان عورتیں اکثر و بیشتر باغیوں کے آگے ننگی تلواریں ہاتھوں میں لئے چلتیں اور جب سپاہی پیچھے رہ جاتے تو انہیں بزدلی کا طعنہ دیتے ہوئے بُری طرح ملامت کرتیں اور چلاتیں کہ دیکھو، جہاں تم جانے کی جرأت نہیں کرتے، عورتیں وہاں کیسے آگے چلتی ہیں! ہم گولیوں کی بوچھاڑ میں کسی ہچکچاہٹ کے بغیر بڑھتی رہتی ہیں جبکہ تم بھاگ جاتے ہو۔ سپاہی یہ بہانہ بناتے کہ ہم اسلحہ لانے کے لئے جاتے ہیں مگر عورتیں جواب دیتیں کہ تم وہیں ٹھہر کر لڑو اور ہم تمہارے لئے اسلحہ لاتی ہیں۔ یہ عورتیں اکثر مردوں کو مورچوں میں کارتوس فراہم کرتیں اور گولیوں کی زبردست بوچھاڑ میں بھی بے خوف ہوکر چلتیں مگر مرضی مولا کہ انہیں کبھی گولی نہ لگی۔ آخر کار ان میں سے ایک گرفتار کر لی گئی اور

اسے سول کمشنر مسٹر گریت ہیڈ کے سامنے پیش کیا گیا۔ اس نے شہر اور باغی فوج کے احوال کی معلومات حاصل کرنے کے بعد اسے پانچ روپے دیئے اور رہا کر دیا۔ اس کے ساتھ ہی سختی کے ساتھ یہ حکم جاری کیا کو کوئی شخص اسے پریشان نہ کرے۔ چونکہ وہ پھر باغیوں میں لوٹ کر نہ آئی اس لئے بہت سے لوگوں نے خیال کیا کہ وہ برطانوی جاسوس تھی۔ جب غازیوں کی ٹولیاں حملے کے لئے روانہ ہوتیں تو یہ عورتیں ہمیشہ ان سب سے آگے چلتی تھیں۔ (مبارک شاہ کوتوال......Kotwal's Diary, p.88-89)

چند قابلِ ذکر خبریں

دیسی جنرل کے یورپین سارجنٹ

۳ر جولائی: جنرل اپنے سٹاف سمیت محل میں چلے گئے۔ ان کے ساتھ دو یورپین سارجنٹ بھی تھے۔ جنرل نے کہا کہ یہ دونوں یورپین بریلی سے ساتھ ہو گئے ہیں اور بہت مفید ثابت ہوئے ہیں۔ یہ بھی بیان کیا گیا کہ انہی کی کوششوں کا نتیجہ تھا کہ ہندوستانیوں کو بریلی میں توپ کے منہ سے نہیں اُڑا دیا گیا۔ (جیون لال، ص ۱۵۵)

انگریزی فوج کی جانب سے عورتوں کی بے حرمتی

۵ر جولائی: انگریزی فوج نے جو گاؤں جلائے تھے اور وہاں کی عورتوں کی بے حرمتی کی تھی، ان گاؤں کے کچھ افراد نے یہاں آکر بادشاہ اور فوج سے گریہ وزاری کی ہے۔ ان کو معاوضہ دیا گیا ہے اور باغی کہتے ہیں کہ یہی وجہ ہے کہ وہ جان کی بازی لگا کر انگریزوں کو شکست دینا چاہتے ہیں۔

(باغیوں کے خطوط، ص ۹۷)

جنرل بخت خاں کو تنبیہ

۳۰ر جولائی: گوبند (ناظر) نے بادشاہ سے شکایت کی کہ جنرل بخت خاں نے مجھ سے میرا گھوڑا لے لیا ہے اور سپاہیوں کے حوالے کر دیا ہے۔ بادشاہ نے جنرل کے نام حکم نافذ کر دیا کہ عرض کنندہ کو نہ ستایا جائے۔ (جیون لال، ص ۱۹۲)

مالِ غنیمت خسر کے حوالے

۱۹ اگست: بریلی کی فوج اپنے جنرل (بخت خاں) سے ناراض ہو گئی۔ یہ ناراضگی اس وجہ سے تھی کہ جنرل نے دو گھوڑیاں، جنہیں فوج نے گرفتار کیا تھا، اپنے خسر کے حوالے کر دی تھیں۔ سپاہیوں نے طنزاً کہا کہ ایسی چیزیں صرف بادشاہ کا حق ہوتی ہیں۔ انہوں نے یہ بھی کہا کہ جب ہم اپنی لوٹ مار میں جنرل کو شریک کر لیتے ہیں تو پھر جنرل ان لاکھوں روپے میں ہمیں کیوں شریک نہیں کرتے جنہیں انہوں نے زبردستی حاصل کیا ہے۔ رفتہ رفتہ خیالات و جذبات نہایت مخالفانہ ہو گئے۔

(جیون لال، ص ۲۲۲)

جعلی شہزادے

۴ ستمبر: ایک شخص مسمی حیدر لباسِ فاخرہ پہن کر اور چند بدمعاشوں کو سپاہیوں کے بھیس میں اپنے ساتھ لے کر ایک شہری کے مکان پر گیا اور اپنے تئیں شہزادہ ظاہر کر کے اس شخص کو خوب مارا اور چار سو روپے چھین لئے۔ جب سپاہیوں نے اس حرکت کا حال سنا تو وہ بدمعاش کی تلاش میں نکلے اور اسے گرفتار کر لیا۔ اس کے جسم پر سے دو سو ایک اشرفیاں، پانچ سو چالیس روپے، ایک جوڑی کڑے، سونے کی زنجیر اور گلے کے چند زیورات برآمد ہوئے۔ (جیون لال، ص ۲۴۳-۲۴۴)

ایک شہزادہ (گوالیار سے) دہلی سے آیا اور باغی فوجوں نے اسے شاہی سلامی دی۔ سندھیا سے یہ خواہش کی گئی کہ وہ جا کر اس کی تصدیق کرے۔ سندھیا نے کہا کہ دہلی کے اتنے زیادہ شہزادے ہو چکے ہیں کہ وہ اس کی تصدیق نہیں کر سکتا۔ (انٹیلی جنس رپورٹس، جلد دوم، ص ۱۶۰)

بادشاہ کی تبدیلی

۱۸ مئی: آج باغیوں نے ابوبکر کو بوڑھے بادشاہ کی جگہ اپنا بادشاہ مقرر کر لیا کیونکہ ان کا خیال تھا کہ بہادر شاہ بہت معمر اور کمزور ہو گئے ہیں۔ (جیون لال، ص ۱۱۲)

۶ ستمبر: کل شام کچھ سپاہی اور ہندوستانی سوار، جن کی تعداد تین سو کے قریب ہو گی، دیوان گنج کے قریب بازار میں اکٹھے ہو گئے اور بادشاہ سے شہزادوں کی برطرفی، زینت محل کے بیٹے جواں بخت کو سپہ سالار مقرر کرنے اور انگریزوں پر فتح حاصل کرنے کے بعد جواں بخت کو بادشاہ بنانے

کے مطالبات کرنے لگے۔ اس قسم کے مطالبات کر کے یہ لوگ زینت محل سے کچھ رقم پیشگی لینا چاہتے تھے۔ (تراب علی...... غداروں کے خطوط، ص ۱۷۴)

۱۷ر ستمبر: بیان کیا جاتا ہے کہ انگریز بادشاہ کو سزائے موت دے دیں گے اور تخت و ملک راجہ پٹیالہ کے حوالے کر دیں گے۔ یہ افواہ بادشاہ سلامت کے لئے باعثِ رنج بنی ہوئی ہے اور یہ سن کر شہزادے قلعہ سے فرار ہو رہے ہیں۔ (انٹیلی جنس ریکارڈز، جلد اوّل، ص ۱۰۵۔۱۰۶)

افیون کے رسیا جنگجو

۷ر جولائی: نواب بہادر جنگ خاں کے وکیل کچھی نرائن کے نام حکم نافذ ہوا کہ فی الفور دو من افیون شہر میں بھیج دو، ادائیگی قیمت کا وعدہ کر لیا گیا۔ (جیون لال، ص ۱۶۰)

۲۳ر اگست: چند سپاہی دربار میں شریک ہوئے اور شکایت کی کہ افیون بازار میں نہیں ملتی اور اس کی وجہ سے بہت سے سپاہی مر رہے ہیں۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ سپاہیوں کے استعمال کے لئے فی الفور افیون بھیجی جائے۔ (جیون لال، ص ۲۲۸)

۲۴ر اگست: راؤ تلا رام رئیس ریواڑی کے نام حکم بھیجا گیا کہ سپاہیوں کے استعمال کے لئے کچھ افیون بھیجو۔ (جیون لال، ص ۲۲۹)

۲ر ستمبر: (بادشاہ بنام راجہ بلب گڑھ)...... پانچ من افیون بھی بھیج دو۔ (جیون لال، ص ۲۴۱)

تباہ کاریوں کے مشورے

انگریزی اخباروں کی آتش فشانیاں

قتلِ عام کیا جائے، شہر مسمار کر دیا جائے

۱۸ر اگست: مولوی فضل حق نے اطلاع دی کہ انگریزی اخبارات لکھ رہے ہیں کہ شہر پر قبضہ ہو جانے کے بعد باشندوں کا قتلِ عام کیا جائے گا، شہر کو مسمار کر دیا جائے گا اور بادشاہ کے گھرانے میں ایک بھی آدمی ایسا نہ چھوڑا جائے گا جو بادشاہ کا نام لے یا اسے پانی کا ایک قطرہ بھی دے سکے۔ (جیون لال، ص ۲۲۰)

۲۸ر اگست: مولوی فضل حق جب سے دہلی سے آیا ہے، شہریوں اور فوج کو انگریزوں کے خلاف اکسانے میں مصروف ہے۔ وہ کہتا پھرتا ہے کہ اس نے آگرہ گزٹ میں برطانوی پارلیمنٹ کا ایک اعلان پڑھا ہے جس میں انگریزی فوج کو دہلی کے تمام باشندوں کو قتل کردینے اور پورے شہر کو مسمار کردینے کے لئے کہا گیا ہے۔ آنے والی نسلوں کو یہ بتانے کے لئے کہ یہاں دہلی کا شہر آباد تھا، شاہی مسجد کا صرف ایک مینار باقی چھوڑا جائے گا۔ (تراب علی..... غداروں کے خطوط، ص ۱۵۹)

دہلی کو عبرت کا مقام بنادیا جائے

لاہور کرانیکل، ۴ر جولائی ۱۸۵۷ء (ایک نامہ نگار بنام ایڈیٹر): دشمنوں کا کوئی لحاظ نہ کیا جائے، یہ ہے ہمارا جنگی نعرہ۔ وقت آگیا ہے کہ ہم ایک ایسی مثال قائم کردیں جو نسلوں تک مقامی باشندوں کی نظروں کے سامنے رہے۔ غداری اور برائی کے ذلیل ترین نمونہ دہلی کو مسمار کردیا جائے۔ یہ شہر صفحۂ ہستی سے نیست و نابود کردیا جائے لیکن اس کے کھنڈر برقرار رکھے جائیں تاکہ آنے والی نسلیں اسے دیکھ کر عبرت حاصل کریں اور انہیں احساس ہو کہ برطانوی قوم نے اپنے فرزندوں کے وحشیانہ قتل کا کتنا شدید انتقام لیا۔ آخر ہمارے لئے دہلی کی اہمیت کیا ہے؟ ہم اسے ہندوستان کا دارالحکومت نہیں سمجھتے، لیکن لوگ سمجھتے ہیں۔ اس ملک کے غیر مطمئن عناصر دہلی اور اس کے کٹھ پتلی بادشاہ کو ہمیشہ سے اپنے اتحاد کی نشانی سمجھتے چلے آئے ہیں۔ آج بھی سب کی نظریں اسی پر لگی ہوئی ہیں۔ خود ہمارے نوکر کہتے ہیں کہ انگریزی حکومت کا زمانہ ختم ہوگیا اور دہلی پر ہمارا دوبارہ قبضہ ناممکن ہے۔ اگر ہم دہلی کو مسمار کردیں، اسے نقشے سے مٹا دیں تو پھر یہ تصور عام ہوسکتا ہے کہ خاندان مغلیہ کا اقتدار مٹ گیا اور برطانوی اقتدار ہمیشہ کے لئے قائم ہوگیا۔ رہا شرارت پسند بادشاہ اور اس کے حواری، تو انہیں پھانسی دے دو اور اس طرح اسلامی پادشاہت کا یہ مضحکہ خیز ناٹک ہمیشہ کے لئے ختم کردو۔

(بحوالہ ڈاکٹر عبدالسلام خورشید، ماہنامہ "خیال" لاہور، ۱۸۵۷ء نمبر مطبوعہ ۱۹۵۷ء، ص ۱۲۹)

مسلمانوں کو شدید ترین سزادی جائے

لاہور کرانیکل، ۸ر جولائی ۱۸۵۷ء (ایک نامہ نگار): اب اس امر میں کوئی شبہ باقی نہیں رہا کہ اس بغاوت کی تہ میں مسلمانوں کی سازش کارفرما ہے۔ انہیں شدید سے شدید سزا دینی چاہیئے کیونکہ یہ جب تک مسلمان ہیں، اپنی رائے کو نہ بدل سکتے ہیں نہ بدلیں گے۔ (ایضاً، ص ۱۳۱۔۱۳۲)

گرم لوہے سے داغا جائے

لاہور کرانیکل، ۲۴ رجولائی ۱۸۵۷ء (ایک نامہ نگار): جن لوگوں نے غدر میں حصہ لیا ہے، ان سب کو گرم لوہے سے داغ دیا جائے، سارے سکول اور کالج بند کر دیئے جائیں اور ان پر جتنا روپیہ صَرف ہوتا ہے، وہ فوج کی تعداد بڑھانے پر صَرف کیا جائے۔ (ایضاً ص ۱۳۲)

مسلمانوں کو ہندوؤں سے قتل کروایا جائے

لاہور کرانیکل، یکم اگست ۱۸۵۷ء: جس شخص کو مسیحیت کے دشمن یا مسلمان کے تعصبات کا پورا علم ہے، وہ مسلمان پر کبھی اعتماد نہیں کرے گا۔ اس بغاوت سے صاف ظاہر ہو گیا ہے کہ مسلمان اپنی مرضی سے نہیں، صرف ضرورت کی بنا پر خدمت کرتا ہے۔ وہ سپیرے کا سانپ ہے جو صرف اس لئے نہیں کاٹتا کہ کاٹنے پر قادر نہیں ہے۔ پانی اور تیل کو آپس میں ملانا آسان ہے لیکن مسلمان اور مسیحی کے درمیان یگانگت ناممکن ہے...... اگر کہیں ہندو یہ سوچیں کہ مسلمان حکمرانوں نے ان پر ظلم کے کیسے کیسے پہاڑ توڑے اور انہیں تلوار کے زور سے مسلمان بنایا تو وہ تھوڑی دیر توقف پر مجبور ہو جائیں گے اور اس کے بعد یورپین آبادی کو نہیں بلکہ مسلمانوں کو قتل کرنے لگیں گے اور اس طرح پانسہ پلٹ جائے گا۔ ہندو کو اس کی غلطی محسوس کرادو اور پھر سب کچھ ہمارا ہے، لیکن ایسا کرنا اتنا ہی مشکل ہے جتنا بلی کے گلے میں گھنٹی باندھنا۔ ہم کہتے ہیں کہ مسلمانوں کو ملازمت دینا بند کر دو۔ جب بغاوت کی علت دور ہو جائے گی تو اس کے اثرات بھی ختم ہو جائیں گے۔ (ایضاً ص ۱۳۳)

باغی سپاہیوں کو غلام بنا کر بیچ ڈالا جائے

لاہور کرانیکل، ۲۶ رستمبر ۱۸۵۷ء (اداریہ): ...... ہماری توازنی پالیسی ناکام رہی ہے جس کا مقصد یہ تھا کہ ''بڑی عمدگی اور ہوشیاری سے'' ہندوؤں کے خلاف مسلمانوں کو اور مسلمانوں کے خلاف ہندوؤں کو کھڑا کیا جائے۔ ہماری تعلیمی پالیسی بھی، جس میں بائبل کی تعلیم شامل نہیں تھی، ناکام رہی ہے۔ اب اور کوئی پالیسی باقی نہیں رہی، صرف ایک پالیسی ہے اور وہ ہے مسیحی پالیسی۔ اس ملک پر ایک مسیحی فوج کا قبضہ ہونا چاہیے جس میں مقامی باشندوں کو عیسائی بنا کر بھرتی کیا جائے، سکولوں اور کالجوں میں بائبل کی تعلیم ضروری قرار دی جائے، اس ملک پر صرف عیسائیوں کی حکومت ہو...... جن

شہروں میں بغاوت ہوئی، ان کو اجتماعی طور پر سزا دی جائے۔ شمال مغربی صوبہ جات اور بنگال کے اٹھارہ سے ساٹھ سال کی عمر کے تمام مسلمانوں پر بیس روپے سے پچاس روپے تک سالانہ ٹیکس اس سال کے لئے لگا دیا جائے۔ تمام باغی سپاہیوں کو ساری عمر کے لئے جلاوطن کر کے ان سے مزدوروں کی طرح کام لیا جائے، اور یہ نہ ہو تو انہیں غلام بنا کر بیچ دیا جائے۔ (ایضاً، ص ۱۳۲)

مسلمانوں کو برداشت نہ کیا جائے

لاہور کرانیکل، ۱۱ر نومبر ۱۸۵۷ء: مسلمانوں کی فطرت میں باغیانہ جذبہ اس کے توحیدی اور خراب مذہب کے اصولوں نے پیدا کر رکھا ہے۔ جب تک ہماری حکومت مسلمانوں کا مذہب برداشت کرے گی، اس وقت تک دشمنی کا جذبہ نہ صرف قائم رہے گا بلکہ روز بروز بڑھے گا۔

(ایضاً، ص ۱۳۲)

دہلی کے کھنڈروں کو یادگار شہر بنا دیا جائے

لاہور کرانیکل، ۱۸ر نومبر ۱۸۵۷ء: دہلی کو مسمار کر کے زمین سے ملا دینا نہایت ضروری ہے۔ جب اس کے باشندے دور دراز کے صوبوں میں جائیں گے تو لوگوں سے اپنے شہر کی بربادی کا ذکر کریں گے۔ وہ بتائیں گے کہ دہلی کی گلیاں اور بازار انگریز عورتوں اور بچوں کے خون سے ناپاک ہوئی تھیں، اس لئے اس کے عالیشان اور خوبصورت محل اب مٹی کے تودے بن کر رہ گئے ہیں۔ اس عظیم الشان شہر کے کھنڈر ایک یادگار صورت اختیار کر لیں گے۔ لیکن ہمیں افسوس ہے کہ جن دیہات سے ہماری نعشیں برآمد ہوتی ہیں، انہیں اس لئے برباد نہیں کیا جاتا کہ مالیہ وصول ہوتا رہے۔ اگر یہی صورت دہلی میں ہوئی تو ہمیں افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ مسلمان یہاں برابر آباد رہیں گے اور اپنی عظمت پارینہ کی یادگاروں کو دیکھ کر احیائے اسلام کے لئے وہ پھر سازشوں میں مصروف ہو جائیں گے۔

(ایضاً، ص ۱۳۰)

انتقام کے تحت جلا کر خاک کر ڈالو، کوئی بچنے نہ پائے

(لارڈ شیفٹس بری): اکثر لوگ جب انتقام کو خدا کے ساتھ منسوب کرتے ہیں تو وہ اس لفظ کے مفہوم کو بالکل نہیں جانتے۔ حقیقت یہ ہے کہ انجیل مقدس میں انتقام انصاف کا کامل ترین

اور بلند ترین ارتقا ہے۔ سپاہی اپنے جرائم کے خود گواہ ہیں۔ ان کے جرم کو ثابت کرنے کے لئے کسی شہادت کی ضرورت نہیں۔ اس معاملے میں انسانی حکومت مختار ہے۔ یہ اس لئے بھی ضروری ہے کہ آئینی حکومت کو تمام کارروائی کا اختیار ہو، نہ کہ نجی قانونِ سزا کا اس میں دخل ہو۔ یہی وجہ ہے کہ ہم سرکار سے مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ سزا دینے میں سختی، عزم اور مستعدی سے کام لے۔

(انقلاب ۱۸۵۷ء، ص ۳۰۴)

لاہور کرانیکل، ۱۸ر نومبر ۱۸۵۷ء: آج جس بات کو سنگ دلی اور بے رحمی قرار دیا جائے گا، وہ حقیقت میں رحم دلی کی ایک صورت ہے۔ ہم اسے ریاضی کے ایک سوال کے انداز میں پیش کرتے ہیں۔ فرض کیجئے کہ ۱۸۵۷ء کی بغاوت میں پانچ ہزار یورپین مارے گئے اور پچاس ہزار مقامی باشندے مارے جاتے ہیں۔ اگر ہر پچاس برس کے بعد ایک بغاوت ہو تو ایک سو سال میں دس ہزار یورپین ہلاک ہوں گے اور ایک لاکھ مقامی باشندے۔ لیکن اگر ہم اس وقت ایک انتقامی فوج بنا کر پچاس ہزار کے علاوہ پچیس ہزار اور مقامی باشندے قتل کر دیں تو نتیجہ یہ ہوگا کہ ایک صدی تک کوئی بغاوت نہیں ہوگی۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ایک لاکھ، بلکہ ایک لاکھ منفی پچیس ہزار یعنی پچھتر ہزار مقامی باشندوں کی جانیں بچ جائیں گی اور دس ہزار یورپین باشندوں کی زندگیاں بچ جائیں گی۔ پس ہم جو رائے پیش کرتے ہیں، وہ اعداد و شمار سے صحیح ثابت ہوتی ہے...... ہم پھر پکار کر کہتے ہیں کہ ایک خونیں انتقام لو۔ جس گاؤں میں ہمارے کسی ادنیٰ سے ادنیٰ انگریز باشندے کی ذرا سی بھی توہین ہوئی ہے، اسے جلا کر خاک کر دیا جائے اور اس میں جتنے لوگ ہیں، انہیں برباد کر دیا جائے اور کسی کو بچنے نہ دیا جائے۔ آج ہماری سنگین لہو سے سرخ ہونے دو تا کہ آنے والے زمانوں میں کسی انگریز عورت کے خون سے کسی قاتل کا چھرا آلودہ نہ ہو سکے۔ (ماہنامہ ''خیال'' لاہور، ۱۸۵۷ء نمبر مطبوعہ ۱۹۵۷ء، ص ۱۳۱)

جنگلی جانوروں کی مانند نیست و نابود کردو

لاہور کرانیکل، ۲ر دسمبر ۱۸۵۷ء: ہم مقامی باشندوں کے اخلاق و کردار کے مطالعہ پر مبنی اپنی اس رائے کو ظاہر کئے بغیر نہیں رہ سکتے کہ مقامی باشندوں کے ایک شہر کی حیثیت سے دہلی کی مکمل بربادی ہندوستان بھر کے لوگوں پر ایک حیرت انگیز مستقل اثر پیدا کرے گی۔ لوگ محسوس کریں گے کہ دہلی کی بربادی اور جامع مسجد کی مسماری ایک طاقتور عنصر کا انتقامی کارنامہ ہے اور حکمران طاقت نے اپنی توہین پر ایک زبردست سزا دی ہے۔ (ایضاً ص ۱۳۰)

(نیوکاسل کرانیکل): ہمارا انتقام ایسا تیز، خوں ریز اور اس قسم کا ہونا چاہیے کہ مستقبل میں دہلی کے ذکر پر ہی ہماری ہندوستانی رعایا کانپ اُٹھے، ان کو اس طرح نیست و نابود کرنا چاہیے کہ گویا جنگلی جانور ہیں۔ (انقلاب ۱۸۵۷ء، ص ۳۰۵)

جامع مسجد کو گرجا بنا دیا جائے

دی پنجابی لاہور، ۵ ردسمبر ۱۸۵۷ء: ہماری تجویز یہ ہے کہ جہاں آج دہلی واقع ہے، وہاں ایک بہت بڑا قلعہ تعمیر کیا جائے۔ اس کے ساتھ وسیع پہاڑیاں بنائی جائیں۔ اس کے صدر بازار کے بارے میں یہ فیصلہ کر لیا جائے کہ اس میں مقامی باشندوں کی ایک محدود تعداد آباد ہو سکے گی، اور خیال رکھا جائے کہ اس کے قریب کوئی مقامی شہر آباد نہ ہو جائے۔ اس کے علاوہ ہماری تجویز یہ ہے کہ ہم افسروں اور مقامی فوج کے سپاہیوں کی سہولت کے لئے جامع مسجد کو گرجا گھر بنا لیں۔

(ماہنامہ ''خیال'' لاہور، ۱۸۵۷ء نمبر مطبوعہ ۱۹۵۷ء، ص ۱۳۰)

اسلامی انقلابی جوش ٹھنڈا کرنے کے لئے خوب ٹیکس لگاؤ

لاہور کرانیکل، ۵ ردسمبر ۱۸۵۷ء: ان مسلمانوں کے لئے بھی کچھ نہ کچھ کرنا ضروری ہے جو اگرچہ حکومت کے ملازم نہیں تھے لیکن انہوں نے سرکشی اور ناشکرے پن کا اظہار کیا۔ انہیں بالواسطہ نوعیت کی سزا دینی چاہیے اور اس سے مالی منفعت حاصل کرنی چاہیے، مثلاً مالدار طبقے کے خلاف کوئی ایسا قدم اٹھایا جائے جس سے ان کا انقلابی جوش فوراً سرد پڑ جائے، مثلاً ان پر پہلے سے کہیں زیادہ ٹیکس لگائے جائیں، ملک بھر کی تمام مساجد سے خاص رقوم خراج کے طور پر وصول کی جائیں، اس سلسلے میں زیادہ متمول اوقاف سے زیادہ رقم اور کم آمدنی کے اوقاف سے کم رقم لی جائے۔ خوشحال طبقے سے مسلمانوں کی آمدنی پر مزید ٹیکس لیا جائے یا سارے مسلمانوں سے ڈنڈ کے طور پر ایک رقم ہر سال لی جائے۔ اگر ہم سات یا دس سال تک ایسا کریں تو اسلامی جوش ٹھنڈا پڑ جائے گا۔ جو لوگ تکالیف دہ حد تک ''مومن'' ہیں، انہیں سزا دینے اور پابند کرنے کا بھی یہی ایک طریقہ ہے۔ (ایضاً، ص ۱۳۴)

کتابیات

۱۔ اسباب سرکشی ہندوستان کا جواب مضمون (سرسیّد احمد خاں) مفصلائٹ پریس آگرہ (۱۸۵۹ء)

۲۔ انقلاب ۱۸۵۷ء (پی۔سی۔جوشی) ترقی اُردو بیورو نئی دہلی (۱۹۸۳ء)

۳۔ انقلاب ۱۸۵۷ء کی تصویر کا دوسرا رُخ (مترجم: شیخ حسام الدین) اُردو اکیڈمی لاہور (۱۹۴۷ء)

۴۔ باغی ہندوستان / الثورۃ الہندیہ (محمد فضل حق خیر آبادی) مترجم: عبدالشاہد خاں شروانی۔ مکتبہ قادریہ لاہور (۱۹۷۴ء)

۵۔ بہادر شاہ ظفر (اسلم پرویز) انجمن ترقی اُردو (ہند) نئی دہلی (۱۹۸۶ء)

۶۔ تاریخ بغاوتِ ہند / محاربۂ عظیم (پنڈت کنہیا لال) مطبع منشی نول کشور دہلی (۱۹۱۶ء)

۷۔ جنگِ آزادی ۱۸۵۷ء (خورشید مصطفیٰ رضوی) الفیصل لاہور (۱۹۹۰ء)

جیون لال

۸۔ (جیون لال کی ڈائری) مشمولہ ''غدر کی صبح شام'' مترجم ضیاء الدین برنی۔ ہمدرد پریس دہلی (۱۹۲۶ء)

چنی لال

۹۔ (چنی لال کی ڈائری) مشمولہ ''مقدمہ بہادر شاہ ظفر'' ۔ الفیصل لاہور (۱۹۹۰ء)

خدنگِ غدر (از معین الدین حسن خاں)

۱۰۔ مشمولہ ''غدر کی صبح شام'' مترجم ضیاء الدین برنی۔ ہمدرد پریس دہلی (۱۹۲۶ء)

۱۱۔ خیال (ماہنامہ) لاہور، ۱۸۵۷ء نمبر (۱۹۵۷ء)

۱۲۔ دلّی کی سزا (نصرت نامہ گورنمنٹ) از غلام حسین خاں۔ دلّی پرنٹنگ ورکس دہلی (۱۹۴۶ء)
۱۳۔ ہمارے ہندوستانی مسلمان (ڈبلیو۔ ڈبلیو۔ ہنٹر) مترجم: ڈاکٹر صادق حسین۔ اقبال اکیڈمی لاہور (۱۹۴۴ء)

غداروں کے خطوط

۱۴۔ اس گھر کو آگ لگ گئی (سلیم قریشی/ سید عاشور کاظمی)۔ انجمن ترقی اُردو (ہند) نئی دہلی (۱۹۹۳ء)
۱۵۔ غدر دہلی کے اخبار (مرتبہ: خواجہ حسن نظامی) دلّی پرنٹنگ ورکس دہلی (۱۹۲۳ء)
۱۶۔ غدر کے فرمان (مرتبہ: خواجہ حسن نظامی) اہلِ بیت پریس دہلی (۱۹۴۴ء)
۱۷۔ مولانا فضل حق خیر آبادی...... ایک تحقیقاتی مطالعہ (مرتبہ: افضل حق قرشی) الفیصل لاہور (۱۹۹۲ء)
۱۸۔ فضل حق خیر آبادی اور سن ستاون (حکیم محمود احمد برکاتی) برکات اکیڈمی کراچی (۱۹۸۷ء)
۱۹۔ محاصرہ دہلی کے خطوط (ترجمہ) مطبوعہ خواجہ حسن نظامی دہلی (۱۹۴۰ء)
۲۰۔ مقدمہ بہادر شاہ ظفر (مرتبہ: خواجہ حسن نظامی) الفیصل لاہور (۱۹۹۰ء)

English Works

21. Annals of the Indian Rebellion 1857-58 (N.A.Chick), Charles Knight & Co., London (1974)

22. Bahadur Shah II (Mehdi Husain), Atma Ram & Sons, Delhi. (1958)

Eye-witnesses

23. Eye-witnesses to the Indian Mutiny (Ed. James Hewitt), Osprey Publishing Ltd., Berkshire (1972)

Intelligence Records

24. Records of the Intelligence Department,Vols. I or II, (Sir William Muir) T.&T.Clark, Edinburgh (1902)

25. Kotwal's Diary (Syed Mubarak Shah) Translator: R.Edwards, Ed. Ansar Zahid Khan, Pakistan Historical Society, Karachi. (1994)

26. Twelve Years of a Soldier's Life in India (G.H.Hodson), John W. Parker & Sons, London (1859)

برطانوی ہند میں جنگِ آزادی ۱۸۵۷ء کے وقوعے کو ڈیڑھ صدی بیت گئی۔ اس دوران نامور مؤرخین اور محققین نے اس کے بیان میں بہت سی کتب تصنیف و تالیف کیں۔ اس کے علاوہ اس سے متعلق انگریزی تحریروں کے چند اُردو تراجم بھی شائع ہوئے۔

زیرِ نظر کتاب کی اہمیت یہ ہے کہ اس میں اس دور کی حقیقی تحریروں کو بلا تبصرہ پیش کیا جا رہا ہے۔ اُس دَور کے اخبارات، دستاویزات، کتب، انگریزی جاسوسوں کی ڈائریاں اور سرکاری و نجی مراسلت اس منصوبے کے مآخذ قرار پائے۔ محاصرۂ دہلی کے چار پانچ مہینوں میں دہلی کے گلی کوچوں میں، دیسی فوجوں کی صفوں میں اور دربار کے اندر کیا کچھ ہو رہا تھا اور دہلی کا محاصرہ کرنے والے انگریزی کیمپ میں کون کون سے منصوبے بن رہے تھے، اس کے مستند کوائف انگریز حکام کی باہمی خط و کتابت اور اُن کے خبر رسانوں کی تحریریں اس کتاب میں جگہ پا ہیں۔ دربار کے اندر بیٹھے منشی بھی باقاعدگی کے ساتھ پل پل کی خبر لکھ کر سرکاری کارند ذریعے روزانہ شہر سے باہر مقیم انگریز حکام کو بھیجتے تھے اور وہ ان تمام تفصیلات سے روشنی میں اپنی جنگی حکمتِ عملی ترتیب دیتے تھے۔

''سرسید اور علی گڑھ تحریک'' کے بعد ''اٹھارہ سو ستاون'' ضیاء الدین خاص موضوعِ تحقیق ہے۔ اپنے قیامِ لندن کے طویل عرصے میں انہوں نے وہاں آفس لائبریری اور برٹش میوزیم لائبریری سے بھرپور استفادہ کیا۔ اُس دَور کی اصل دستاویزات کے حوالے سے ان کے متعدد مقالات پاک و ہند کے معروف علمی و تحقیق جرائد میں شائع ہو چکے ہیں۔

ISBN-13: 978-969-8917-33-3
ISBN-10: 969-8917-33-0

www.poorab.com.pk